خواجہ عبدالمنتقم

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی

ہندوستانی نظام قانون

خواجہ عبدالمنتقم

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی

وزارت ترقی انسانی وسائل، حکومت ہند

فروغ اردو بھون، FC-33/9، انسٹی ٹیوشنل ایریا، جسولہ، نئی دہلی۔110025

©قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی

سنہ اشاعت	:	2012
تعداد	:	550
قیمت	:	-/100 روپے
سلسلۂ مطبوعات	:	1577

Hindustani Nizam-e-Qanoon
By : Khawaja Abdul Muntaqim

ISBN :978-81-7587-761-0

ناشر: ڈائرکٹر، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، فروغ اردو بھون، FC-33/9، انسٹی ٹیوشنل ایریا،
جسولہ، نئی دہلی110025، فون نمبر: 49539000، فیکس:49539099
شعبۂ فروخت: ویسٹ بلاک-8، آر۔ کے۔ پورم، نئی دہلی۔110066 فون نمبر:26109746
فیکس:26108159
ای میل:urducouncil@gmail.com، ویب سائٹ:www.urducouncil.nic.in
طابع: جے۔ کے۔ آفسیٹ پرنٹرز، بازار مٹیا محل، جامع مسجد، دہلی۔110006
اس کتاب کی چھپائی میں70GSM, TNPL Maplitho کاغذ استعمال کیا گیا ہے۔

پیش لفظ

ہندوستان ہر اعتبار سے وسیع و عریض ملک ہے۔اس کی رنگا رنگی اور تنوع کثرت میں وحدت کی عمدہ مثال ہے۔کسی بھی جمہوری ملک کے اپنے مسائل ہوتے ہیں۔ہندوستانی جمہوریت کا تصور کیا ہے؟ ہندوستانی نظام قانون کن بنیادوں پر قائم ہے؟ اس کی تشکیل اور ارتقا کے مراحل کیا ہیں؟ بدلتے وقت کے ساتھ کسی بھی ملک کے شہریوں کے حقوق اور تقاضے بدلتے ہیں۔انھی تقاضوں کے تحت نظام معاشرت میں تبدیلی آتی ہے اور نظام قانون میں ترامیم کی جاتی ہیں۔ہندوستانی نظام قانون میں اس کی واضح صورتیں موجود ہیں۔اس لیے اسے ترقی پذیر نظام قانون کا درجہ حاصل ہے۔آئین کے مطابق ہندوستان سیکولر اور عوامی جمہوریہ ہے جو سب کو یکساں مواقع فراہم کرتا ہے۔یہ مذہب، ذات پات، نسل، زبان اور ہر طرح کی علاقائی عصبیت سے پاک ہے۔یہ شہریوں کو سماجی، معاشی اور سیاسی انصاف کا حق دیتا ہے اور ان کے بنیادی حقوق کی حفاظت کرتا ہے۔آزادی اظہار، اپنی مرضی کے مطابق مذہب اختیار کرنا، اپنے عقیدے کو فروغ دینا، ملک کے کسی بھی حصے میں بود و باش اختیار کرنا، تجارت کرنا، انجمنیں قائم کرنا اور مساوات و حق رائے دہی حق آزادی، استحصال کے خلاف حق اور حق تعلیم و ثقافت ہندوستان کو ایک مہذب ملک بناتا ہے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ دستور میں بنیادی حقوق کو وہی حیثیت حاصل ہے جو جسم میں شہ رگ کی ہے۔وہی نظام قانون کامیاب ہوتا ہے جو انسانی اقدار و حقوق کی حفاظت کرے۔ہندوستانی دستور میں اقلیتوں کو خاص مراعات حاصل ہیں۔اقلیتی طبقے کو اپنی زبان، رسم الخط، ثقافتی روایات کو محفوظ رکھنے اور تعلیمی ادارے قائم کرنے کا حق حاصل ہے۔مزدوروں کی مناسب اجرت، صنعتوں میں مزدوروں کا اشتراک، یکساں سول کوڈ، بچوں کی مفت اور لازمی تعلیم، قبائل اور کمزور طبقوں کے مفادات، ان کے معیار زندگی کی سطح بلند کرنے، غذائیت، صحت عامہ، زراعت، افزائش حیوانات، ماحولیاتی آلودگی سے تحفظ، قومی اثاثوں کی حفاظت، بین الاقوامی سطح پر بہتر تعلقات وغیرہ امور پر

دستور ہند میں خاص توجہ دی گئی ہے۔ 395 دفعات اور 12 جدول پر مشتمل دستورِ ہند دنیا کا سب سے طویل دستور ہے۔ اس کی پیچیدگی کے پیش نظر تعبیر میں سیاق کا لحاظ ضروری ہے۔

اردو طبقے میں عرصے سے ہندوستان کے نظام قانون پر ایک مبسوط اور معتبر کتاب کی ضرورت محسوس کی جا رہی تھی جو نہ صرف آئین کا تعارف پیش کرے بلکہ اس کے تشکیلی عناصر، ارتقا کے مراحل اور عصری صورت حال سے بھی مفصل طور پر واقف کرائے۔ خواجہ عبدالمنتقم نے اس کتاب کے ذریعے یہ کمی پوری کر دی اور قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان نے اس کی اشاعت کا بیڑا اٹھایا۔ خواجہ صاحب کی یہ کتاب قانون کے پیچیدہ مسائل تک رسائی کی کلید ہے۔ 11 ابواب اور 4 ضمیموں پر مشتمل یہ کتاب دستورِ ہند کا ایسا خاکہ پیش کرتی ہے جس میں طلبہ اور آئینی مباحث سے دلچسپی رکھنے والوں کے لیے وافر مواد موجود ہے۔ کسی بھی علم کی تفہیم کے لیے اس کی اصطلاحات سے واقفیت ضروری ہے۔ پہلے باب میں قانون کی کلیدی اصطلاحات کا مفہوم واضح کر دیا گیا ہے تاکہ جب یہ اصطلاحات متن میں آئیں تو مشکلات پیدا نہ کریں۔ ساتھ ہی انگریزی اصطلاحات کا اردو ترجمہ بھی کر دیا گیا ہے۔ دوسرے باب میں عدلیہ کے تاریخی پس منظر کا احاطہ کیا گیا ہے جس میں قدیم ہندوستان، مسلم دورِ حکومت اور انگریزی دورِ حکومت کے عدلیاتی نظام کا جائزہ لیا گیا ہے۔ ان ادوار میں بتدریج نظام عدل میں تبدیلیاں آتی رہیں۔ ابواب کے آخر میں چار اہم ضمیموں کا اضافہ کیا گیا ہے جو قانون کی تعلیم دینے والے اداروں کی فہرست، قانون سے متعلق اہم ویب سائٹس کی تفصیل، لا رپورٹوں، جرائد و رسائل اور مرکزی قوانین کی فہرست پر مشتمل ہیں۔

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان نے مختلف علوم و فنون پر سینکڑوں کتابیں شائع کی ہیں۔ بنیادی درسی کتب کے ساتھ تحقیقی و تنقیدی اہمیت کی کتب بھی کونسل شائع کرتی رہی ہے۔ اہل علم سے گزارش ہے کہ اگر کتاب میں کوئی بات نادرست نظر آئے تو ہمیں لکھیں تاکہ جو خامی رہ گئی ہو وہ اگلی اشاعت میں دور کر دی جائے۔ امید ہے قارئین اس کتاب کا خیر مقدم کریں گے۔

ڈاکٹر خواجہ محمد اکرام الدین

ڈائرکٹر

فہرست مضامین

ابواب	نام مضامین	صفحہ نمبر
حرف آغاز		viii
دیباچہ		ix
باب 1 - اصطلاحات		1
باب 2 - تاریخی پس منظر		10
■ قدیم ہندوستان میں نظام عدل		
■ مسلم دور حکومت میں نظام عدل		
■ انگریزی دور حکومت میں عدلیاتی نظام		
باب 3 - دستور ہند		18
■ تاریخی پس منظر ■ بنیادی حقوق کا تصور اور دستور ہند		
■ خصوصیات		
باب 4 - نظام حکومت		33
■ عام انتخابات ■ انتخابی کمیشن		

■ حکومت سازی، وزیر اعظم کی تقرری اور وزرا کونسل کا قیام
■ پارلیمنٹ کا رول ■ پنچایتیں
باب-5 قانون سازیہ 61
باب-6 عدلیہ 69
■ سپریم کورٹ ■ ہائی کورٹ ■ ذیلی عدالتیں
■ عدلیہ کی آزادی اور اس کی اہمیت
■ عدلیہ کی کارکردگی اور ذرائع ابلاغ
■ قانون کی بالادستی ■ عدلیہ کی فعال پذیری
■ انصاف میں تاخیر
■ عدلیاتی نظام میں انفارمیشن ٹیکنالوجی کی اہمیت
باب-7 نیم عدلیاتی ادارے 151
■ انتظامی ٹریبونل ■ انکم ٹیکس اپیلی ٹریبونل
■ قرضہ جات کی وصولی سے متعلق ٹریبونل اور اپیلی ٹریبونل
■ کسٹم، ایکسائز اور سروس ٹیکس اپیلی ٹریبونل
■ بجلی کے لیے اپیلی ٹریبونل ■ انٹی لیکچول پروپرٹی اپیلی بورڈ
■ ریلوے کلیم ٹریبونل
■ سیکورٹیز اینڈ ایکسچینج بورڈ آف انڈیا (SEBI)
باب-8 ثالثی اور مصالحت 161
■ ثالثی ■ مصالحت ■ صلح ■ لوک عدالت
باب-9 پیشۂ وکالت 166
باب-10 کمیشنوں کا نظام 173
■ لاء کمیشن ■ قومی کمیشن برائے خواتین ■ قومی کمیشن برائے اطفال
■ قومی اقلیتی کمیشن ■ اقلیتی تعلیمی اداروں کے لیے قومی کمیشن

■ قومی کمیشن برائے مذہبی ولسانی اقلیات
■ درج فہرست ذاتوں کے لیے قومی کمیشن
■ درج فہرست قبیلوں کے لیے قومی کمیشن
■ قومی پسماندہ طبقات کمیشن
■ قومی انسانی حقوق کمیشن
■ اجارہ داری وتحدیدی تجارتی اعمال کمیشن
■ کمپیٹیشن کمیشن ■ قومی نالج کمیشن

باب-11	قانون کی تعلیم	214
ضمیمہ-1	قانون کی تعلیم دینے والے ادارے	219
ضمیمہ-2	قانونی اعتبار سے اہم کچھ ویب سائٹ	232
ضمیمہ-3	اہم لاء رپورٹیں، جریدے ورسائل	236
ضمیمہ-4	فہرست مرکزی قوانین (انگریزی-اردو)	259

حرف آغاز

محب من خواجہ عبدالمنتقم کا تعلق جدید ہندوستان کے اس عنقا قبیلہ سے ہے جس کے اراکین کو قانون اور اردو دونوں پر بیک وقت عبور حاصل ہے۔ وہ قانون جیسے خشک مضمون پر اردو میں کئی کتابوں کے مصنف ہیں اور حقوق انسانی اور دستور ہندان کی خاص دلچسپی کے مضامین ہیں۔ زیر نظر کتاب ان کی تازہ ترین تصنیف ہے۔

ہندوستان کا نظام قانون کئی لحاظ سے معاصر دنیا کے نظام ہائے قوانین میں ایک منفرد حیثیت رکھتا ہے۔ ابھی ماضی قریب تک خطہ جنوبی ایشیا میں ہندوستان یہاں کا واحد سیکولر ملک تھا اور اسکے دستور اور قوانین میں سیکولرزم کا پرتو صاف نظر آتا ہے۔ یہاں کے نظام قانون میں برطانوی قوانین کا بنیادی عنصر بھی ہے، دنیا کے دیگر قوانین سے استفادہ کی جھلکیاں بھی اور مقامی مذہبی مسائل اور رسم ورواج کی باقیات بھی، اور ان سب کا مناسب امتزاج ہی قانون کے ملکی نظام کا طرۂ امتیاز ہے۔

ایک عرصہ سے اردو میں ہندوستانی نظام قانون پر ایک نصابی کتاب کی ضرورت محسوس کی جارہی تھی جسکی تکمیل کا اردو کونسل نے سال گذشتہ بیڑا اٹھایا۔ خواجہ صاحب کی یہ کتاب اسی ضرورت کو پورا کرتی ہے۔ اردو کونسل اور صاحب کتاب دونوں اس مستند تصنیف کی تیاری اور اشاعت پر تہنیت کے حقدار ہیں۔

پروفیسر طاہر محمود

(چیئرمین، لیگل اسٹڈیز پینل، اردو کونسل)

18 جون 2011

دیباچہ

اس بات کا اندازہ لگانے کے لیے کہ کون سا ملک کتنا جمہوری ہے اور اس میں انصاف رسانی کا معیار کیا ہے وہاں کے قانونی نظام کو جاننا اور سمجھنا ضروری ہے۔ جس ملک کا قانونی نظام چست و چوبند ہوگا وہاں اتنا ہی بہتر نظم و نسق ہوگا چونکہ بروقت انصاف عوام کے لیے اطمینان کا باعث ہوتا ہے اور ناانصافی بہت سی جائز و ناجائز تحریکوں کو جنم دیتی ہے۔ قانون سازیہ، عدلیہ اور عاملہ کسی بھی ملک کے قانونی نظام کا جز لاینفک ہوتے ہیں۔ قانون سازیہ قانون بناتی ہے، عدلیہ اس کی تعبیر کرتی ہے اور فیصلے صادر کرتی ہے اور عاملہ ان فیصلوں کو عملی جامہ پہنانے کے لیے ضروری کارروائی کرتی ہے۔

ہندوستان کا قانونی وعدلیاتی نظام دنیا کے قدیم ترین نظاموں میں سے ایک ہے۔ یہ اپنی ہزار ہا سال کی تاریخ میں دنیا کے لیے ایک مثالی نظام بنا رہا۔ یہ تاریخ کے مختلف ادوار میں بدلتا رہا مگر اس پر کبھی قدغن نہیں لگا اور یہ ہمیشہ رواں دواں رہا۔

اس موضوع پر تصنیف کا مقصد صرف یہ ہے کہ قارئین کے لیے ایک ایسی کتاب مہیا کرائی جائے جس سے کہ وہ ملک کے قانونی نظام کے اہم پہلوؤں سے روشناس ہوسکیں اور اس موضوع کی اہمیت کو سمجھ سکیں۔ یہ کتاب 11 ابواب اور 4 ضمیموں پر مشتمل ہے۔ ان ابواب میں جن موضوعات کا احاطہ کیا گیا ہے وہ ابواب کی ترتیب کے مطابق اس طرح ہیں

باب-1 اصطلاحات، باب-2 تاریخی پس منظر، باب-3 دستور ہند، باب-4 نظام حکومت، باب- 5 قانون سازیہ، باب- 6 عدلیہ، باب- 7 نیم عدلیاتی ادارے، باب- 8 ثالثی اور مصالحت، باب-9 پیشہ وکالت، باب-10 کمیشنوں کا نظام، باب-11 قانون کی تعلیم۔اس کے علاوہ کتاب کے آخر میں متذکرہ بالا 4 ضمیمے شامل کیے گئے ہیں۔ پہلے ضمیمے میں قانون کی تعلیم دینے والے اداروں، دوسرے ضمیمے میں قانونی اعتبار سے اہم کچھ ویب سائٹوں، تیسرے ضمیمے میں اہم لاء رپورٹوں، جریدوں ورسالوں اور چوتھے ضمیمے میں مرکزی قوانین کی فہرست دی گئی ہے۔ کتاب کے مختلف ابواب میں جہاں جہاں ضرورت محسوس کی گئی عدالتی نظیروں اور متعلقہ قوانین کا حوالہ دیا گیا ہے تاکہ طلبا، اساتذہ، وکلا، جج صاحبان، محققین، صحافی ودیگر قارئین ان سے حسب ضرورت مستفیض ہوسکیں اور تفصیلی معلومات حاصل کرسکیں۔

خواجہ عبدالمنتقم

H-3، دھرما اپارٹمنٹ
2 آئی پی ایکسٹینشن،
دہلی-110092

Email: amkhwaja2007@yahoo.co.in

باب -1

اصطلاحات

ہر وکیل، موکل اور قانون سے وابستہ شخص کا اُن اصطلاحات سے واقف ہونا ضروری ہے جو عدالتوں اور عدالتی و نیم عدالتی دیگر اداروں میں استعمال ہوتی ہیں۔ ان میں سے کچھ اصطلاحات مندرجہ ذیل ہیں:

مدعی (Plaintiff)، سائل (Petitioner):

مدعی وہ شخص ہوتا ہے جو کسی عدالت میں مقدمہ دائر کرتا ہے لیکن اگر یہ مقدمہ فوجداری نوعیت کا ہے تو شکایت کرنے والے کو یا مقدمہ داخل کرنے والے کو مستغیث (Complainant) کہیں گے۔

مدعا علیہ (Defendant):

وہ شخص جس کے خلاف مدعی نے دعویٰ کیا ہے اسے مدعا علیہ کہیں گے یعنی فریق مخالف۔

اپیل گزار (Appellant) و مسئول الیہ (Respondent):

اپیل کرنے والے کو اپیل گزار یا اپیلانٹ کہیں گے۔ البتہ جس کے خلاف اپیل کی جائے گی اس کو رسپانڈنٹ یا مسئول الیہ کہیں گے۔ یاد رہے کہ دیگر پٹیشنوں یا درخواستوں میں پٹیشن

کرنے والے کو پٹیشنر اور درخواست دینے والے کو درخواست گزار یعنی Applicant کہتے ہیں مگر فریق مخالف کو جس طرح اپیل میں رسپانڈنٹ یا مسئول الیہ کہتے ہیں پٹیشن یا عرضی کے معاملے میں بھی فریق مخالف کو رسپانڈنٹ یا مسئول الیہ ہی کہتے ہیں۔

عرضی دعویٰ (Plaint):

عرضی دعویٰ وہ دستاویز ہے جس میں اس عدالت کا نام، جس میں مقدمہ داخل یا دائر کیا جائے، فریقین کا نام و پتہ درج ہوتا ہے اور ان واقعات کا مختصراً ذکر کیا جاتا ہے جن کی بنیاد پر دعویٰ کیا جائے یا جو بنائے دعویٰ ہوں۔ اس کے آخری حصے میں عدالت کے علاقائی اختیار سماعت (Territorial Jurisdiction) اختیار سماعت بلحاظ مالیت (Pecuniary Jurisdiction) کا ذکر ہوتا ہے اور اس میں ادا شدہ کورٹ فیس کی وضاحت کی جاتی ہے۔

جواب دعویٰ (Written statement):

مدعا علیہ کو ہمیشہ یہ حق حاصل ہوتا ہے کہ وہ مدعی نے جو عرضی دعویٰ دیا ہے، اگر وہ چاہے، تو اس کے جواب میں اپنا تحریری بیان بھی پیش کرے۔ اگر مدعا علیہ، مدعی کے دعوے کی مدافعت میں کچھ نئے حقائق یا نکات قانونی عدالت کے روبرو رکھنا چاہتا ہے تو وہ تحریری طور پر ان کا بھی جواب دعویٰ میں ذکر کر سکتا ہے۔ یاد رہے کہ Written Statement اور Statement in writing دو الگ الگ نوعیتوں کی دستاویزات ہیں۔ جواب دعویٰ کی تفصیل تو اوپر درج ہے۔ جہاں تک Statement in writing کا سوال ہے یہ کوئی بھی تحریری بیان ہو سکتا ہے۔

جواب الجواب (Replication):

مدعا علیہ کے ذریعہ جواب دعویٰ داخل کرنے کے بعد مدعی کو اس بات کا حق حاصل ہوتا ہے کہ وہ مدعا علیہ کی جوابدہی میں اپنا جواب داخل کر سکتا ہے۔ سول دعووں میں داخل کیے گئے اس طرح کے جواب کو اکثر Replication ہی کہا جاتا ہے لیکن دیگر مقدمات میں جیسے رٹ پٹیشن وغیرہ میں اسے عام طور پر Rejoinder کہتے ہیں۔ مزید تفصیل کے لیے Rejoinder کے بارے میں مابعد دی گئی تفصیل کا مطالعہ کریں۔

امور تنقیح طلب (Issues):

دیوانی مقدمات میں عرضی دعویٰ، جواب دعویٰ اور جواب الجواب داخل ہونے کے بعد جو امور تصفیہ طلب قرار پاتے ہیں انھیں امور تنقیح طلب کہا جاتا ہے۔ جو امر مدعی کو ثابت کرنا ہوتا ہے یعنی جس کا onus (بار ثبوت) مدعی پر ہوتا ہے اس کے سامنے عدالت O.P.P لکھ دیتی ہے اور جو امر مدعا علیہ کو ثابت کرنا ہوتا ہے اس کے سامنے O.F.D لکھ دیتی ہے۔

حکم التوا/حکم موقوفی (Stay order):

مجموعہ ضابطہ دیوانی کے تحت عذرات (Objections) فائل ہونے کی صورت میں دیوانی عدالت کو اس بات کا حق حاصل ہے کہ وہ ساعت کو کسی خاص مدت تک کے لیے یا تصفیہ عذرات ہونے تک یا دیگر کسی اور مدت تک جو وہ مناسب سمجھے حکم التوا صادر کر سکتی ہے۔

حکم امتناعی (Injunction):

اگر چہ اس لفظ کے معنی کسی کام کو روکنے یا جاری رکھنے کے ہیں لیکن بعض اوقات ایسا حکم کسی کام کے کرنے یا کسی رکاوٹ کو دور کرنے کی غرض سے ضروری اقدام کرنے کے لیے بھی صادر کیا جاتا ہے۔ ایسے حکم کو حکم امتناعی تاکیدی (Mandatory Injunction) کہتے ہیں۔ ایسا حکم صرف ایسی ہی صورت میں دیا جا سکتا ہے جب مدعی کا مقدمہ بادی النظر میں ایسا ہو کہ جب تک تردیدی شہادت پیش نہ کی جائے تب تک مدعی کا بیان حلفی ایسا حکم جاری کرنے کے لیے کافی سمجھا جائے۔ اگر فریقین کے مابین حقوق طے شدہ اور متعین نہیں ہیں تو عدالت صرف ایسی صورت میں حکم امتناعی جاری کر سکتی ہے جب نا قابل تلافی نقصان کا اندیشہ ہو۔ حکم امتناعی کی دو اقسام ہیں۔ ایک عارضی حکم امتناعی (Temporary Injunction) جو مجموعہ ضابطہ دیوانی کے تحت صادر کیا جاتا ہے جبکہ دوسرا یعنی دوامی حکم امتناعی (Perpetual or Permanent Injunction) جو مخصوص دادرسی ایکٹ (Specific Relief Act) کے تحت صادر کیا جاتا ہے۔ یہاں اس بات کا ذکر بے محل نہ ہوگا کہ اگر کسی معاملے میں عدالت قانونی نقطۂ نظر سے یہ سمجھتی ہے کہ اس معاملے میں دوامی حکم امتناعی کا حکم صادر نہیں کیا جا سکتا تو ایسی صورت میں عارضی حکم امتناعی بھی جاری نہیں

کیا جاسکتا۔

بیان ابتدائی یا سوال جواب ابتدائی (Examination-in-Chief):

جب کوئی گواہ کسی عدالت کے روبرو گواہی کے لیے پیش ہوتا ہے تو اس سے سب سے پہلے وہ فریق یا اس کا وکیل سوال پوچھتا ہے جس نے اسے پیش کیا ہے۔ یہ سوال جواب ابتدائی سوال جواب کے زمرے میں آتے ہیں۔

جرح (Cross-Examination):

فریق مخالف یا اس کا وکیل جو سوالات دوسرے فریق کے ذریعے پیش کیے گئے گواہ سے پوچھتا ہے وہ جرح کہلاتا ہے۔ مان لیجئے کہ 'الف' مقدمے کا ایک فریق ہے اور 'ب' فریق مخالف۔ 'ب' جو سوالات 'الف' کے گواہ سے پوچھے گا تو اسے جرح کہا جائے گا۔ فریق مخالف کو اس بات کا حق حاصل ہوتا ہے کہ وہ جرح میں ہدایتی سوال یعنی (Leading Questions) پوچھ سکے۔ ہدایتی سوال وہ ہوتا ہے جس کا جواب راست حاصل کیا جائے۔ بیان ابتدائی میں اس قسم کے سوالات نہیں پوچھے جاسکتے لیکن جرح میں اس قسم کے سوالات پوچھنے کی اجازت ہے۔

بیان مکرر یا مکرر سوال جواب (Re-Examination):

گواہ سے مکرر سوال جواب اس فریق کے ذریعے کیے جاتے ہیں جس نے اسے بطور گواہ پیش کیا ہے۔ یہ سوال جواب جرح ہونے کے بعد کیے جاتے ہیں اور ان کی اجازت اس صورت میں دی جاتی ہے جب کسی ایسی بات کی تشریح یا وضاحت کی غرض سے ایسا کرنا ضروری ہو جس کا ذکر جرح کے دوران ہوا ہو لیکن اس کا جواب واضح نہ ہو یا مبہم ہو۔

بند سوالات (Interrogatories):

مجموعہ ضابطہ دیوانی کے تحت کسی بھی مقدمے میں کسی بھی فریق کو دوسرے فریق سے تحریری بند سوالات کے ذریعے جوابات حاصل کرنے کا حق حاصل ہے۔ البتہ یہ متعلقہ جج کی صوابدید پر منحصر ہے کہ وہ اس بات کی اجازت دے یا نہ دے۔

کمیشن جاری کرنا(To Issue Commission):

اگر کوئی فریق اپنے گواہان یا کسی گواہ کی شہادت قلم بند کرنے کے لیے کمیشن جاری کرنے کی درخواست کرتا ہے تو عدالت گواہ کا بیان قلم بند کرنے کے لیے کمیشن مقرر کر سکتی ہے بشرطیکہ ایسا کرنے کی کوئی معقول وجہ ہو۔ ایسی صورت میں جس شخص کو اس طرح بیان قلم بند کرنے کی ذمہ داری سونپی جاتی ہے وہ گواہ کے پاس خود جا کر اس کا بیان قلم بند کرتا ہے اور گواہ کو عدالت میں آنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔

مظہر/ایگزبٹ (Exhibit) یعنی وہ دستاویز یا شے جو عدالت میں بطور شہادت پیش کی جائے:

کوئی بھی دستاویز یا کوئی شے جو گواہی کے دوران گواہ کو دکھلائی جائے یا جو گواہ خود پیش کرے یا گواہ کے ذریعے ثابت کرائی جائے وہ ایگزبٹ کہلاتی ہے۔ ایگزبٹ مارک کرنے کا ایک مخصوص طریقہ ہے۔ مثلاً اگر مدعی کا پہلا گواہ سب سے پہلی دستاویز بطور ایگزبٹ پیش کرتا ہے تو اسے P.W.1 / 1 مارک کیا جائے گا۔ یہاں P.W.1 سے مراد مدعی کا گواہ نمبر ایک ہے یعنی Plaintiff's Witness No.1 اور P.W.1 / 1 سے مراد مدعی کے گواہ نمبر ایک کے ذریعے پیش کی گئی پہلی دستاویز یا ایگزبٹ ہے۔ کسی دستاویز یا شے پر ایگزبٹ نمبر اس کے ثابت ہونے کے بعد ہی دیا جاتا ہے۔ اگر کوئی گواہ کوئی ایسا یا ایسی دستاویز یا شے پیش کرتا ہے جو اس وقت ثابت نہ ہو تو اس پر کوئی ایگزبٹ نمبر درج نہیں کیا جاتا بلکہ اس پر Mark A,B-- لگا کر چھوڑ دیا جاتا ہے اور اس کا فیصلہ عدالت بعد میں کرتی ہے کہ اس دستاویز کو قابل قبول سمجھا جائے یا نہیں ہے اور اسے ایگزبٹ کا درجہ دیا جائے یا نہیں۔

ڈگری(Decree)

ڈگری سے ایسا فیصلہ مراد ہے جس میں کسی مقدمے میں فریقین کے تمام یا بعض حقوق متنازعہ کا فیصلہ کر دیا گیا ہو۔ ڈگری ابتدائی (Preliminary) بھی ہو سکتی ہے اور قطعی یا آخری بھی (Absolute or Final)۔ ابتدائی ڈگری وہ ہوتی ہے جس میں مقدمے کا آخری اور قطعی

تصفیہ کرنے کے لیے عدالت کو کچھ مزید کارروائی کرنا پڑے۔لیکن کسی ایسے امر کا فیصلہ جس کے خلاف اپیل بطور اپیل بخلاف حکم(Appeal From Order)دائر کی جا سکتی ہو ڈگری نہیں کہلائے گا۔

اپیل بغرض سماعت منظور کرنا،منظور کرنا،خارج کرنا،نامنظور کرنا

(Admit, Accept, Allow, Disallow and Dismiss an Appeal):

جب کوئی اپیل گزار کسی عدالت میں اپیل فائل کرتا ہے تو عدالت اس اپیل کو بغرض سماعت منظور کر لیتی ہے یعنی Admit کر لیتی ہے۔اس کا مطلب یہ ہوا کہ عدالت اس اپیل کو اس قابل سمجھتی ہے کہ اس کی باقاعدہ سماعت کی جائے۔اگر سماعت کے بعد عدالت اس اپیل میں مانگی ہوئی دادرسی کو قبول کر لیتی ہے اور فریق متعلق کو ریلیف مل جاتا ہے تو سمجھ لیجئے کہ عدالت نے وہ اپیل منظور کر لی یعنی Accept کر لی یا Allow کر دی۔اسی طرح عدالت کو اگر شروع ہی میں یہ محسوس ہوتا ہے کہ اس اپیل میں کوئی جان نہیں ہے تو وہ شروع میں ہی اسے خارج کر سکتی ہے۔اس طرح اپیل کے خارج کرنے کے عمل کو"Dismissed in Limine" کہا جاتا ہے اور اگر باقاعدہ سماعت کے بعد عدالت اس کو خارج کرتی ہے تو اسے صرف یہ کہا جائے گا کہ عدالت نے اپیل خارج کر دی۔

Rule: جب کوئی اپیل اپیلی عدالت کے روبرو پیش کی جاتی ہے اور جج صاحبان اپنے حکم میں صرف لفظ 'Rule' لکھ دیتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اپیل بغرض سماعت منظور کر لی گئی ہے۔

ابتدائی اطلاع رپورٹ/ ایف آئی آر

(First Information Report):

یہ کسی بھی واردات کی پہلی اطلاع ہوتی ہے جسے پولس باقاعدہ درج کرتی ہے اس میں مختلف خانے ہوتے ہیں۔اس میں واردات کی نوعیت یعنی اس جرم یا جرائم کی تفصیل مع متعلقہ دفعات،

جن کا بادی النظر میں ارتکاب کیا گیا ہے، متاثر یا متاثرین، مقام واردات وغیرہ کی تفصیل درج ہوتی ہے اور کسی بھی فوجداری کارروائی میں اسے ایک بنیادی دستاویز کا درجہ حاصل ہے حالانکہ عدالت اس بات کے لیے قانونی طور پر مجبور نہیں ہے کہ وہ ایف آئی آر میں درج کسی بھی یا تمام باتوں کو صحیح مان لے۔

ملزم و مجرم (Accused and Convict):

ملزم سے وہ شخص مراد ہے جس پر کسی قانون کے تحت کسی جرم کے ارتکاب کا صرف الزام لگایا ہو۔ ملزم کو تب تک بے گناہ سمجھا جاتا ہے جب تک کہ اس کے خلاف جرم ثابت نہ ہو جائے اور اسے مجرم قرار نہ دے دیا جائے۔ اسی طرح مجرم وہ شخص ہے جسے بعد از سماعت مجرم قرار دے دیا گیا ہو۔

مقدمہ قابل اجرائے سمن (Summons Case) و مقدمہ قابل حکم نامہ گرفتاری (Warrant Case):

یہ طے کرنے کے لیے کہ کسی جرم کی عدالتی تحقیقات سمن کیس کی طور پر کی جائے یا وارنٹ کیس کی طور پر جرم کی نوعیت لازمی حیثیت نہیں رکھتی بلکہ اس سزا کو ملحوظ خاطر رکھا جاتا ہے جو اس جرم کے لیے دی جا سکتی ہے۔ سمن کیس میں وہ مقدمات آتے ہیں جن میں اجرائے حکم نامہ گرفتاری نہ ہو اور وارنٹ معاملوں میں وہ معاملات آتے ہیں جن کی سزا موت یا حبس دوام یا چھ ماہ سے زیادہ کی قید مقرر کی گئی ہو۔

جرم قابل دست اندازی پولس (Cognizable Offence)

و جرم نا قابل دست اندازی پولس (Non-Cognizable Offence):

جرم قابل دست اندازی سے مراد ایسا جرم ہے جس میں ملزم کو بغیر وارنٹ کے گرفتار کیا جا سکتا ہے لیکن نا قابل دست اندازی پولس عام طور پر ایسے جرائم ہوتے ہیں جو معمولی نوعیت کے ہوتے ہیں اور وہ قابل دست اندازی پولس نہیں ہوتے۔

بارالزام چارج (Charge):

چارج محض کسی شخص کے خلاف فوجداری الزام لگانا ہی نہیں بلکہ ضابطہ فوجداری کے تحت جن جرائم کی سماعت Warrant Case کے طور پر ہوتی ہے ان میں بعد تحقیقات اگر ملزم پر جرم بادی النظر میں قائم ہوتا ہو تو مجسٹریٹ ان الزامات کو جو کسی جرم کے تعلق سے اس ملزم پر عائد ہوتے ہوں، ملزم کے سامنے لکھ کر سنائے گا تاکہ ملزم کو یہ معلوم ہو سکے کہ اس پر کیا الزامات لگائے گئے ہیں اور کس الزام کی اس کو جواب دہی کرنا ہے۔ اس کارروائی کو (Framing of the charge) کہا جاتا ہے۔ جس طرح دیوانی عدالتوں میں تنقیحات مرتب (Issues) کی جاتی ہیں اسی طرح فوجداری معاملے میں چارج فریم کیا جاتا ہے۔

درخواست ناداری/مفلسی:

کوئی بھی نادار یا مفلس شخص (Indigent person) جسے مجموعہ ضابطہ دیوانی کے تحت پہلے Pauper کہا جاتا تھا اپنا دیوانی مقدمہ بصورت درخواست ناداری عدالت میں پیش کر سکتا ہے۔ عدالت ضروری تحقیقات کے بعد اسے اپنا دعویٰ بصیغہ مفلسی دائر کرنے کی اجازت دے سکتی ہے اور اس صورت میں اس کی درخواست ناداری بطور مقدمہ (Suit) درج کر لی جائے گی۔ کسی مفلس کا معاملہ مفلسی اور اس کا مقدمہ دو علاحدہ چیزیں ہیں۔ اس لیے جج کو درخواست مفلسی کی سماعت کے وقت مقدمہ کے Merits پر غور نہیں کرنا چاہیے۔

ماقبل ضمانت یا پیشگی ضمانت (Anticipitary Bail):

عام طور پر ضمانت کسی قابل ضمانت جرم میں ماخوذ ہونے کی صورت میں دی جاتی ہے بشرطیکہ ضامن اس امر کی ضمانت دے کہ وہ ملزم کو تاریخ مقررہ پر عدالت میں برابر حاضر کرتا رہے گا اور اگر ملزم حاضر عدالت نہ ہوا تو رقم ضمانت بطور تاوان سرکار کو ادا کرے گا لیکن ماقبل ضمانت اس صورت میں دی جاتی ہے جب کسی شخص کو کسی جرم میں ماخوذ ہونے کا امکان ہو اور وہ یہ سمجھتا ہو کہ اسے گرفتار کیا جا سکتا ہے۔

مچلکہ(Personal Bond):

کبھی کبھی عدالت نیک چلنی کی ضمانت کے طور پر ایک بونڈ بھر والیتی ہے جسے مچلکہ کہتے ہیں۔

جرم قابل وجرم نا قابل ضمانت(Bailable Offence and Non-Bailable Offence)

ہندوستان کے تعزیری قوانین میں جرائم کی دو اقسام بیان کی گئی ہیں۔ایک وہ جرائم جو قابل ضمانت ہیں اور دوسرے وہ جرائم جو نا قابل ضمانت ہیں۔جو جرائم معمولی نوعیت کے ہوتے ہیں وہ قابل ضمانت ہوتے ہیں لیکن سنگین نوعیت کے جرائم نا قابل ضمانت جرائم کے زمرے میں آتے ہیں۔

قیدی کی رہائی (واپس آنے کے وعدے پر)(Parole):

عام طور پر مجرم قیدیوں کوان کی قید کی مدت کے بعد یاان کے اچھے چال چلن کی بنیاد پر ان کی سزائیں کمی کر کے کچھ مدت پہلے جیل سے رہا کر دیا جاتا ہے۔ایسے قیدیوں کے معاملے میں جن کی رہائی کسی مجبوری کے تحت وقتی طور پر کرنی پڑے تو ایسی رہائی کو پیرول پر بھیجنا کہتے ہیں۔ایسی رہائی کے لیے یہ شرط ہوتی ہے کہ وہ شخص جسے رہا کیا جارہا ہے اس بات کا وعدہ کرے کہ وہ مقررہ وقت یا مدت کے بعد جیل میں واپس آجائے گا۔ایسا عام طور پر قیدیوں کو کسی امتحان میں شریک ہونے، کسی کے انتقال پر تعزیت کرنے یا آخری رسوم میں شامل ہونے، کسی بیمار کی عیادت کرنے یا کسی بیماری کا علاج کرانے یا کسی تقریب میں شریک ہونے کے لیے کیا جاتا ہے۔

باب -2

تاریخی پس منظر

عدلیہ کا تصور اور اس کی تاریخ اتنی ہی پرانی ہے جتنی کہ اس دنیا کی۔ جیسے جیسے معاشرہ، جسے آج ہم سول سوسائٹی کہتے ہیں، وجود میں آتا رہا ویسے ویسے قانونی وعدلیاتی نظام بھی کسی نہ کسی شکل میں ظہور پذیر ہوتا رہا۔ ہندوستان کا قانونی وعدلیاتی نظام دنیا کے قدیم ترین نظاموں میں سے ایک ہے۔ یہ اپنی ہزار ہا سال کی تاریخ میں دنیا کے لیے ایک مثالی نظام بنا رہا۔ یہ تاریخ کے مختلف ادوار میں بدلتا رہا مگر اس پر کبھی قدغن نہیں لگا اور یہ ہمیشہ رواں دواں رہا۔ اس نے دیگر ممالک کے نظاموں سے بھی بہت کچھ لیا اور اسے اپنے نظام کا حصہ بنایا۔ اگر چہ ہماری توجہ اس وقت موجودہ نظام کی طرف مرکوز ہے مگر موجودہ نظام کو سمجھنے کے لیے کم از کم مختصر طور پر یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ آخر ہمارے اس قانونی وعدلیاتی نظام کا ارتقا مختلف ادوار میں کس طرح ہوا اور اس میں وقت کے ساتھ ساتھ کیا کیا اہم تبدیلیاں آتی رہیں۔

■ قدیم ہندوستان میں نظام عدل

قدیم ہندوستان میں دراوڑوں کا اپنا ایک عدالتی نظام تھا۔ آریاؤں نے اسے کچھ تبدیلیوں

کے ساتھ اپنایا۔ نظام عدل گستری کا مطلب تھا ''دھرم'' کے وسیع تصور کو قانونی شکل دینا۔ دھرم سنکرت زبان کا لفظ ہے۔ جان ٹی پلیٹس کی اردو کلاسیکل ہندی اور انگریزی ڈکشنری کے مطابق دھرم نام ہے قانون کا، قواعد وضوابط کا، دستور کا، معمول کا، چلن کا، رواج کا، ذات پات کی روایات کو قائم رکھنے کا، مذہبی رسومات ادا کرنے کا، زندگی کے ہر شعبے میں ایک ضابطہ اخلاق اپنانے کا، اپنے فرائض ایمانداری سے انجام دینے کا اور اپنی ذمہ داریوں وموجبات کے تئیں مخلص اور باعمل ہونے کا۔ دھرم کا تصور ایک ایسا تصور ہے جس کے بارے میں ہندو دانشوروں ودیگر لوگوں نے، جن میں قانون کے ماہرین، مذہبی امور پر دسترس رکھنے والے اہل علم حضرات و مؤرخین شامل ہیں، اپنی اپنی رائے کا اظہار کیا ہے مگر یہاں یہ موضوع موضوع بحث نہیں ہے۔ ہمارا مقصد یہاں صرف یہ بتانا ہے کہ قدیم دور میں شعبۂ قانون میں اس تصور کی ایک اپنی اہمیت تھی۔ Hindu Jurispudence یعنی ہندو اصول قانون یا دیوہار دھرم شاستر کا دھرم کی اصطلاح سے گہرا اور اٹوٹ رشتہ ہے جو وید، پران وسمرتی وغیرہ میں پیش کیا گیا ہے۔ ویدوں کو مقدس کتابیں تصور کیا جاتا تھا۔ مختلف سمرتیوں کی اپنی اپنی اہمیت تھی لیکن شعبۂ قانون وانصاف رسانی کے میدان میں منوسمرتی کی حیثیت کلیدی رہی۔ قدیمی دور میں تمام معاملات میں، خواہ وہ دیوانی کے ہوں یا فوجداری کے، تمام فیصلے منوسمرتی کے مطابق ہی کیے جاتے تھے۔ مقامی عدالتوں، اپیلی عدالتوں کا تصور بھی اس دور میں موجود تھا حالانکہ اس کی شکل موجودہ دور سے مختلف تھی۔ اگر کوئی شخص مقامی عدالت کے فیصلے سے مطمئن نہیں ہوتا تھا تو وہ ملک کی اعلیٰ عدالت میں اپیل کر سکتا تھا اور اس فیصلے کے خلاف اپیل سننے کا اختیار راجہ کو ہوا کرتا تھا۔ راجہ کی عدالت میں راجہ خود ہوتا تھا اور اس کے ساتھ کچھ دیگر جج ہوتے تھے اور ساتھ ہی اس کے مذہبی مشیر بھی ہوتے تھے لیکن یہ سب لوگ راجہ کو صرف صلاح یا مشورہ دے سکتے تھے مگر حتمی فیصلہ راجہ کے اپنے ہاتھ میں ہی ہوتا تھا۔ عدالت میں آنے سے قبل ثالثی کا بھی اپنا ایک نظام تھا۔ ان ثالثوں کو تین زمروں میں بانٹا گیا تھا۔ پہلے زمرے میں اعزہ آتے تھے، دوسرے میں متعلقہ پیشے، تجارت وکاروبار سے تعلق رکھنے والے لوگ اور تیسرے زمرے میں معززین شہر۔ ان میں سے پہلے زمرے کے فیصلے

کی اپیل دوسرے زمرے کے روبرو، دوسرے کی تیسرے کے روبرو اور تیسرے کی مقامی عدالت کے روبرو کی جاسکتی تھی۔ پانچ پنچوں کا فیصلہ اس دور کی ایک عام بات تھی۔ گاؤں کے مکھیا کو گاؤں کے لوگوں کے لیے موجودہ قانونی زبان میں ایک جج، منصف یا مجسٹریٹ کی حیثیت حاصل ہوتی تھی۔

■ مسلم دور حکومت میں نظام عدل

سلاطین دہلی نے اس دور کے عدلیاتی نظام میں تبدیلیاں کیں اور انصاف رسانی کے لیے قاضیوں کا تقرر کیا۔ مغلوں نے ہندو پنچایتی نظام کی جگہ ایک ایسا عدلیاتی نظام قائم کیا جو اسلامی، پرشین اور مقامی ہندو نظام کی ملی جلی شکل تھی۔ مقامی سطح پر ہندوؤں کے مذہبی امور سے متعلق معاملات کا فیصلہ پنچایتیں کرتی تھیں۔ باقی معاملات کا فیصلہ صوبائی اور مقامی سطح پر قاضی کیا کرتے تھے۔ فوجداری معاملوں میں مذہبی بنیاد پر کوئی فرق نہیں کیا جاتا تھا لیکن ہندوؤں کے سول اور مذہبی معاملات کا فیصلہ ان کے رسم ورواج اور ذات پات کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے برہمنوں سے مشورے کے بعد کیا جاتا تھا۔ پنچایت کا جو فیصلہ ہوتا تھا اس کی اپیل قاضی کی عدالت میں کی جاتی تھی۔ مغلوں کے دور میں سب سے اعلیٰ عدالتی افسر قاضی القضا ہوتا تھا یعنی آج کی عدالتی زبان میں چیف جسٹس۔ اس کے فیصلے کے خلاف اپیل کا اختیار سماعت صرف بادشاہ کو ہی ہوتا تھا۔ اکبر نے اپنے دور حکومت میں ملک کی عدلیاتی نظام میں کافی تبدیلیاں کیں جن میں سے کچھ اہم تبدیلیاں درج ذیل تھیں:

-1 اس نے سب کے لیے ایک شہریت اور ایک عدلیاتی نظام قائم کیا۔
-2 اس نے ہندو یاتریوں پر لگائے جانے والا ٹیکس اور جزیہ بھی ختم کر دیا۔
-3 اس نے ہندوؤں اور عیسائیوں کو بالترتیب مندر وگرجا بنانے کی اجازت دی اور ستی کی رسم کو قانونی طور پر ختم کرنے اور اس قسم کے واقعات پر کڑی نظر رکھنے کے لیے حتی الامکان کوشش کی۔

■ انگریزی دور حکومت میں عدلیاتی نظام

اس دور میں عدلیاتی نظام کا آغاز کنگ جارج کے 1726 میں جاری کردہ اس چارٹر کے

ساتھ ہوا جس میں پریسیڈنسی ٹاؤنس یعنی بمبئی، کلکتہ اور مدراس کے عدلیاتی نظام میں یکسانیت لانے کی بات کہی گئی تھی۔ ہندوستان کے موجودہ عدلیاتی نظام میں آخری عدالت کے فیصلے کے خلاف انگلستان میں پریوی کونسل کے روبرو اپیل کا تصور بھی اسی چارٹر کی دین تھا۔ پریوی کونسل میں اپیل داخل کرنے کا سلسلہ بھی اسی سال یعنی 1726 میں شروع ہوا۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کے نظام کو بہتر بنانے کے لیے 1773 میں ایسٹ انڈیا کمپنی ریگولیٹنگ ایکٹ، 1773 نافذ کیا گیا۔ اس قانون کی رو سے ایسٹ انڈیا کمپنی کا کنٹرول حکومت برطانیہ کے تحت آ گیا اور کولکاتا میں فورٹ ولیم میں موجودہ عدلیاتی نظام کو ختم کر کے وہاں سپریم کورٹ قائم کرنے کا فیصلہ کیا گیا اور یہ کورٹ 26 مارچ 1774 کو قائم کی گئی۔ یہ باقاعدہ ایک نظیری عدالت تھی اور اُسے رعایا کی تمام شکایات کو سننے اور ان میں فیصلے دینے کا پورا پورا اختیار تھا اور اس کے ساتھ ساتھ بنگال، بہار اور اڑیسہ میں دیے گئے فیصلوں کے خلاف اختیار سماعت حاصل تھا۔ اس کے بعد مدراس اور بمبئی میں بھی اسی طرز پر دو اور سپریم کورٹ قائم کی گئیں۔ ان کا قیام کنگ جارج سوم کے چارٹرس مؤرخہ 26 دسمبر 1800 اور 8 دسمبر 1823 کے ذریعے وجود میں آیا۔ اس طرح پہلے مدراس میں سپریم کورٹ بنائی گئی اور اس کے بعد بمبئی میں۔

پریوی کونسل نے ہندوستان میں قانون کی بالادستی کے تصور کو استحکام دینے کے معاملے میں انتہائی اہم کردار ادا کیا۔ پریوی کونسل کی عدلیاتی کمیٹی کو ایک باقاعدہ مستقل قانونی کمیٹی کی شکل دے دی گئی جو قانون کے ماہرین پر مشتمل تھی اور جسے برٹش پارلیمنٹ کے ذریعے منظور کیے گئے 1833 کے ایکٹ کی رو سے برٹش کالونیوں میں وہاں کی عدالتوں کے ذریعے کیے گئے فیصلوں کے خلاف اپیلیں سننے کا اختیار دیا گیا۔

The Indian Council Act,1861۔ اس ایکٹ کے ذریعے ہندوستان کے عوام کے جذبات کا احترام کرتے ہوئے اور ان کے مطالبات میں کچھ مطالبات پر ہمدردانہ غور کرتے ہوئے گورنر جنرل کی ایگزیکیٹو کونسل میں غیر سرکاری ارکان کو بھی شامل کرنے کی اجازت دے دی گئی تھی اور اس طرح ہندوستان کے لوگوں کو پہلی مرتبہ وضع قانون سے متعلق امور میں شرکت

کرنے کا موقع ملا لیکن بعد میں ہندوستان کے لوگوں کو اس بات کا احساس ہوا کہ یہ محض ایک دکھاوا تھا اور غیر سرکاری ارکان پر اس قدر پابندیاں عائد کی گئی تھیں کہ وہ کوئی اہم کردار ادا نہیں کر سکتے تھے اور ان کے پر پوری طرح کٹے ہوئے تھے۔

The Indian High Court Act,1861-اس ایکٹ کے ذریعے مدراس، کلکتہ اور بمبئی کی سپریم کورٹ اور اس وقت پریسیڈنسی ٹاؤنس میں صدر عدالتوں کو ختم کر کے وہاں ہائی کورٹیں قائم کی گئیں اور انھیں سول، کریمنل و دیگر معاملوں میں اختیار سماعت عطا کیا گیا۔ اس کے ساتھ ساتھ انھیں ابتدائی و اپیلی اختیار سماعت دے کر ایک مضبوط عدالتی نظام کی بنیاد ڈالی۔

The Indian Council Act,1892-ہندوستان کے لیے مقرر کیے گئے سکریٹری آف اسٹیٹ نے خود اس ایکٹ کی وضاحت کرتے ہوئے یہ کہا تھا کہ اس کا مقصد حکومت ہندوستان کے کام کاج کو وسیع سے وسیع تر بنانا ہے اور ساتھ ہی غیر سرکاری عوام کو سرکار کے کام میں زیادہ سے زیادہ شرکت کرنے کا موقع فراہم کرنا ہے۔ 1892 کے اس ایکٹ کی اغراض کو دھیان میں رکھتے ہوئے مرکزی اور صوبائی کونسلوں میں ارکان کی تعداد میں اضافہ کیا گیا اور کونسلوں کو اس بات کا اختیار دیا گیا کہ وہ کچھ شرائط کے تابع سالانہ بجٹ وغیرہ پر بحث کر سکتی ہیں اور متنازعہ امور کی بابت حکومت سے رجوع کر سکتی ہیں۔

Morley-Minto reforms and the Indian Council Act,1909-ان اصلاحات کو 1909 کے ایکٹ کے ذریعے روبہ عمل لایا گیا اور ان اصلاحات کی بابت یہ کہا گیا کہ یہ اصلاحات عوام میں کافی مقبول ہو چکی ہیں۔ اس ایکٹ کے ذریعے مرکزی قانون ساز کونسل اور صوبائی کونسلوں کے ارکان کی تعداد میں بڑے پیمانے پر اضافہ کیا تھا۔ علاوہ ازیں قانون ساز کونسلوں کو بہت سے معاملات میں اس حد تک خود مختاری عطا کی گئی تھی کہ وہ امور متعلقہ کی بابت آزادانہ فیصلہ کر سکتی ہیں۔ اس کے علاوہ وہ مصرحہ ایسے امور کی بابت نہ صرف بحث کر سکتے تھے بلکہ موزوں تجاویز پر بھی غور کر سکتے تھے اور مناسب فیصلہ لے سکتے تھے۔

Montagu-Chemlsford report and the Government of 1919,India Act -انڈین نیشنل کانگریس کے مطالبات کے پیش نظر برٹش حکومت نے اس بات پر غور کرنا شروع کر دیا تھا کہ ہندوستان کے نظم ونسق اور انتظام وانصرام کے معاملے میں ہندوستان کے لوگوں کو زیادہ سے زیادہ حصہ داری دی جانی چاہیے اور وہاں کے بلدیاتی اداروں کو مضبوط سے مضبوط تر بنایا جانا چاہیے تا کہ وہاں کے عوام یہ محسوس کر سکیں کہ ان کو بتدریج ہی سہی لیکن آخرکار مکمل اختیارات کبھی نہ کبھی ضرور حاصل ہوں گے۔ اس ایکٹ کی خاص باتوں میں سب سے اہم بات صوبوں میں ایک دوہری حکومت قائم کرنا تھا یعنی گورنر کچھ امور کی بابت فیصلے وزرا کی مدد سے کریں گے اور اس کی جواب دہی لیجسلیٹو کونسل کو ہوگی جبکہ دیگر امور کی بابت گورنر اور ان کی ایگزیکیٹو کونسل ہی فیصلے کرے گی۔ دوسری اہم بات یہ تھی کہ انتظامی معاملات کو دو حصوں میں بانٹ دیا گیا تھا یعنی مرکزی اور صوبائی۔ تیسری بات یہ کہ مرکزی Legislature کو بہتر نمائندگی کا موقع دیا گیا تھا اور اسے دو ایوانی شکل دی گئی تھی۔ اس میں ایک ایوانِ بالا تھا جس میں 60 میں سے 34 ممبروں کا انتخاب کیا جاتا تھا اور ایک ایوانِ زیریں تھا جس میں 144 ارکان میں 104 کا انتخاب کیا جاتا تھا۔

The Government of India Act,1935 -سائمن کمیشن کی رپورٹ کے بعد بار بار کیے جانے والے مطالبات کے مدنظر The Government of India Act,1935 منظور کیا گیا۔ اس ایکٹ کی رو سے صوبوں اور ہندوستانی ریاستوں کی ایک فیڈریشن بنائی گئی تھی البتہ ریاستوں کو اس بات کی آزادی تھی کہ وہ اس وفاق میں شامل ہوں یا نہ ہوں۔ اس کے علاوہ 6 صوبائی قانون ساز Legislatures کو دو ایوانی Legislatures میں تبدیل کر دیا گیا۔ اس کے ساتھ ساتھ کچھ توضیعات کے تابع قانون وضع کرنے سے متعلق اختیارات کی مرکز اور صوبوں کے مابین اس طرح تقسیم کر دی گئی تھی کہ ان دونوں کے الگ الگ اور بالکل واضح اختیارات ہوں اور ایک دوسرے کے دائرۂ اختیار میں کبھی بھی مداخلت نہ کریں۔ علاوہ ازیں ایک فیڈرل کورٹ بھی قائم کی گئی جسے ابتدائی، اپیلی اور مشاورتی اختیار سماعت عطا کیا گیا تھا۔

فیڈرل کورٹ پہلی آئینی عدالت تھی اور یہ وہ واحد عدالت تھی جس کا علاقائی اختیار سماعت

پورے ہندوستان تک پھیلا ہوا تھا اور اسے مختلف صوبوں یا فیڈرل ریاستوں کے مابین جو تنازعات پیدا ہوتے تھے ان کی بابت بھی ابتدائی اختیار سماعت حاصل تھا۔ ہائی کورٹ کے دیے گئے فیصلوں، ڈگریاں یا حتمی احکام کے خلاف فیڈرل کورٹ میں اپیل کی جا سکتی تھی۔ اس طرح ہندوستان کی فیڈرل کورٹ بلاشبہ ایک ایسی عدالت تھی جسے ابتدائی اپیلی اور مشاورتی اختیار حاصل تھا۔ جس طرح آج ہماری تمام عدالتیں سپریم کورٹ کے دیے گئے فیصلوں کی پابند ہیں اسی طرح اس دور میں فیڈرل کورٹ اور پریوی کونسل کے ذریعے دیے گئے فیصلے ملک کی تمام عدالتوں کے لیے قابل پابندی تھے۔

1946,The Cabinet Mission ۔ کیبنٹ مشن 4 مارچ 1946 کو ہندوستان آیا تھا۔ اس مشن نے سفارشات کی شکل میں مندرجہ ذیل تجاویز پیش کی تھیں۔ اول یہ کہ بھارت کی ایک یونین ہوگی جس میں برٹش انڈیا اور ہندوستانی ریاستیں شامل ہوں گی۔ کچھ محفوظ موضوعات اور امور کو چھوڑ کر تمام امور کی بابت ریاستوں کو مکمل حقوق حاصل ہوں گے اور کراؤن کی ناقابل تسخیر اہمیت ختم ہو جائے گی۔ دوئم یہ کہ نیا آئین وضع کرنے کے لیے قانون ساز اسمبلی کے انتخاب کی بابت بھی سفارش کی گئی تھی۔ تیسرے یہ کہ ایک ایسی عبوری حکومت کی سفارش کی گئی تھی جسے تمام سیاسی جماعتوں کی حمایت حاصل ہو۔ اس کے علاوہ اور بھی تجاویز پیش کی گئی تھیں جنھیں یہاں تفصیل سے پیش کرنا ممکن نہیں ہے البتہ یہ بات قابل ذکر ہے کہ کیبنٹ مشن کی تجاویز کو منظور کر لیا گیا تھا اور آئین ساز اسمبلی کے لیے جولائی 1946 میں الیکشن کرایا گیا تھا۔

1947,The Indian Independence Act ۔ جہاں تک ہندوستان کی آزادی کا سوال ہے اس ایکٹ کی اپنی خصوصی اہمیت ہے چونکہ اس کے ذریعے بالترتیب 14 اگست اور 15 اگست 1947 کو دو آزاد مملکتیں وجود میں آئیں اور برٹش پارلیمنٹ کی خودمختاری اور جواب دہی کا خاتمہ ہو گیا۔ اس کے ساتھ ساتھ کراؤن کا کوئی اختیار باقی نہیں رہا اور وہ تمام بااختیار گورنر جنرل اور صوبائی گورنر جو اپنی شان و شوکت اور پھوں پھاں کے لیے جانے جاتے تھے اور جن تک ہندوستان کی عوام کی رسائی نہایت مشکل بلکہ چند پسندیدہ شخصیتوں کو چھوڑ کر تقریباً

ناممکن تھی محض ریاستوں کے آئینی ہیڈ بن کر رہ گئے اور قانون ساز اسمبلی کو اپنی پسند کا آئین منظور کرنے کی اجازت دے دی گئی۔

باب-3

دستور ہند

کسی بھی ملک کے قانونی نظام کو چلانے کے لیے سب سے پہلے دستور جسے آئین یا قانون اساسی بھی کہا جاتا ہے وضع کرنا ضروری ہوتا ہے اور انگلینڈ و اسرائیل کو چھوڑ کر دنیا کے تمام ممالک کا اپنا اپنا دستور ہے خواہ اس کی شکل کچھ بھی ہو۔ ملک کے دیگر قوانین اسی دستور کی روشنی میں وضع کیے جاتے ہیں اور کوئی بھی قانون جو اس دستور کے متناقض ہو اسے عام طور پر عدالتیں کچھ قانونی تحفظات کے تابع کالعدم قرار دے دیتی ہیں۔ آیئے اب ہم اس بات پر غور کریں کہ ہمارا موجودہ آئین کب اور کیسے بنا اور اس کا تاریخی پس منظر کیا ہے۔

■ تاریخی پس منظر

کیبنٹ مشن پلان میں دی گئی تجویز کو روبہ عمل لانے کے لیے نومبر، 1946 میں قانون ساز اسمبلی وجود میں آئی۔ اس کے ارکان کو بالواسطہ انتخاب کے ذریعے منتخب کیا گیا۔ برٹش انڈیا کی 299 نشستوں میں سے 211 نشستوں پر کانگریس اور 73 نشستوں پر مسلم لیگ جیتی۔ اس طرح اسمبلی نے ایک خودمختار ادارے کی شکل اختیار کر لی جو اپنی مرضی کے مطابق اپنا پسندیدہ آئین وضع اختیار کر سکتی تھی۔ اس کے اہم ارکان میں شامل تھے پنڈت جواہر لال نہرو، ڈاکٹر امبیڈکر، مولانا

ابوالکلام آزاد، ڈاکٹر راجندر پرشاد، گووند ولبھ پنت، سردار پٹیل، خان عبدالغفار خاں، گوپال سوامی آینگر، ٹی ٹی کرشنماچاری، الا دی کرشنا ایر، ایچ این کنزرو، کے وی شاہ، مسانی، اچاریہ کرپلانی اور ڈاکٹر رادھا کرشنن۔ اسمبلی کا پہلا اجلاس 9 دسمبر، 1946 کو ہوا تھا۔ 11 دسمبر 1946 کو ڈاکٹر راجندر پرشاد اس کے چیئرمین منتخب ہوئے۔ اسمبلی نے ایک تجویز منظور کی جسے Objectives Resolution کا نام دیا گیا، یہی تجویز بھارت کے آئین کی تمہید کی بنیاد بنی۔ یہ تجویز پنڈت جواہر لال نہرو کی تحریک پر 13 دسمبر، 1946 کو پیش کی گئی اور اسے اتفاق رائے سے 22 جنوری، 1947 کو منظور کرلیا گیا۔ اس تجویز میں تقریباً ان تمام آزادیوں کا ذکر ہے جن کی آئین کے جز 3 میں ضمانت دی گئی ہے۔ آئین کو وضع کرنے کے لیے بہت سی کمیٹیاں قائم کی گئی تھیں اور ان کمیٹیوں کی رپورٹ کی بنیاد پر ڈاکٹر امبیڈکر کی چیئرمین شپ میں 19 اگست، 1947 کو ایک ڈرافٹنگ کمیٹی وجود میں آئی۔ فروری 1948 میں اس قانون کا مسودہ (ڈرافٹ) شائع کیا گیا۔ 26 نومبر، 1949 کو آئین کو منظوری دے دی گئی اور اس کا مکمل اطلاق 26 جنوری، 1950 کو ہوا۔ یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ آئین کی دفعات 5، 6، 7، 8، 9، 60، 324، 366، 367، 379، 380، 388، 391، 392 اور 393 26 نومبر، 1949 کو ہی نافذ العمل ہوگئی تھیں جبکہ آئین کی باقی دفعات کا اطلاق 26 جنوری، 1950 کو ہوا۔ 1950 سے اب تک اس آئین میں 96 ترامیم ہو چکی ہیں۔

ہمارا موجودہ عدلیاتی نظام بھارت کے آئین کی دین ہے اور یہ اس کی حدود میں بحسن وخوبی رواں دواں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آئین کو ہمارے تمام اداروں کے مقابلے میں خواہ وہ پارلیمنٹ ہو، سپریم کورٹ ہو یا انتظامیہ ہمیشہ برتری حاصل رہی ہے۔ ہماری سپریم کورٹ نے منروا ملز والے معاملے میں (اے آئی آر 1980 ایس سی 1789) واضح طور پر یہ بات کہی تھی کہ یہ مانا کہ پارلیمنٹ کو قانون بنانے کی مکمل آزادی ہے لیکن جب برتری کی بات آئے گی تو آئین کو ہی سب سے برتر سمجھا جائے گا چونکہ ہماری جمہوریت کے تینوں ستونوں یعنی قانون سازیہ، عدلیہ اور عاملہ یا انتظامیہ کو آئین کی حدود میں ہی رہ کر کام کرنا پڑتا ہے۔

آئین کے مطابق ہمارا ملک ایک مقتدر، سماج وادی، سیکولر اور عوامی جمہوریہ ہے جہاں ملک کے تمام شہریوں کو بغیر کسی امتیاز و تفریق کے سماجی، معاشی اور سیاسی انصاف حاصل ہے اور تمام لوگوں کو اپنے خیالات کا اظہار کرنے اور اپنے عقیدے و دین کے مطابق عبادت کرنے کا حق حاصل ہے۔ اس کے علاوہ زندگی کے ہر شعبے میں سب کو برابر کے مواقع حاصل ہیں۔

■ بنیادی حقوق کا تصور اور دستورِ ہند

اٹھارھویں صدی میں سیاسی شعور میں بیداری پیدا ہونے کے ساتھ ساتھ اس دور کے فلسفیوں، دانشوروں اور قانون دانوں کے انداز فکر میں بھی تبدیلی آئی اور انھوں نے اپنی روایتی سوچ سے ہٹ کر مختلف قانونی تصورات کو بھی دنیا کے بدلتے ہوئے سماجی، سیاسی اور معاشی حالات کے مدِ نظر ایک نئی شکل دینے کا بیڑا اٹھایا۔ 1689 میں انگلینڈ میں اور 1789 میں فرانس میں منظور کیے جانے والے اعلامیوں اور 1791 میں ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے آئین میں کی جانے والی ترامیم کے نتیجے میں عوام کے حقوق کی طرف زیادہ توجہ دی جانے لگی اور اس سوچ میں کہ عوام کے حقوق نہ صرف ان کے اپنے ساتھیوں کے حقوق ہیں اور ان کا تحفظ صرف اسی لیے ضروری ہے یہ تبدیلی بھی رونما ہوئی کہ مملکت کا بھی یہ فرض ہے کہ وہ ان حقوق کو تحفظ فراہم کرے۔ اب یہ سمجھا جانے لگا ہے کہ اربابِ حکومت یا سرکاری عملہ عوام کی خدمت کے لیے ہے نہ کہ ان پر مالکانہ حقوق جتانے کے لیے۔ اگر ان کے کارہائے منصبی کی انجام دہی میں کوئی لغزش ہوتی ہے تو وہ عوام کو جوابدہ ہیں۔

اکثر عدالتوں کے روبرو یہ سوال اٹھتا ہے اور کبھی کبھی مختلف سطحوں پر طلبا بھی بنیادی حقوق کا صحیح مفہوم سمجھنے میں دقت محسوس کرتے ہیں۔ اس سوال کا مختصر جواب یہ ہے کہ بنیادی حقوق ایک فرد کے وہ حقوق ہیں جو کسی بھی جمہوری یا مہذب مملکت میں عوام کو حاصل ہوتے ہیں۔ دراصل ان حقوق کی حیثیت آفاقی ہے اور یہ حقوق تمام انسانوں کو، خواہ وہ دنیا کے کسی بھی حصے میں رہتے ہوں، ان کا کوئی بھی رنگ روپ، مذہب، عقیدہ، جنس یا حیثیت ہو اور وہ کوئی بھی زبان بولتے ہوں، حاصل ہیں اور اگر حاصل نہیں ہیں تو حاصل ہونے چاہئیں۔ ان حقوق میں عام طور پر حق

مساوات، جس میں مساوات مرد وزن بھی شامل ہے، حق انجمن سازی، حق نمائندگی وحق دادرسی و مختلف بین الاقوامی حقوق جیسے حقوق وقار وعظمت، حقوق خلوت وغیرہ شامل ہیں۔

کون سا ملک کتنا مہذب اور قانونی اعتبار سے کتنا ترقی یافتہ ہے اس بات کا اندازہ صرف اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ وہاں عوام کو کس حد تک بنیادی حقوق حاصل ہیں اور یہ کہ حقیقتاً ان پر کس حد تک عمل درآمد ہوتا ہے۔ کسی بھی ملک کے آئین یا دستور یا قانون اساسی میں بنیادی حقوق کی وہی حیثیت ہوتی ہے جو جسمانی نظام میں شہ رگ کی۔ انسانی حقوق عطا کرنے کی غرض اور واحد غرض یہی ہوتی ہے کہ عوام کے تمام شہری، سیاسی، سماجی، معاشی، تہذیبی، ثقافتی و مذہبی حقوق کی حفاظت کی جائے۔ اگر کسی بھی ملک کے دستور میں وہاں کے عوام کو ان حقوق کی مکمل ضمانت نہیں دی جاتی تو ہمیشہ یہ خدشہ بنا رہتا ہے اور عوام کو یہ ڈر لگا رہتا ہے کہ ارباب حکومت یا وہ لوگ جن کے ہاتھ میں ملک کی باگ ڈور ہے، کب ان کے حقوق کو پامال کر دیں اور ان کی آزادی خطرے میں پڑ جائے۔ یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ آزادی کا مطلب، اس کا مقصد یا اس کی غرض بے لگام آزادی (Unfettered Liberty) نہیں ہوتی۔ آزادی کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ آپ جو چاہیں کر سکیں۔ ایسی آزادی تو صرف جنگل راج میں ہی حاصل ہو سکتی ہے ورنہ آزادی ہمیشہ مختلف پابندیوں یا تحدیدات کے ساتھ عطا کی جانے والی آزادی ہوتی ہے۔ دساتیر عالم جن میں ایسے ممالک کے دساتیر بھی شامل ہیں جنھوں نے ہمیشہ بنیادی حقوق یا انسانی حقوق کی وکالت یا حمایت کی ہے اور جن کے دساتیر میں یہ بات واضح طور پر کہی گئی ہے کہ بنیادی حقوق ناقابل تنسیخ ہیں یہ حقوق مختلف پابندیوں اور مختلف تحدیدات کے تابع عطا کیے گئے ہیں۔ اگرچہ عدالت کی مختلف نظیروں کے مطابق اب ان میں سے کچھ حقوق کو کسی حد تک حقوق مطلق کا درجہ دیا جا چکا ہے لیکن اسکے باوجود بھی یہ نہیں کہا جا سکتا کہ آزادی کا مقصد لاقانونیت ہے کیونکہ ان حقوق کا استعمال پابندیوں اور ذمہ داریوں کے ساتھ کیا جانا چاہیے۔ اب رہا سوال یہ کہ مناسب پابندیاں کہاں اور کون سی ہیں اس کی وضاحت وقتاً فوقتاً ہماری عدالتیں کرتی رہی ہیں۔ اس کے علاوہ بھارت کے آئین میں بھی یہ بات واضح طور پر کہی گئی ہے کہ ان حقوق کا استعمال اس طرح کیا جانا

چاہیے کہ اس سے امن عامہ اور اخلاق عامہ پر منفی اثر نہ پڑے۔

بنیادی حقوق اس خصوصیت کے حامل ہیں کہ اگر ان میں سے کسی بھی حق کی خلاف ورزی ہوتی ہے یا کسی بھی شخص کے ساتھ ایسی زیادتی ہوتی ہے جو حق تلفی کے زمرے میں آئے تو متضرر شخص یا وہ شخص جس کا حق مارا گیا ہے یا تلف ہوا ہے انصاف رسانی کے لیے عدالت سے رجوع کر سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بنیادی حقوق کو قابل چارہ جوئی حقوق کہا گیا ہے جب کہ بھارت کے آئین میں دیے گئے ہدایتی اصولوں کو یہ درجہ حاصل نہیں ہے۔

جیسا کہ اوپر ذکر کیا جا چکا ہے کوئی ایسا شخص جس کے بنیادی حقوق یا حق کی خلاف ورزی ہوئی ہے عدالت سے رجوع کر سکتا ہے اس سلسلے میں وہ آئین کی دفعہ 32 یا دفعہ 226 کے تحت بالترتیب سپریم کورٹ یا ہائی کورٹ میں رٹ داخل کر سکتا ہے۔

خصوصیات

بھارت کے آئین کو اپنی مخصوص خصوصیات اور تفصیلی توضیعات کی وجہ سے کبھی ناکامی کا منہ نہیں دیکھنا پڑا۔ لغزش اگر ہوئی ہے تو ان لوگوں کی جانب سے جنھیں اس آئین کے اطلاق کا کام سونپا گیا تھا۔ بھارت کے آئین کی کچھ اہم خصوصیات مندرجہ ذیل ہیں۔

یہ وفاقی بھی ہے اور وحدانی بھی:

مملکت وحدانی میں جہاں وحدانی آئین لاگو ہوتا ہے تمام اختیارات مرکزی حکومت کو حاصل ہوتے ہیں جبکہ وفاقی حکومت میں جہاں وفاقی آئین لاگو ہوتا ہے اختیارات کی تقسیم اس طرح کی جاتی ہے کہ کچھ اختیارات مرکز کے پاس ہوتے ہیں اور کچھ اختیارات ریاستوں کے پاس۔ مرکز اور ریاستوں یعنی دونوں کو ہی اپنے اپنے دائرۂ اختیار میں کام کرنے، فیصلہ کرنے اور کسی قسم کے دیگر فرائض کی انجام دہی کے معاملے میں مکمل آزادی حاصل ہوتی ہے۔ جہاں تک بھارت کے آئین کا سوال ہے اس کے بارے میں مختلف لوگوں کی الگ الگ رائے ہے۔ کچھ کا کہنا ہے کہ یہ نیم وفاقی ہے تو کچھ لوگوں کی یہ رائے ہے کہ یہ وفاقی ہے لیکن اس کا ڈھانچہ اس قسم کا رکھا گیا ہے کہ ہنگامی حالات میں یہ وحدانی آئین کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ البتہ وہ لوگ

جو آئین وضع کرنے کے کام سے شیر وشکر کی طرح جڑے ہوئے تھے اُن کی رائے یہی تھی کہ بھارت کا آئین وفاقی ہے۔ ڈاکٹر امبیڈکر کا کہنا تھا کہ بہت سی مختلف نوعیت کی توضیحات کے باوجود مرکز کو ایسے اختیارات دیے گئے ہیں کہ وہ ریاستوں کے اختیارات پر غالب آسکے لیکن پھر بھی یہی کہا جائے گا کہ بھارت کا آئین اپنی نوعیت کے اعتبار سے ایک وفاقی آئین ہے۔

جہاں تک وفاقی قانون کا سوال ہے اُس میں کچھ خصوصیات کا ہونا لازمی ہے۔ اوّل یہ کہ آئین کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہو، عدالتوں کو مکمل اختیارات حاصل ہوں، اختیارات کی تقسیم کی گئی ہو اور دوہری حکومت ہو۔ یہاں اس بات کا ذکر بے محل نہ ہوگا کہ اگرچہ بھارت کے آئین میں یہ چاروں باتیں موجود ہیں لیکن اس کے باوجود کچھ بنیادی معاملات میں یہ جانے مانے وفاقی نظاموں سے کسی حد تک مختلف ہے مثلاً یہ کہ امریکہ اور آسٹریلیا میں وفاق خودمختار اور آزاد ریاستوں کے درمیان رضا کارانہ طور پر وجود میں آیا اور اسی طرح کناڈا کی طرح کسی وحدانی ریاست کو خودمختار بنانے کے لیے اُسے ایک وفاقی یونین میں بدلا جاسکتا ہے۔

گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ، 1935 وضع کیے جانے تک ہندوستان کا آئین وحدانی تھا۔ اس ایکٹ میں برٹش پارلیمنٹ نے کچھ خودمختار یونٹ بنائے اور انھیں ایک وفاق کی شکل دے کر وفاقی نظام قائم کیا۔ جہاں تک بھارت کے آئین کا سوال ہے اسے بھارت کے عوام نے قانون ساز اسمبلی میں اپنے نمائندوں کے ذریعے قبول کیا ہے اور اس کے بارے میں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ خودمختار ریاستوں کے درمیان کیے گئے کسی معاہدے کا نتیجہ ہے۔

☆ اندرونی طور پر لچیلا پن:

بھارت کا آئین اپنی نوعیت کے اعتبار سے لچیلا ہے اور اس میں حسب ضرورت کسی وقت بھی ترمیم کی جاسکتی ہے لیکن اس کی ترمیم بھی اس میں دیے گئے طریقے کے مطابق یعنی دفعہ 368 کے مطابق ہی کی جاسکتی ہے البتہ آئین کے بنیادی ڈھانچے میں کوئی تبدیلی نہیں کی جاسکتی۔ بھارت کے آئین کے لچیلے پن کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ اس میں تاحنوز 95 ترامیم ہوچکی ہیں۔

☆ بنیادی حقوق کا تحفظ اور آئینی چارۂ کار کا حق :

بھارت کے آئین میں بنیادی حقوق کے مکمل تحفظ کی ضمانت دی گئی ہے۔ان حقوق میں حقِ مساوات، حقِ آزادی، استحصال کے خلاف حق، مذہبی آزادی، ثقافتی اور تعلیمی حقوق اور آئینی چارۂ کار کا حق شامل ہے۔ اگر کسی شخص کے بنیادی حق کی خلاف ورزی ہوتی ہے یا اُسے اُس حق سے محروم کیا جاتا ہے تو وہ حسبِ صورت دفعہ 32 کے تحت سپریم کورٹ میں اور دفعہ 226 کے تحت ہائی کورٹ میں رٹ کی عرضی داخل کرسکتا ہے۔

☆ انسانی حقوق کا تحفظ اور قانونی چارۂ کار کا حق :

جہاں تک بھارت کے آئین میں انسانی حقوق کے تحفظ کا سوال ہے اس سلسلے میں یہاں پر یہ بات واضح کرنا ضروری ہے کہ آئین میں کہیں بھی انسانی حقوق جیسے الفاظ کا استعمال نہیں کیا گیا ہے بلکہ انھیں بنیادی حقوق کا نام دیا گیا ہے۔ اسکے علاوہ آئین میں مملکت کی حکمت عملی کے ہدایتی اصولوں کو بھی شامل کیا گیا ہے۔ ان اصولوں میں بھی مختلف انسانی حقوق کے تحفظ کی بات کہی گئی ہے۔ یہاں یہ بات بھی واضح کرنا ضروری ہے کہ ہر انسانی حق بھارت کے آئین کی رو سے بنیادی حق نہیں ہے۔ مثلاً انسانی حقوق کے عالمگیر اعلامیے کے مطابق جائیداد کا حق ایک انسانی حق ہے لیکن بھارت کے آئین میں یہ حق بنیادی حق کے طور پر تسلیم نہیں کیا جاتا۔

بھارت کے آئین کے جز 3 (دفعہ 12 تا 35) میں بنیادی حقوق کی شکل میں انسانی حقوق کے تحفظ کی بابت توضیحات کی گئی ہیں۔ دفعہ 13 میں بنیادی حقوق کے تناقض یا ان کو کم کرنے والے قوانین کو باطل قرار دیا گیا ہے۔ دفعہ 14 میں قانون کی نظر میں مساوات اور قانون کے مساویانہ تحفظ کی بات کہی گئی ہے۔ دفعہ 15 میں مذہب، نسل، ذات، یا جنس یا مقام پیدائش کی بنا پر کسی بھی طرح کے امتیاز کی ممانعت کی گئی۔ دفعہ 16 میں سرکاری ملازمت کے لیے سبھی کو مساوی مواقع فراہم کیے گئے ہیں۔ دفعہ 17 کے ذریعہ چھوت چھات کا خاتمہ کیا گیا ہے۔ دفعہ 18 کے ذریعہ خطابات کا خاتمہ کیا گیا ہے، دفعہ 19 میں تقریر اور اظہار خیال کی آزادی، امن پسندانہ طریقے سے اور غیر مسلح طور پر جمع ہونے، انجمنیں یا یونین قائم کرنے، بھارت میں کہیں پر بھی

آنے جانے اور کہیں پر بھی بود و باش اختیار کرنے، کوئی بھی پیشہ اختیار کرنے یا کاروبار کرنے کی آزادی عطا کی گئی ہے۔ دفعہ 20 میں ایک ہی جرم کے لیے دو بار مقدمہ چلانے یا دو بار سزا دینے کی ممانعت کی گئی ہے۔ دفعہ 21 میں جان اور شخصی آزادی کے تحفظ کو یقینی بنایا گیا ہے اور واضح طور پر یہ کہا گیا ہے کہ کسی شخص کو اس کی جان یا شخصی آزادی سے صرف قانون کے مطابق ہی محروم کیا جاسکتا ہے نہ کہ دیگر طور پر۔ دفعہ 22 میں کسی بھی ایسے شخص کو جسے گرفتار کیا گیا ہو، گرفتار کرنے کی وجوہات بتانا ضروری ہے ورنہ اسے حوالات میں نہیں رکھا جاسکتا یعنی گرفتاری کی وجہ سے جس قدر جلد ہوسکے آگاہ کیا جانا چاہیے اور گرفتار شدہ شخص کو قانونی پیشہ ور سے صلاح لینے اور پیروی کروانے کے حق سے محروم نہیں کیا جاسکتا۔ علاوہ ازیں ہر ایسے شخص کو جسے گرفتار کیا گیا ہو یا حوالات میں رکھا گیا ہو چوبیس گھنٹے کے اندر اندر قریب ترین مجسٹریٹ کے روبرو پیش کیا جانا چاہیے یہاں یہ بات وضاحت طلب ہے کہ چوبیس گھنٹے کی مدت میں سفر کی مدت یعنی مقام گرفتاری سے عدالت تک پہنچنے میں صرف ہونے والا وقت شامل نہیں ہے۔ دفعہ 23 میں انسانوں کی تجارت اور جبری خدمت کی ممانعت کی گئی ہے۔ دفعہ 24 میں بچوں کو کارخانوں وغیرہ میں مامور کرنے کی ممانعت کی گئی ہے۔ دفعہ 25 میں مذہب کی آزادی کا حق یعنی آزادیٔ ضمیر اور مذہب کو قبول کرنے اور اس کی پیروی و تبلیغ کرنے، دیا گیا ہے اور دفعہ 26 میں مذہبی امور کے انتظام کی آزادی کی بات کہی گئی ہے۔ دفعہ 27 کے مطابق کسی شخص کو ایسے ٹیکس ادا کرنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا جن کی آمدنی کسی خاص مذہب یا مذہبی فرقے کی ترقی پر صرف کی جائے۔ دفعہ 30،29 ثقافتی اور تعلیمی حقوق کے تحفظ کو یقینی بناتی ہیں۔ دفعہ 29 میں اقلیتوں کو اپنی زبان، رسم الخط اور ثقافت کو محفوظ رکھنے کا حق دیا گیا ہے۔ ساتھ ہی یہ بات بھی کہی گئی ہے کہ کسی بھی سرکاری ادارے میں یا کسی ایسے ادارے میں، جسے سرکار سے مالی امداد ملتی ہو، داخلہ دینے سے محض مذہب، نسل، ذات، زبان، یا ان میں سے کسی کی بنا پر انکار نہیں کیا جائے گا۔ دفعہ 30 میں اقلیتوں کو اپنے تعلیمی ادارے قائم کرنے اور ان کا انتظام کرنے کا حق عطا کیا گیا ہے۔

اگر متذکرہ بالا حقوق میں سے کسی بھی حق کی خلاف ورزی کی جاتی ہے تو متاثرہ شخص

دفعہ 32 کے تحت سپریم کورٹ سے اور دفعہ 226 کے تحت ہائی کورٹ سے رجوع کر سکتا ہے۔

آئین کے جز 4 میں شامل کیے گئے حکمت عملی کے ہدایتی اصولوں (دفعہ 36 تا دفعہ 51) میں لوگوں کی بہبودی کے لیے ایک بہتر نظام قائم کرنے، مساوات مردوزن جس میں دونوں کو برابر مزدوری کا حق بھی شامل ہے، مزدورں کو قابل گزارہ اجرت دینے، صنعتوں کے انتظام میں کام گروں کے اشتراک، تمام شہریوں کے لیے یکساں سول کوڈ، بچوں کے لیے مفت اور لازمی تعلیم، درج فہرست ذاتوں اور درج فہرست قبیلوں اور دوسرے زیادہ کمزور طبقوں کے تعلیمی و معاشی مفادات کے فروغ، غذائیت کی سطح اور معیارِ زندگی بلند کرنے اور صحت عامہ کو ترقی دینے، زراعت اور افزائش حیوانات، ماحولیاتی تحفظ اور جنگلی جانوروں کی حفاظت، قومی اہمیت کی یادگاروں اور مقامات اور اشیا کی حفاظت، بین الاقوامی امن وسلامتی کے فروغ وغیرہ کی بات کہی گئی ہے۔

اس کے علاوہ آئین کی دفعہ 51 الف جو بنیادی فرائض سے متعلق ہے اس میں بھی بھائی چارے کے فروغ، خواتین کی تعظیم، ملک کی ملی جلی ثقافت اور اس کی برقراری، قدرتی ماحول کو، جس میں جنگلات، جھیلیں، دریا اور جنگلی جانور شامل ہیں محفوظ رکھنے اور جانوروں کے ساتھ محبت وشفقت کا جذبہ رکھنے، انسان دوستی، قومی جائیداد کا تحفظ کرنے اور تشدد سے گریز کرنے کی بات کہی گئی ہے۔

☆ عدالتی نظرِ ثانی اور پارلیمنٹ کی خودمختاری:

بھارت کے آئین میں عدالتی نظرثانی اور پارلیمنٹ کی خودمختاری کا بہترین امتزاج ہے اور یہ اس آئین کی ایک اہم خصوصیت ہے۔ جہاں ایک طرف سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ کو حسب صورت کسی قانون کو غیر آئینی یا کالعدم کرنے کا حق حاصل ہے تو دوسری طرف پارلیمنٹ کو قانون بنانے کے معاملے میں مکمل خودمختاری حاصل ہے اور دونوں ہی سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ وہ ایک دوسرے کے دائرۂ اختیار میں دخل اندازی نہیں کریں گے لیکن اس کے باوجود کبھی کبھی دونوں کے مابین ٹکراؤ کی سی صورت پیدا ہو جاتی ہے جو ہمارے جیسے ملک میں جہاں عدلیہ اور عاملہ ایک دوسرے سے علاحدہ ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ قانون ساز ادارے مکمل طور پر خودمختار ہیں یعنی

جہاں عدلیہ کو مکمل آزادی حاصل ہے وہاں اس قسم کا ٹکراؤ نہیں ہونا چاہیے۔

☆ بالغ رائے دہی:

بھارت کے آئین کے مطابق ہندوستان کے تمام بالغ شہریوں کو یعنی جنکی عمر 18 سال ہو چکی ہے ووٹ ڈالنے کا حق ہے۔ اس کی بنیاد تمام دنیا میں رائج بالغ رائے دہی کے اصول پر ہے۔ ہندوستان کی تقسیم سے قبل ایسا فرقہ وارانہ بنیاد پر کیا جاتا تھا اور یہ اُس دور کی بات ہے جب ریلوے اسٹیشنوں پر بھی ہندو پانی اور مسلم پانی جیسے الفاظ لکھے ہوتے تھے۔

☆ پارلیمانی طریقۂ حکومت:

ہندوستان میں پارلیمانی نظام حکومت قائم ہے حالانکہ کبھی کبھی صدارتی نظام حکومت قائم کرنے کی بات سامنے آتی رہتی ہے۔ موجودہ نظام میں بھارت کے راشٹر پتی کا آئین میں دیے گئے طریقۂ کار کے مطابق انتخاب کیا جاتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ حکومت سازی کے معاملے میں کیبنٹ سسٹم اختیار کیا جاتا ہے۔ کیبنٹ پارلیمنٹ کو جوابدہ ہوتی ہے۔ راشٹر پتی یونین کا عاملانہ سربراہ ہوتا ہے لیکن وہ وزراکونسل کے صلاح ومشورے کے مطابق ہی کام کرتا ہے۔

☆ ہندوستانی ریاستوں کا بھارت میں شمول:

بھارت کے آئین کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ تقسیم ہند کے بعد ہندوستان کی 552 ریاستیں مملکت بھارت میں شامل اور ضم ہوگئیں۔

☆ بین الاقوامی امن وسلامتی کا فروغ:

متذکرہ بالا خصوصیات کے علاوہ بھارت کے آئین کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں واضح طور پر یہ بات کہی گئی ہے کہ بین الاقوامی امن اور سلامتی کو فروغ دینے، قوموں کے مابین منصفانہ اور باعزت تعلقات رکھنے اور بین الاقوامی قانون اور عہد ناموں کے وجوب اور بین الاقوامی تنازعات ثالثی کے ذریعے طے کرنے کی کوشش اور حوصلہ افزائی کی جائے گی۔

☆ دنیا کا سب سے طویل آئین:

بھارت کے آئین کی سب سے آخری تو نہیں بلکہ ایک دیگر خصوصیت یہ ہے کہ یہ دنیا کا سب

سے طویل آئین ہے اس میں 395 دفعات اور 12 جدول ہیں۔

ان تمام بنیادی حقوق کو آئین کے جز تین میں شامل کیا گیا اور انھیں مکمل طور پر آئینی تحفظ حاصل ہے۔ جیسا کہ اوپر ذکر کیا جا چکا ہے کوئی ایسا شخص جس کے بنیادی حقوق یا حق کی خلاف ورزی ہوئی ہے سپریم کورٹ و ہائی کورٹ سے رجوع کر سکتا ہے۔

ہمارے قانونی نظام میں آئین کی سب سے زیادہ اہمیت ہے چونکہ تمام قوانین اسی کے تابع اور کوئی بھی ایسا قانون جس سے آئین کی کسی بھی دفعہ کی خلاف ورزی ہوتی ہو کالعدم اور باطل سمجھا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جن وکلا کو خاص طور سے اپیلی عدالتوں میں آئین اور اس کی تعبیر کے اصولوں پر مکمل دسترس حاصل ہوتی ہے وہی سب سے زیادہ کامیاب رہتے ہیں اور انصاف رسانی کے عمل میں عدلیہ کے لیے بھی معاون ثابت ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ ان کے ذریعہ بحث کے دوران کی گئی آئین ودیگر قوانین کی تعبیر سے ہمارے قانون ساز اداروں کو بھی اس بات کا اشارہ ملتا ہے کہ آئین یا دیگر قوانین میں کہاں کہاں کمی ہے۔ ایسی صورت میں ہمارے وکلا کو چاہیے کہ وہ آئین ودیگر قوانین کی تعبیر کے اصولوں سے پوری طرح واقف ہوں۔ جہاں تک آئین کی تعبیر کا سوال ہے اس کے لیے قوانین کی تعبیر سے متعلق عام اصولوں کا اطلاق ہونے کے ساتھ ساتھ کچھ ایسے اصول بھی ہیں جنھیں آئین کی تعبیر کے سلسلے میں بار بار لاگو کیا جاتا ہے۔ جیسے جزوی طور پر متضاد توضیعات کی تعبیر کا اصول، قانون کے لب لباب اور اس کی اہمیت سے متعلق تعبیر کا اصول۔

قوانین کی تعبیر سے متعلق عام اصول اس طرح ہیں:

☆لفظی معانی کا اصول:

اس اصول کے مطابق قانون کی تعبیر سیدھے سادے طریقے سے یعنی الفاظ کے جو عام معانی نکلتے ہیں اس کے مطابق کی جاتی ہے۔ اگر قانون میں کوئی بات بالکل واضح طور پر کہی گئی ہے اور اس میں کسی طرح کا ابہام نہیں ہے تو اسکی تعبیر بھی اس کے مطابق کی جانی چاہیے۔ سپریم کورٹ اور مختلف ہائی کورٹوں نے بہت سے معاملوں میں اپنی اس رائے کا اظہار کیا ہے کہ یہ ضروری نہیں ہے کہ قانون میں مستعملہ الفاظ کے وہی معانی ہوں جو کسی لغت میں دیے گئے

ہیں۔دراصل کسی قانون کی تعبیر کرتے وقت یہ دیکھنا ہوتا ہے کہ پارلیمنٹ نے قانون میں جن الفاظ کا استعمال کیا تھا اس سے کیا مقصود تھا یعنی وہ الفاظ کس غرض سے استعمال کیے گئے تھے۔لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ لغت میں دیے گئے معانی کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔قانون کی کسی بھی توضیح کی بابت جب بھی کوئی ابہامی صورت حال پیدا ہوتو لغت کا سہارا لیا جاسکتا ہے اور اگر ایسا نہیں کیا جاتا تو اس سے لفظی معانی کے اصول کی خلاف ورزی ہوتی ہے اور یہ اصول بے معنی ہوجاتا ہے۔

☆سنہرا اصول:

کبھی کبھی قانون کی تعبیر کے لیے تعبیر کا کوئی اصول اپنانے سے ایسا مطلب نکل آتا ہے کہ اس سے عبارت کا مفہوم ہی سمجھ میں نہیں آتا اور ایسی صورت حال میں اس اصول جس کی لارڈ میکالےجیسی عظیم شخصیت نے وکالت کی، پر عمل درآمد کرنا تقریباً ناممکن ہوجاتا ہے۔ایسی صورت میں الفاظ کے مختلف معانی اور ان کی مختلف تعبیروں پر غور کیا جاسکتا ہے۔ایسی صورت میں صحیح طریقہ یہ ہوگا کہ الفاظ کی تعبیر کے لیے سیاق عبارت کو دیکھنا چاہیے اور تعبیر متعلقہ قانون کے اغراض ومقاصد کے مطابق کی جانی چاہیے۔ایسی تعبیر منطقی ہونی چاہیے نہ کہ من مانی۔

☆تطبیقی تعبیر کا اصول:

کبھی کبھی ایک ہی قانون میں دو توضیعات میں تضاد ہوتا ہے اور اگر ایک کو لاگو کیا جائے تو دوسری بے معنی یا بے اثر ہوجاتی ہے جب کہ قانون ساز یہ یا قانون ساز اداروں کی غرض یہ ہوتی ہے کہ دونوں ہی توضیعات کا اطلاق ہونا چاہیے اور دونوں توضیعات اپنی اپنی جگہ قائم رہنی چاہئیں۔اگر کسی موضوع سے متعلق کوئی عام قانون موجود ہے اور کوئی دوسرا قانون اول الذکر قانون میں مشتملہ کسی موضوع مختص کی بابت موجود ہوتو عام قانون کی تعبیر اس طرح کی جائے گی کہ قانون مختص کو ان موضوعات کی بابت، جو اس میں شامل کیے گئے ہیں ترجیحی درجہ ملے۔اس اصول کا اطلاق ایسی صورت میں ضرور کیا جانا چاہیے۔جب تقریباً ایک جیسے موضوعات سے متعلق دو متضاد قانون سامنے آئیں اور جب یہ بات عدالت کے روبرو آجائے تو ان میں سے کسی ایک

کے اطلاق کو اس بنیاد پر خارج کرنا غیر منطقی فیصلہ ہوگا کہ ان کے اغراض و مقاصد مختلف ہیں۔
اگر آئین کی متوازی یا ہم درجہ فہرست میں مشمولہ کسی امور سے متعلق مرکزی حکومت اور ریاستی حکومت دونوں ہی قانون بناتی ہیں اور ان دونوں قوانین کی کسی دفعہ میں کوئی تضاد ہے تو ان توضیعات کی اس طرح تعبیر کی جائے گی کہ مرکزی قانون کو سبقت حاصل ہو۔

☆ ہم نوعیت اصطلاحات کی تعبیر کا اصول:

اس اصول کے مطابق ایک جیسی اصطلاحات جب ایک ساتھ آئیں یعنی مخصوص اصطلاحات اور اس کے بعد کسی عام اصطلاح کے ذریعہ اسے عام شکل دے دی جائے۔ مثلاً مرکزی حکومت، ریاستی، مرکزی حکومت کے زیر نگرانی مقامی یا دیگر حکام (جن کا استعمال دفعہ 12 میں کیا گیا ہے) میں دیگر اتھارٹیز ایک عام اصطلاح ہے۔ یہاں دیگر اتھارٹیز کی تعبیر اس سے قبل استعمال کی گئی اصطلاحات کی روشنی میں کی جائے گی۔ کبوتر یا کبوتر باز یا باز یعنی ہر شے اپنی جنس کی طرف رجوع کرتی ہے۔ حالانکہ عام الفاظ یا عام اصطلاحات کی تعبیر عام طور پر ان کا جو سیدھا سادہ مطلب نکلتا ہے اس کے مطابق کی جاتی ہے لیکن بعض اوقات ایسی تعبیر سے صورت حال مکمل طور پر بدل جاتی ہے مثلاً مذکورہ جملے میں اتھارٹیز کی لفظی تعبیر نہیں کی جاسکتی۔ اگر ایسا کیا جاتا ہے تو اس کے اندر تمام اتھارٹیز آجائیں گی حالانکہ یہاں مقصود صرف وہ اتھارٹیز ہیں جو مرکزی حکومت کے زیر نگرانی ہیں کیونکہ ایسے ادارے ہی ''مملکت'' کی تعریف کی حدود میں آئیں گے نہ کہ دیگر ادارے یا پرائیوٹ اتھارٹیز۔

☆ قانون کے لب لباب اور اس کی اہمیت سے متعلق تعبیر کا اصول

اگر اپنے لب لباب اور اہمیت کے اعتبار سے کوئی قانون کسی ایک یا ایک سے زیادہ امور، جو آئین کی کسی فہرست میں مندرج ہیں، کی بابت وضع کیا گیا ہے، لیکن وہ اتفاقاً کسی دوسری فہرست کے دائرے میں مداخلت بیجا، جو معمولی بھی ہوسکتی ہے، کا سبب بنتا ہے تو اس کی بابت یہ فیصلہ دیا جانا چاہیے کہ وہ بالکل صحیح قانون ہے۔ کبھی کبھی پارلیمنٹ کے بنائے ہوئے قوانین اور ریاست کی مجلس قانون ساز کے بنائے ہوئے قوانین میں تناقض ایسی صورت حال میں پیدا ہو جاتا ہے جب

یہ دونوں قانون متوازی فہرست میں متذکرہ امور میں سے کسی امر کی بابت بنایا گیا ہو۔اگر کسی معاملے میں اس قسم کا تناقض سامنے آتا ہے تو دفعہ 246(3) میں ''کے تابع'' الفاظ کے ساتھ پڑھی جانے والی دفعہ 246(1) میں NON-OBSTANTE CLAUSE کے سبب ریاستی قانون خارج از اختیار ہوگا۔

☆ جزوی طور پر متضاد توضیعات کی تعبیر کا اصول:

آئین کی دفعہ 13(1) کے مطابق وہ سب قوانین جو آئین کے نفاذ سے عین قبل بھارت کے علاقے میں نافذ تھے، جہاں تک وہ اس حصے کے متناقض ہوں، ایسے تناقض کی حد تک باطل ہوں گے یعنی وہ قانون جن سے آئین کی توضیعات کی خلاف ورزی ہوتی ہو یا وہ اس کے برعکس ہوں، باطل ہو جائیں گے۔ یہی اس اصول کی روح ہے۔ یہ اصول صرف ان قوانین کو لاگو ہوگا جو آئین کے نفاذ سے قبل بنائے گئے تھے اور جن پر آئین کی دفعہ 13(1) کا اطلاق ہوتا ہے۔

☆ اصول تنسیخ معنوی:

یہ اصول بھی آئینی قانون کی تعبیر کے نقطۂ نظر سے نہایت اہم ہے۔ قانون کی تنسیخ عام طور پر دو طریقے سے عمل میں آتی ہے۔ ایک تو یہ کہ کوئی بعد میں بنایا گیا قانون اس بات کی صراحت کرے کہ ماقبل بنایا گیا قانون منسوخ کیا جاتا ہے۔ اسے واضح تنسیخ کہا جاتا ہے لیکن کبھی کبھی کسی قانون کو صراحتاً منسوخ نہیں کیا جاتا مگر معنوی طور پر اس کی تنسیخ وجود میں آجاتی ہے۔ مثلاً اگر کسی ایک موضوع سے متعلق قانون پہلے سے ہی موجود ہے اور اسی موضوع پر بعد میں ایک اور قانون بنایا جاتا ہے جو پہلے قانون سے مختلف اور متضاد ہو تو کہا جائے گا کہ پہلا قانون اپنی مختلف اور متضاد حد تک معنوی طور پر منسوخ ہو گیا۔ یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ اگر کوئی قانون غیر آئینی ہونے کے سبب باطل ہے تو اسے گزشتہ کسی تاریخ سے دوبارہ بنا کر لاگو نہیں کیا جاسکتا۔ ایسا کرنا غیر قانونی ہوگا۔

☆ مشتبہ الفاظ کی تعبیر ان کے ساتھ مستعملہ دیگر الفاظ کے حوالے سے کیا جانا:

اکثر یہ کہا جاتا ہے کہ یہ جاننے کے لیے کہ کوئی شخص کس قسم کا ہے یہ دیکھا جاتا ہے کہ اس کی صحبت کیسی ہے یعنی وہ کس قسم کے لوگوں کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا ہے۔ اسی طرح جب الفاظ کی تعبیر

کی بات آتی ہے اور ان کی تعبیر کے بارے میں کسی قسم کا شبہ ہوتا ہے تو ان الفاظ کی صحیح تعبیر کے لیے ان کے ساتھ استعمال کیے گئے دیگر الفاظ پر بھی نظر ڈالی جانی چاہیے تا کہ یہ معلوم ہو سکے کہ ان الفاظ کا استعمال کس صورتِ حال میں کیا گیا ہے۔ لیکن یہاں یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ اگر کوئی لفظ بالکل صاف معانی دیتا ہے یعنی اس کا مطلب صاف ظاہر ہے تو اِس اصول کو لاگو کرنے کا کوئی جواز نہیں۔

....

باب-4

نظام حکومت

کسی بھی ملک میں خواہ وہ جمہوری ہو یا غیر جمہوری حکومت کو چلانے کا ایک باقاعدہ نظام ہوتا ہے جس میں اس ضمن میں قائم کیے گئے مختلف ادارے مختلف کردار ادا کرتے ہیں۔ ہندوستان بھی ایک جمہوری ملک ہے اور اس کا بھی ایک نظام حکومت ہے۔ یہ نظام حکومت آئین اور اس کے تحت بنائے گئے قوانین کے مطابق چلتا ہے۔ آیئے اب ان کچھ اداروں کی بات کریں جن پر یہ نظام مشتمل ہے۔

■ عام انتخابات

ہندوستان ایک جمہوری ملک ہے اور یہاں عوامی نمائندوں کا انتخاب آئین و دیگر قوانین کے تحت کرائے جانے والے عام انتخابات کے ذریعے کیا جاتا ہے اور ان انتخابات میں تمام بالغ رائے دہندگان کو ووٹ دینے کا حق حاصل ہوتا ہے۔ دنیا کے جتنے بھی جمہوری نظام ہیں ان میں صاف وشفاف انتخابات ہونے کے معاملے میں ہندوستان کو کلیدی حیثیت حاصل ہے اور کسی بھی ملک میں انتخابات میں حصہ لینے والوں کی تعداد اتنی نہیں ہوتی جتنی کہ ہمارے ملک میں ہوتی ہے۔ یہ تعداد 668 ملین سے بھی زیادہ ہے اور ووٹ ڈالنے کے لیے پولنگ اسٹیشنوں کی تعداد 8 لاکھ

سے بھی زیادہ ہوتی ہے۔ یہ پولنگ بوتھ بشمول ہمالیہ کی برف پوش پہاڑیوں، راجستھان کے ریگستانوں اور بحر ہند کے جزیروں کے ساتھ ساتھ پورے ملک کے تمام حصوں میں قائم کیے جاتے ہیں۔ یہاں ہر 5 سال بعد یا ضرورت پڑنے پر اس سے بھی قبل پارلیمنٹ اور ہر ریاست کی مجلس قانون ساز کے لیے الیکشن کرائے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ صدر مملکت اور نائب صدر کے لیے بھی انتخابات کرائے جاتے ہیں۔ ان تمام انتخابات کا اہتمام، ان سے متعلق ہدایات اور انتخابات کی نگرانی کا کام آئین کی دفعہ 324 کے تحت انتخابی کمیشن کو سونپا گیا ہے۔ اس دفعہ کا متن درج ذیل ہے:

"324. انتخابات کا اہتمام، ہدایت اور نگرانی انتخابی کمیشن میں مرکوز ہوں گی۔ اس آئین کے تحت پارلیمنٹ اور ہر ریاست کی مجلس قانون ساز کے لیے ہونے والے تمام انتخابات اور صدر اور نائب صدر کے عہدوں کے انتخابات کی انتخابی فہرستوں کی تیاری اور ان کے انعقاد کا اہتمام، ہدایت اور نگرانی ایک کمیشن میں مرکوز ہوگی (جس کو اس آئین میں انتخابی کمیشن کہا گیا ہے)۔

(2) انتخابی کمیشن اعلیٰ انتخابی کمشنر اور دیگر انتخابی کمشنروں کی، اگر کوئی ہوں، ایسی تعداد پر مشتمل ہوگا جس کا صدر وقتاً فوقتاً تعین کرے اور انتخابی کمشنروں کا تقرر اس بارے میں پارلیمنٹ کے بنائے ہوئے کسی قانون کی توضیعات کے تابع صدر کرے گا۔

(3) جب کسی دیگر کمشنر کا اس طرح تقرر ہو تو اعلیٰ انتخابی کمشنر انتخابی کمیشن کے میر مجلس کی حیثیت سے کام کرے گا۔

(4) لوک سبھا اور ہر ریاست کی قانون ساز اسمبلی کے ہر انتخاب سے پہلے اور ہر ریاست کی قانون ساز کونسل کے، جس میں ایسی کونسل ہو، پہلے عام انتخاب سے قبل اور اس کے بعد دو سالہ انتخاب سے قبل انتخابی کمیشن سے مشورہ کرنے کے بعد صدر ایسے علاقائی کمشنروں کا بھی تقرر کر سکے گا جن کو وہ کمیشن کو فقرہ (1) سے عطا کیے ہوئے کارہائے منصبی کی انجام دہی میں مدد دینے کے لیے ضروری سمجھے۔

(5) پارلیمنٹ کے بنائے ہوئے کسی قانون کی توضیعات کے تابع انتخابی کمشنروں اور

علاقائی کمشنروں کی شرائط ملازمت اوران کے عہدہ پر رہنے کی میعادایسی ہوگی جن کا صدر قاعدہ کے ذریعہ تعین کرے۔

بشرطیکہ اعلیٰ انتخابی کمشنرکواس طریقہ کے سواجس کے بموجب اوران وجوہ کے بغیر جن کی بنا پر سپریم کورٹ کے کسی جج کوعلاحدہ کیا جاسکتا ہےاس کے عہدے سے علاحدہ نہیں کیا جائے گا اور اعلیٰ انتخابی کمشنر کی شرائط ملازمت میں اس کے تقرر کے بعد ایسی تبدیلی نہیں کی جائے گی جو اس کے ناموافق ہو۔

مزید شرط یہ ہے کہ کسی دیگر انتخابی کمشنر یا علاقائی کمشنرکواعلیٰ انتخابی کمشنر کے مشورہ کے بغیر عہدہ سے علاحدہ نہ کیا جائے گا۔

(6) صدر یا کسی ریاست کا گورنر، جب انتخابی کمیشن ایسی درخواست کرے، انتخابی کمیشن یا علاقائی کمشنر کے لیے ایسا عملہ مہیا کرے گا جو کمیشن کوفقرہ (1) سے عطا کیے ہوئے کارہائے منصبی انجام دینے کے لیے ضروری ہو۔''

ہمارے ملک میں بلاامتیاز مذہب، نسل، ذات یا جنس ہر بالغ شخص کو ووٹ دینے اور انتخابات میں حصہ لینے کا حق حاصل ہے۔ کسی بھی شخص کوان میں سے کسی بھی بنیاد پر انتخابی فہرست میں شامل کرنے یا نہ شامل کرنے، حسب صورت اہل یا نااہل قرار نہیں دیا جاسکتا۔ آئین کی دفعہ 325 اس کا دستاویزی ثبوت ہے۔ اس دفعہ کا متن درج ذیل ہے:

''325. کوئی شخص مذہب، نسل، ذات یا جنس کی بنا پر خصوصی فہرست انتخاب میں شامل کیے جانے کے لیے نااہل نہ ہوگا اور نہ ہی وہ دعویٰ کرے گا کہ اس کو اس میں شامل کیا جائے۔ پارلیمنٹ کے ہر دوایوان یا ریاست کی مجلس قانون ساز کے ایوان یا ہر دوایوانوں کے انتخاب کے لیے ہر علاقائی حلقہ انتخاب کی ایک عام انتخابی فہرست ہوگی اور کوئی شخص محض مذہب، نسل، ذات، جنس یا ان میں سے کسی کی بنا پر کسی ایسی فہرست میں شامل ہونے کے لیے نااہل نہ ہوگا اور نہ وہ دعویٰ کرے گا کہ اس کو کسی ایسے حلقہ انتخاب کی کسی خصوصی انتخابی فہرست میں شامل کیا جائے۔''

ہمارے ملک میں لوک سبھا اور ریاستی قانون ساز اسمبلیوں کے لیے انتخابات بالغوں کے حق رائے دہی کی بنیاد پر کرائے جاتے ہیں۔ آئین کی دفعہ 326 میں واضح طور پر یہ بات کہی گئی ہے کہ لوک سبھا اور ہر ریاست کی قانون ساز اسمبلی کے انتخابات بالغوں کے حق رائے دہی کی بنا پر ہوں گے یعنی ہر شخص جو بھارت کا شہری ہو اور اس تاریخ پر جو متعلقہ مجلس قانون ساز کے بنائے ہوئے قانون کے ذریعہ یا اس کے تحت اس بارے میں مقرر کی جائے اکیس سال کی عمر سے کم نہ ہو اور اس آئین یا متعلقہ مجلس قانون ساز کے بنائے ہوئے کسی قانون کے تحت عدم سکونت، فتور عقل، جرم یا رشوت ستانی یا بدعنوانی کی بنا پر نا اہل نہ ہو کسی ایسے انتخاب میں رائے دہندہ کی حیثیت سے درج فہرست کیے جانے کا مستحق ہوگا۔

ہمارے ملک کی پارلیمنٹ کو دفعہ 327 کے تحت قانون ساز ایوانوں کے لیے یعنی پارلیمنٹ کے ہر دو ایوان یا کسی ریاست کی مجلس قانون ساز کے ایوان یا ہر دو ایوانوں کے انتخابات سے متعلق یا اس کے سلسلہ میں جملہ امور کی بابت، جن میں انتخابی فہرستوں کی تیاری، انتخابی حلقوں کی حد بندی اور وہ جملہ دیگر امور شامل ہیں جو ایسے ایوانوں کی باضابطہ تشکیل کے لیے ضروری ہوں، توضیع کرنے کا حق حاصل ہے۔ اسی طرح دفعہ 328 کے تحت ریاست کی مجلس قانون ساز کو مجلس قانون ساز کے انتخابات سے متعلق توضیع کرنے کا اختیار حاصل ہے۔

ہمارے ملک میں انتخابات کی شفافیت اور شفافیت کو برقرار رکھنے اور انتخابات کے آزادانہ انعقاد کو یقینی بنانے کے لیے آئین کی دفعہ 329 کے تحت یہ توضیع کی گئی ہے کہ عدالتیں انتخابی امور میں دخل نہیں دے سکتیں۔ اس دفعہ کا متن درج ذیل ہے:

".329 انتخابی امور میں عدالتوں کی مداخلت پر امتناع۔ اس آئین میں کسی امر کے باوجود۔۔۔

(الف) کسی ایسے قانون کے جواز پر جو انتخابی حلقوں کی حد بندی یا ایسے انتخابی حلقوں کے لیے نشستیں مختص کرنے سے متعلق دفعہ 327 یا دفعہ 328 کے تحت بنایا گیا ہو یا بنایا گیا ظاہر ہوتا ہو کسی عدالت میں اعتراض نہ کیا جائے گا،

(ب) پارلیمنٹ کے ہر دو ایوانوں یا کسی ریاست کی مجلس قانون ساز کے ایوان یا ہر دو ایوانوں کے لیے کسی انتخاب پر کسی عدالت میں اعتراض انتخابی درخواست کے سوانہ کیا جائے گا جو ایسے حاکم کو ایسے طریقہ سے پیش ہو جس کے بارے میں متعلقہ مجلس قانون ساز کے بنائے ہوئے کسی قانون کے ذریعہ یا اس کے تحت توضیع کی جائے۔''

انتخابی کمیشن کی مختصر تاریخ، تشکیل وکارہائے منصبی:

انتخابی کمیشن میں اکتوبر1989 تک صرف ایک چیف الیکشن کمشنر ہوا کرتا تھا۔1989 میں دو انتخابی کمشنروں کی تقرری کی گئی لیکن انھیں جنوری1990 میں ہٹادیا گیا۔اس کے بعد 1991 میں ہماری پارلیمنٹ نے چیف الیکشن کمشنر و دیگر الیکشن کمشنر(شرائط ملازمت)ایکٹ کے نام سے ایک قانون بنایا جس میں دو انتخابی کمشنر مقرر کرنے کی بابت توضیع کی گئی۔1993 میں اس قانون میں پھر تبدیلی کی گئی اور اسے چیف الیکشن کمشنر و دیگر الیکشن کمشنر (شرائط ملازمت) ترمیم ایکٹ،1993 کے نام سے موسوم کیا گیا۔انتخابی کمیشن میں ایک چیف الیکشن کمشنر اور اتنے دیگر کمشنر ہو سکتے ہیں جتنے صدر مملکت وقتاً فوقتاً متعین کریں۔چیف الیکشن کمشنر کو ان کے عہدے سے بالکل اسی طرح ہٹایا جا سکتا ہے جس طرح سپریم کورٹ کے کسی جج کو۔ بالفاظ دیگر چیف الیکشن کمشنر کو ان کے ناروا سلوک یا ان کی نااہلیت کے سبب پارلیمنٹ کی اکثریت کے ذریعے منظور کی گئی کسی تجویز کے ذریعے ہی ہٹایا جا سکتا ہے۔جہاں تک دیگر انتخابی کمشنروں کے ہٹانے کا سوال ہے انھیں چیف الیکشن کمشنر کی سفارش پر صدر مملکت کے ذریعے ہٹایا جا سکتا ہے۔

موجودہ کمیشن چیف الیکشن کمشنر اور دو الیکشن کمشنروں پر مشتمل ہے۔ چیف الیکشن کمشنر کی تنخواہ سپریم کورٹ کے جج کی برابر ہوتی ہے۔تینوں کمشنروں کو کوئی بھی فیصلہ لینے کے معاملے میں مساوی حقوق حاصل ہیں۔کمشنروں کی میعاد عہدہ 6 سال یا 65 سال کی عمر،ان میں سے جو بھی کم ہو،ہے۔ہندوستان کا انتخابی کمیشن اب تک 300 انتخابات کرا چکا ہے۔

انتخابی کمیشن ایک نیم عدالتی ادارہ ہے اور اس کے کام میں انتظامیہ کو کسی بھی قسم کی دخل اندازی کا حق حاصل نہیں ہے خواہ یہ انتخابات کرانے کا معاملہ ہو یا انتخاب سے متعلق تنازعات کا

فیصلہ کرنے کا۔ اس کی سفارشات واظہار کردہ آرا کو قبول کرنے کے لیے صدر مملکت پابند ہیں البتہ انتخابی پٹیشنوں پر غور کی شکل میں عدلیہ کو کمیشن کی سفارشات وفیصلوں پر نظر ثانی کا حق حاصل ہے۔ انتخابی کمیشن کو انتخابات سے متعلق تمام امور پر دسترس حاصل ہے۔ انتخابات کے دوران مرکزی، ریاستی، پیراملٹری فورسز و پولس یعنی مکمل سرکاری مشینری جسے انتخابی عمل میں مامور کیا جاتا ہے وہ اس کمیشن کے تحت آجاتی ہے اور ان کی بابت کمیشن کو تادیبی کارروائی کرنے کا بھی پورا پورا حق حاصل ہوتا ہے۔ انتخاب کے دوران کمیشن کو نہ صرف انتخابی کام میں مامور عملے کی بابت ہی اختیارات حاصل نہیں ہوتے ہیں بلکہ اسے یہ اختیارات انتخابات کے لیے استعمال میں لائی جانے والی تمام منقولہ وغیر منقولہ جائیداد کی بابت بھی حاصل ہوتے ہیں۔ انتخابی کمیشن کو کبھی کبھی متذکرہ بالا اداروں کے علاوہ مختلف خود مختار اداروں، یونیورسٹیوں، پیشہ وارانہ تنظیموں کے انتخابات کرانے کا کام بھی کرنا پڑتا ہے۔

انتخابی کمیشن کے اہم کاموں میں انتخابی حلقوں کی نشاندہی، انتخابی فہرستوں کی تیاری، سیاسی جماعتوں کی تسلیم شدگی اور انھیں انتخابی نشانات مختص کرنا، نامزدگی کے کاغذات کی جانچ پڑتال کرنا، انتخابات کرانا، امیدواروں کے انتخابی اخراجات پر نظر رکھنا اور ان کی جانچ کرنا شامل ہیں۔ (مزید تفصیل کے لیے آئین کی دفعہ 324 جو انتخابات کے اہتمام، ہدایت اور نگرانی انتخابی کمیشن میں مرکوز ہونے سے متعلق ہے، دفعہ 325 جو کسی بھی شخص کے مذہب، نسل، ذات یا جنس کی بنا پر خصوصی فہرست انتخاب میں شامل کیے جانے کے لیے نااہل نہ ہونے اور نہیں اس ضمن میں کوئی دعویٰ کرنے سے متعلق ہے، دفعہ 326 جو لوک سبھا اور ریاستوں کی قانون ساز اسمبلیوں کے لیے انتخابات بالغوں کے حق رائے دہی کی بنیاد پر ہونے سے متعلق ہے، دفعہ 327 پارلیمنٹ کو قانون ساز ایوانوں کے لیے انتخابات سے متعلق توضیع کرنے کے اختیار سے متعلق ہے، دفعہ 328 جو ریاست کی مجلس قانون ساز کو مجلس قانون ساز کے انتخابات سے متعلق توضیع کرنے کے تعلق سے شامل کیے ہیں، ملاحظہ فرمائیے۔)

انتخابی کمیشن اگرچہ ایک خود مختار ادارہ ہے مگر اسے بھی آئین کی حدود میں رہ کر کام کرنا پڑتا

ہے۔اس کے علاوہ اسے انتخابات سے متعلق مختلف قوانین جیسے عوامی نمائندگی ایکٹ وکمیشن کے ذریعے بنائے گئے قواعد وضوابط کے مطابق کام کرنا ہوتا ہے۔ جیسا کہ اوپر درج ہے۔ یہ کمیشن انتخابات کا کام آئین اور انتخابات سے متعلق بنائے گئے مختلف قوانین کے مطابق کرتا ہے۔اہم قوانین میں عوامی نمائندگی ایکٹ، 1950 دعوامی نمائندگی ایکٹ، 1951 شامل ہیں۔ 1950 کے ایکٹ کے مطابق رائے دہندگان کی فہرستیں یعنی الیکٹرولر رول تیار کیے جاتے ہیں اور ان میں ضرورت کے مطابق وقتاً فوقتاً تبدیلیاں وضروری اندراج کیے جاتے ہیں۔ جہاں تک 1951 کے ایکٹ کا سوال ہے اس کی ضرورت انتخابات کرانے سے متعلق اموراور انتخابات کے بعد پیدا ہونے والے تنازعات کے سلسلے میں پڑتی ہے۔انتخابات اسی ایکٹ کے مطابق کرائے جاتے ہیں اور انتخابات ہونے کے بعد تنازعات کا فیصلہ بھی اسی ایکٹ کے مطابق ہوتا ہے۔اس کے علاوہ مجموعہ تعزیرات بھارت میں بھی انتخابات سے متعلق جرائم کی بابت مختلف دفعات شامل کی گئی ہیں تا کہ پورے انتخابی عمل کو صاف وشفاف بنایا جاسکے۔مجموعہ تعزیرات بھارت کے تحت انتخابات کے دوران اس مجموعے میں متذکرہ جرائم کا ارتکاب کرنے والے افراد کو صرف اسی قانون کے تحت سزادی جاسکتی ہے اور انتخابی کمیشن کو اس میں کسی بھی قسم کی دخل اندازی کا حق نہیں ہے سوائے اس کے کہ وہ ملزمین کے خلاف معاملات درج کراسکے یا پہلے سے درج معاملات کے ضمن میں کوئی تعاقبی کارروائی کرسکے۔

انتخابی مشینری

کمیشن کا 300 عہدیداران سے بھی زیادہ افراد پر مشتمل نئی دہلی میں واقع اپنا ایک سکریٹریٹ ہے جس میں 2 ڈپٹی الیکشن کمشنر بھی شامل ہیں۔یہ ڈپٹی الیکشن کمشنر انتخابی معاملات میں الیکشن کمیشن کی مدد کرتے ہیں اور ان کا انتخاب عام طور سے سول سروسیز کے افسران میں سے ہی کیا جاتا ہے۔کمیشن کے کام کو کام کی نوعیت کے اعتبار سے خطہ وار بانٹا جاتا ہے۔ یہ کام مختلف ژونوں میں مختلف یونٹوں کے سپرد کیا جاتا ہے۔ ہر ژون میں عام طور سے 35 اسمبلیوں اور یونین علاقوں کے انتخابات سے متعلق کام ہر یونٹ کے سپرد کیے جاتے ہیں۔ریاستی سطح پر انتخابات کی

نگرانی کا کام اس ریاست کے چیف الیکٹرولر آفیسر کے سپرد کیا جاتا ہے۔ضلعی وحلقہ جاتی سطح پر ضلع انتخابی افسر، الیکٹورل رجسٹریشن افسر اور ریٹرننگ افسر ہوتے ہیں۔انھیں بھی ضروری امداد بہم پہنچانے کے لیے جونیئر عملہ ہوتا ہے۔

انتخابی الیکشن کے کام میں عاملانہ مداخلت کی کوئی گنجائش نہیں

انتخابات کب کرائے جائیں گے،خواہ وہ عام انتخابات ہو یا دیگر انتخابات، کب انتخابی عمل کا نوٹی فکیشن ہوگا اس کا فیصلہ کرنا انتخابی کمیشن کا کام ہے۔اس کے علاوہ پولنگ اسٹیشن کہاں ہوں گے، ہر بوتھ پر کتنے لوگ ووٹ دیں گے، ووٹوں کی گنتی کہاں ہوگی، ان تمام مراکز کے اطراف میں کیا کیا انتظامات کیے جائیں گے ان تمام امور کی بابت ضروری فیصلہ لینا انتخابی کمیشن کا ہی کام ہے اور وہ اس معاملہ میں مکمل طور پر خودمختار ہے۔انتخابات سے متعلق نوٹی فکیشن ہونے کے بعد نامزدگی کے کاغذات داخل کرنے کا سلسلہ شروع ہوجاتا ہے۔نامزدگی کے کاغذات داخل کرنے کی آخری تاریخ ختم ہونے کے بعد کاغذات نامزدگی کی جانچ پڑتال کا کام ریٹرننگ آفیسر کے سپرد کیا جاتا ہے۔جن امیدواروں کے کاغذات نامزدگی درست پائے جاتے ہیں انھیں اس بات کا موقع دیا جاتا ہے کہ وہ جانچ پڑتال کے بعد مقررہ مدت، جو عام طور پر دو دن ہوتی ہے، اپنے نام واپس لے سکتے ہیں۔انتخاب میں حصہ لینے والے امیدواروں کو انتخابی مہم کے لیے کم از کم دو ہفتے کا وقت دیا جاتا ہے۔ووٹوں کی گنتی مقررہ تاریخ پر کی جاتی ہے اور اس کے بعد کامیاب امیدواروں سے متعلق نوٹی فکیشن جاری کر دیا جاتا ہے۔

سیاسی جماعتیں اور کمیشن

انتخابات میں حصہ لینے کے لیے سیاسی جماعتوں کو انتخابی کمیشن میں قانون کے تحت رجسٹریشن کرانا ضروری ہے۔انتخابی کمیشن یہ بھی یقینی بنانے کی کوشش کرتا ہے کہ سیاسی جماعتیں اپنی اپنی جماعتوں کے عہدیداران کا انتخابات بھی بروقت کرائیں۔جماعتوں کو تسلیم کرنے اور انھیں رجسٹر کرنے کی بنیاد عام طور پر ان کی عام انتخابات میں کارکردگی ہوتی ہے۔کمیشن اپنے نیم عدالتی اختیار سماعت کا استعمال کرتے ہوئے تسلیم شدہ جماعتوں کے درمیان پیدا ہونے والے

تنازعات کے حل کے لیے بھی کوشاں رہتا ہے اور اس معاملے میں بھی اپنا کردار ادا کرتا ہے۔ کمیشن کی ہمیشہ یہی کوشش ہوتی ہے کہ تمام جماعتوں کو انتخابات میں حصہ لینے اور انھیں بہم کی جانی والی سہولیات کے معاملے میں مساوی مواقع حاصل ہوں اور اسی لیے وہ ماڈل ضابطۂ اخلاق ترتیب دیتا ہے۔ جو الیکشن نوٹیفکیشن ہونے کے فوراً بعد لاگو ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ ہائی کورٹ و سپریم کورٹ کے روبرو انتخابات کے دوران بدعنوانی کے معاملات کے سلسلے میں بھی انتخابی کمیشن سے مشورہ لیا جاتا ہے تاکہ وہ اپنی یہ رائے دے سکے کہ ایسے افراد کو جو ایسی بدعنوانی میں ملوث ہیں نااہل قرار دیا جائے یا نہیں اور یہ کہ اگر انھیں نااہل قرار دیا جاتا ہے تو کتنی مدت کے لیے نااہل قرار دیا جائے۔ اس کے علاوہ کمیشن کو اس بات کا بھی اختیار حاصل ہے کہ وہ ایسے کسی بھی امیدوار کو نااہل قرار دے سکے جس نے اپنے انتخابی اخراجات کی تفصیل قانون کے مطابق فراہم نہیں کی ہے۔ اس کے علاوہ کمیشن کو اس بات کا بھی اختیار حاصل ہے کہ وہ حکومت کو انتخابات کے نتائج آنے سے قبل کیے جانے والے اوپینین پول و میڈیا کے طرزِ عمل کی بابت ضروری مشورہ دے سکے تاکہ وہ اس ضمن میں اصلاحی کارروائی کرے اور انتخابات کی شفافیت کو برقرار رکھا جا سکے۔

■ حکومت سازی، وزیراعظم کی تقرری اور وزرا کونسل کا قیام

برطانیہ کے ویسٹ منسٹر نظام کے ماڈل پر ہندوستانی سیاسی نظام وجود میں آیا یعنی ایک ایسا نظام جس میں مختلف سیاسی جماعتیں شامل ہوں اور ان کا ملک کے نظام کو چلانے میں بالواسطہ یا بلاواسطہ دخل ہو۔ ہندوستان میں وہ ادارے جو ہمارے ملک کے سیاسی نظام کا جزو لاینفک ہیں وہ درج ذیل ہیں:

پارلیمنٹ یعنی لوک سبھا وراجیہ سبھا، قانون ساز اسمبلیاں، قانون ساز کونسل، گرام سبھا، پنچایت سمیتی، ضلع پریشد۔

پارلیمنٹ اور اسمبلیوں کے انتخابات کے بعد جو سب سے اہم کام ہوتا ہے وہ مرکزی حکومت اور ریاستی حکومت کو تشکیل دینے کا عمل ہے۔ حکومت کی تشکیل کے کام میں سب سے اہم رول مرکزی حکومت کے قیام میں پارلیمنٹ کا اور ریاستی حکومت کے قیام میں ریاستی اسمبلیوں کا ہوتا ہے

چونکہ وہیں پر اس بات کا فیصلہ ہوتا ہے کہ کس جماعت کی اکثریت ہے اور کون اقلیت میں ہے۔ جس جماعت کی اکثریت ہوتی ہے یا دوسری جماعتوں سے مل کر اسے اکثریت حاصل ہوتی ہے وہ صدر مملکت کو وزیر اعظم کے عہدے کے لیے منتخب شخص کو وزیر اعظم مقرر کرنے کی سفارش کرتی ہے۔ صدر مملکت وزیر اعظم کی تقرری کس طرح کرتے ہیں یا اس ضمن میں کیا فیصلہ لیتے ہیں اس کی تفصیل نیچے درج ہیں۔ اسی طرح ریاستی حکومت میں اس طرح کے فرائض گورنر انجام دیتے ہیں اور حکومت سازی میں ان کا وہی رول ہوتا ہے جو مرکزی حکومت کے معاملے میں صدر مملکت کا۔

آئین میں حکومت کے نظام کو صحیح طور پر چلانے کا کام عاملہ یا انتظامیہ کو سونپا گیا ہے۔ جہاں تک عاملانہ اختیارات کا تعلق ہے بھارت کی حکومت کی جملہ عاملانہ کارروائی صدر کے نام سے کی جاتی ہے اور حکومت ہند کے تمام ٹینڈر وغیرہ و معاہدے مخصوص تقرریاں صدر کے نام سے ہی کی جاتی ہے اور سپریم کورٹ نے شمشیر سنگھ بنام ریاست پنجاب والے معاملے میں بھی (اے آئی آر 1974 ایس سی 2092) یہ بات واضح کردی ہے کہ صدر کے حکم یا کسی نوشتہ کی بابت یہ اعتراض نہیں کیا جاسکتا کہ وہ صدر کا صادر کیا گیا یا ان کے ذریعے تکمیل کیا گیا حکم یا نوشتہ نہیں ہے لیکن صحیح معنوں میں اصل اختیارات وزرا کی کونسل، جس کے سربراہ وزیر اعظم خود ہوتے ہیں، کو حاصل ہے۔ یہاں اس بات کا ذکر بے محل نہ ہوگا کہ وزیر اعظم کا تقرر خود صدر مملکت کرتے ہیں اور دوسرے وزرا کا تقرر بھی وہ وزیر اعظم کے مشورے سے کرتے ہیں۔ صدر مملکت صرف اسی شخص کو وزیر اعظم مقرر کرسکتے ہیں جس کی اس سیاسی جماعت یا اس کے اتحاد نے جس کی پارلیمنٹ میں اکثریت ہے سفارش کی ہے۔ دراصل صدر مملکت کو اس بات کا کوئی اختیار نہیں ہے کہ وہ وزیر اعظم کی تقرری کے معاملے میں اپنے کسی بھی اختیار تمیزی کا اختیار کرسکیں سوائے ایسی صورت میں جب کسی بھی جماعت کی پارلیمنٹ میں اکثریت نہ ہو۔ جب ایک بار وزیر اعظم کا تقرر ہو جاتا ہے تو اس کے بعد صحیح معنوں میں تمام عاملانہ اختیارات وزیر اعظم کو ہی حاصل ہوتے ہیں اگرچہ جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے حکومت کا سارا کام کاج صدر کے نام سے ہوتا ہے۔

کبھی کبھی وزیر اعظم کے ساتھ ساتھ نائب وزیر اعظم کی بھی تقرری کی جاتی ہے جبکہ آئین

میں اس قسم کے کسی بھی عہدے کا ذکر نہیں ہے۔ جب دیوی لال کو نائب وزیراعظم بنایا گیا تھا تو یہ سوال اٹھا تھا کہ اس قسم کے عہدے کا آئین میں کہیں بھی ذکر نہیں ہے اور ایسا عہدہ قائم کرنے، کسی کو پیش کرنے اور اس کے لیے حلف دلانے کا کوئی قانونی جواز نہیں ہے لیکن سپریم کورٹ نے کے ایم شرما بنام دیوی لال والے معاملے (اے آئی آر 1990 ایس سی 528) میں واضح طور پر یہ فیصلہ دیا تھا کہ کسی بھی شخص کو نائب وزیراعظم کے نام سے پکارنا محض وضاحتی تخاطب ہے اور اس قسم کی وضاحت کی یہ تعبیر نہیں کی جاسکتی کہ نائب وزیراعظم کو وزیراعظم کے اختیارات عطا کیے گئے ہیں۔ عدالت نے اپنی اس رائے اور فیصلے کی روشنی میں مزید یہ کہا کہ نائب وزیراعظم کی حلف برداری غیر قانونی نہیں ہے۔

آئین کی دفعہ 74 کے تحت صدر کی معاونت اور انھیں مشورے دینے کے لیے وزرا کی کونسل قائم کی گئی ہے۔ اگر صدر کو کسی بھی معاملے میں کوئی شکوک ہوں یا وہ یہ سمجھتے ہوں کہ کونسل نے صحیح سفارش نہیں کی ہے تو وہ کونسل سے معاملے پر دوبارہ غور کرنے کے لیے کہہ سکتے ہیں لیکن کونسل کے دوبارہ دیے گئے مشورے کی مزید نظر ثانی کی گنجائش نہیں ہے اور صدر ایسی صورت میں کونسل کے مشورے کے مطابق عمل کریں گے۔ شمشیر بنام ریاست پنجاب والے معاملے (اے آئی آر 1974 ایس سی 2092) میں بھی سپریم کورٹ نے یہ فیصلہ دیا تھا کہ دفعہ 74(1) کی توضیعات کے مطابق صدر کیبنٹ کے مشورے کے مطابق کارروائی کریں گے۔

■ پارلیمنٹ کا رول

کسی بھی جمہوری ملک میں وہاں کے سیاسی وقانونی نظام میں پارلیمنٹ ایک کلیدی ادارہ ہوتا ہے۔ جتنی مضبوط پارلیمنٹ ہوگی اور جتنے قابل اور عوام کے ہمدرد نمائندے اس میں ہوں گے اتنا ہی وہ اپنے ملک کے معاملات میں، خواہ وہ زندگی کے کسی بھی شعبے سے جڑے ہوئے ہوں اہم اور مثبت رول ادا کرے گی۔ پارلیمنٹ کا سب سے اہم کام عوام اور ملک کے مفادات کو مدنظر رکھتے ہوئے قانون سازی ہے۔ اس کے بارے میں ہم نے باب 5 میں تفصیل سے حتی المقدور روشنی ڈالی ہے۔ قانون سازی کے علاوہ پارلیمنٹ ایک ایسا فورم ہے جہاں پر ملک کو درپیش ہر

طرح کے مسائل پر غور کیا جاتا ہے اور بروقت اہم فیصلے لیے جاتے ہیں۔ یہ مسائل زندگی کے کسی بھی شعبے سے جڑے ہوئے ہوسکتے ہیں مثلاً معاشی، اقتصادی، سیاسی، ثقافتی، تعلیمی، اخلاقی، دفاعی، سفارتی یا دیگر ایسے امور سے وابستہ جن کا تعلق ملک وعوام سے ہو۔ ان امور پر پارلیمنٹ جو دوایوانوں یعنی راجیہ سبھا اور لوک سبھا پر مشتمل ہیں کب اور کس طرح بحث ہوسکتی ہے اس کا جائزہ ہم اس باب کے بعد کے حصے میں لیں گے۔ آیئے پہلے ہم اس ادارے کی تشکیل اس کے عہدیداران وطریقۂ کار کی بابت پر غور کریں۔ ہمارے آئین کے باب 2 میں شامل دفعات 79 تا123 پارلیمنٹ سے متعلق ہیں۔ ان میں دفعات 79 تا 106 پارلیمنٹ کی تشکیل کارکردگی عہدیداران وغیرہ سے متعلق ہیں اور دفعات 107 تا123 قانون سازی وغیرہ سے متعلق ہیں جن کی تفصیل بعدہ قانون سازی سے متعلق باب 5 میں درج ہے۔ اب ہم یہاں صرف دفعات 79 تا106 کی تفصیل قلمبند کریں گے تاکہ قارئین کو یہ علم ہوسکے کہ وہ ادارہ جس کا ہمارے جمہوری نظام میں اس قدر اہم رول ہے وہ کس طرح کام کرتا ہے۔

پارلیمنٹ کی تشکیل

آئین کی دفعہ 79 کے مطابق یونین کے لیے ایک پارلیمنٹ ہوگی جو صدر اور دوایوانوں پر مشتمل ہوگی جن کو بالترتیب راجیہ سبھا اور لوک سبھا کہا جائے گا۔

راجیہ سبھا کی بناوٹ

آئین کی دفعہ 80 کے مطابق راجیہ سبھا حسب ذیل ارکان پر مشتمل ہوگی۔ .....

(الف) بارہ ارکان جن کو صدر فقرہ (3) کی توضیحات کے مطابق نامزد کرے گا، اور

(ب) ریاستوں اور یونین علاقوں کے نمائندے جو دوسو اڑتیس سے زیادہ نہ ہوں گے۔

(2) راجیہ سبھا میں ان نشستوں کی تخصیص، جو ریاستوں اور یونین علاقوں کے نمائندوں سے پر کی جائیں گی، ان توضیعات کے مطابق ہوگی جو اس بارے میں چوتھے فہرست بند میں درج ہیں۔

(3) وہ ارکان جن کو صدر فقرہ (1) کے ذیلی فقرہ (الف) کے تحت نامزد کریں گے ایسے اشخاص

ہوں گے جن کو مندرجہ ذیل جیسے امور کے بارے میں خصوصی علم یا عملی تجربہ حاصل ہو، یعنی......

ادب، سائنس، فن اور سماجی خدمت۔

(4) راجیہ سبھا میں ہر ریاست کے نمائندوں کا انتخاب اس ریاست کی قانون ساز اسمبلی کے منتخب ارکان تناسبی نمائندگی بذریعہ واحد قابل انتقال ووٹ کے اصول کے مطابق کریں گے۔

(5) راجیہ سبھا میں یونین علاقوں کے نمائندے اس طریقہ سے چنے جائیں گے جو پارلیمنٹ قانون کے ذریعہ مقرر کرے۔

لوک سبھا کی بناوٹ:

آئین کی دفعہ 81 کے مطابق لوک سبھا حسب ذیل ارکان پر مشتمل ہوگی......

(الف) ریاستوں میں علاقائی انتخابی حلقوں سے بلاواسطہ منتخب کیے ہوئے ارکان جو پانچ سوتیس سے زیادہ نہ ہوں گے، اور

(ب) یونین علاقوں کی نمائندگی کے لیے زیادہ سے زیادہ بیس ارکان جو ایسے طریقہ سے منتخب کیے جائیں گے جس کی پارلیمنٹ قانون کے ذریعہ توضیع کرے۔

(2) فقرہ (1) کے ذیلی فقرہ (الف) کی اغراض کے لیے......

(الف) لوک سبھا میں ہر ریاست کو نشستیں اس طریقہ سے دی جائیں گی کہ اس تعداد اور ریاست کی آبادی میں تناسب جہاں تک ہو سکے سب ریاستوں میں یکساں ہو۔۔۔۔۔

دفعہ 82 کے مطابق ہر مردم شماری کے بعد لوک سبھا میں ریاستوں کو دی جانے والی نشستوں کی اور ہر ریاست کی علاقائی انتخابی حلقوں میں تقسیم کی ترتیب نو کی جائے گی۔

پارلیمنٹ کے ایوانوں کی مدت:

دفعہ 83 کے مطابق (1) راجیہ سبھا توڑی نہیں جائے گی لیکن جہاں تک ممکن ہو اس کے ایک تہائی ارکان ہر دوسرے سال کے اختتام پر، جس قدر جلد ہو سکے، ان توضیعات کے مطابق سبکدوش ہو جائیں گے جو پارلیمنٹ اس بارے میں قانون کے ذریعہ کرے۔

(2) لوک سبھا بجز اس کے کہ پہلے ہی توڑ دی جائے اس کے پہلے اجلاس کی معینہ تاریخ سے

پانچ سال تک قائم رہے گی اور اس سے زیادہ نہیں رہے گی اور اس پانچ سال کی مذکورہ مدت کے اختتام کا نتیجہ یہ ہوگا کہ لوک سبھا ٹوٹ جائے گی۔

بشرطیکہ جب ناگہانی حالت کا اعلان نامہ نافذ العمل ہو تو مذکورہ مدت میں پارلیمنٹ قانون کے ذریعہ ایسی مدت کے لیے توسیع کر سکے گی جو بیک وقت ایک سال سے متجاوز نہ ہو اور ہر صورت میں اعلان نامہ نافذ نہ رہنے کے بعد چھ ماہ سے زیادہ نہ ہو۔

پارلیمنٹ کی رکنیت کے لیے اہلیت:

دفعہ 84 کے مطابق کوئی شخص پارلیمنٹ میں نشست کو پُر کرنے کے لیے چنے جانے کا اہل نہ ہوگا اگر وہ......

(الف) بھارت کا شہری نہ ہو اور کسی ایسے شخص کے سامنے جس کو اس بارے میں انتخابی کمیشن مجاز کرے اس نمونہ کے مطابق جو اس غرض سے تیسرے فہرست بند میں دیا گیا ہے حلف نہ لے یا اقرار صالح نہ کرے اور اس پر دستخط نہ کرے،

(ب) راجیہ سبھا کی نشست کی صورت میں کم سے کم تیس سال کی عمر کا اور لوک سبھا کی نشست کی صورت میں کم سے کم پچیس سال کی عمر کا نہ ہو، اور

(ج) ایسی دیگر اہلیتیں نہ رکھتا ہو جو پارلیمنٹ کے بنائے ہوئے کسی قانون کے ذریعہ یا اس کے تحت اس بارے میں مقرر کی جائیں۔

پارلیمنٹ کا اجلاس، اس کی برخاستگی اور ٹوٹنا:

دفعہ 85 کے مطابق صدر وقتاً فوقتاً پارلیمنٹ کے ہر ایوان کا اجلاس ایسے وقت اور ایسی جگہ پر جو وہ مناسب خیال کریں طلب کریں گے لیکن ایک اجلاس میں اس کی آخری نشست اور اس کے بعد اجلاس کی پہلی نشست کے لیے مقررہ تاریخ کے درمیان چھ ماہ سے زیادہ وقفہ نہ ہوگا۔ علاوہ ازیں صدر وقتاً فوقتاً دونوں ایوانوں کو یا ان میں سے کسی ایک ایوان کو برخاست کر سکیں گے اور لوک سبھا کو توڑ سکیں گے۔

اگر حکام اپنے قانونی اختیارات کا استعمال کرتے ہوئے پارلیمنٹ کے ممبران کو حراست

میں رکھتے ہیں یا انھیں نظر بند کیا جاتا ہے اور بعدازاں وہ حکم غیر قانونی قرار دیا جاتا ہے تو یہ بڑی عجیب سی بات ہوگی کہ حکام نے دفعہ 85 کی توضیعات کے مطابق پارلیمنٹ کے ممبروں کو پارلیمنٹ کے اجلاس میں شریک ہونے نہیں دیا لیکن یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ محض اس بنیاد پر پارلیمنٹ کی کارروائی کو غیر قانونی قرار نہیں دیا جاسکتا۔ پارلیمنٹ کو یہ مخصوص حق حاصل ہے کہ وہ زیر حراست یا نظر بند ممبران کو بھی ایوان میں حاضر کرائے لیکن اگر پارلیمنٹ ایسا نہیں کرتی ہے تو یہ ایسا نہیں کہا جاسکتا کہ یہ نہیں کرنے سے پارلیمانی کارروائی غیر قانونی ہوگئی۔

صدر کا ایوانوں سے خطاب کرنے اور پیغامات بھیجنے کا حق:

دفعہ 86 کے مطابق صدر پارلیمنٹ کے کسی ایک ایوان یا دونوں ایوانوں کے مشترک اجلاس سے خطاب کرسکیں گے اور اس غرض سے ارکان کو حاضر رہنے کا حکم دے سکیں گے۔ صدر پارلیمنٹ کے کسی ایوان کو خواہ کسی ایسے بل سے متعلق ہو جو پارلیمنٹ میں اس وقت زیر غور ہو خواہ کسی اور غرض سے پیغامات بھیج سکیں گے اور جس ایوان کو ایسا پیغام بھیجا جائے وہ پوری مناسب عجلت سے اس امر پر غور کرے گا جس پر غور کرنے کا پیغام میں حکم ہو۔

صدر کا خاص خطاب:

دفعہ 87 کے مطابق لوک سبھا کے ہر عام انتخاب کے بعد کے پہلے اجلاس پر اور ہر سال کے پہلے اجلاس کے آغاز پر صدر پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں کے مشترکہ اجلاس سے خطاب کریں گے اور پارلیمنٹ کو اس کے طلب کرنے کی وجوہ سے مطلع کریں گے۔

وزرا اور اٹارنی جنرل کے ایوانوں سے متعلق حقوق:

دفعہ 88 کے مطابق بھارت کے ہر وزیر اور اٹارنی جنرل کو ہر دو ایوانوں میں، ان ایوانوں کی مشترکہ نشست میں اور پارلیمنٹ کی کسی ایسی کمیٹی میں جس میں انھیں رکن نامزد کیا جائے تقریر کرنے اور دیگر طریقہ سے اس کی کارروائی میں حصہ لینے کا حق ہوگا مگر اس دفعہ کی رو سے اسے ووٹ دینے کا حق نہ ہوگا۔

راجیہ سبھا کا میر مجلس (چیئرمین) اور نائب میر مجلس (ڈپٹی چیئرمین):

دفعہ 89 کے مطابق بھارت کا نائب صدر بہ اعتبار عہدہ راجیہ سبھا کا میر مجلس ہوگا۔ راجیہ سبھا، جس قدر جلد ہو سکے، راجیہ سبھا کے کسی رکن کو اپنے نائب میر مجلس کی حیثیت سے چن لے گی اور جب بھی نائب میر مجلس کا عہدہ خالی ہو جائے، راجیہ سبھا کسی دوسرے رکن کو اپنے نائب میر مجلس کی حیثیت سے چن لے گی۔

نائب میر مجلس (ڈپٹی چیئرمین) کا عہدہ خالی ہونا، اس سے استعفیٰ دینا اور علاحدہ کیا جانا:

دفعہ 90 کے مطابق کوئی رکن جو راجیہ سبھا کے نائب میر مجلس کی حیثیت سے عہدہ پر فائز ہو۔

(الف) اپنا عہدہ خالی کر دے گا اگر وہ راجیہ سبھا کا رکن نہ رہے،

(ب) کسی وقت میر مجلس کو موسومہ اپنی دستخطی تحریر کے ذریعہ اپنے عہدے سے استعفیٰ دے سکے گا، اور

(ج) راجیہ سبھا کی ایسی قرارداد سے جو راجیہ سبھا کے اس وقت کے کل ارکان کی اکثریت سے منظور کی گئی ہو اس کے عہدے سے علاحدہ کیا جا سکے گا۔

مگر شرط یہ ہے کہ فقرہ (ج) کی غرض سے کوئی قرارداد پیش نہ ہوگی اگر اس قرارداد کے پیش کرنے کے ارادہ کی کم سے کم چودہ دن کی اطلاع نہ دی گئی ہو۔

لوک سبھا کا اسپیکر اور نائب اسپیکر:

دفعہ 93 کے مطابق لوک سبھا جس قدر جلد ہو سکے ایوان کے دو ارکان کو ترتیب وار اسپیکر اور نائب اسپیکر کی حیثیت سے چن لے گی اور جب بھی اسپیکر یا نائب اسپیکر کا عہدہ خالی ہو جائے کسی دیگر رکن کو اسپیکر یا نائب اسپیکر کی حیثیت سے جیسی کہ صورت ہو، چن لے گی۔

اسپیکر اور نائب اسپیکر کے عہدہ کا خالی ہونا، اس سے استعفیٰ اور علاحدگی:

دفعہ 94 کے مطابق کوئی رکن جو لوک سبھا کے اسپیکر یا نائب اسپیکر کی حیثیت سے عہدے پر فائز ہو......

(الف) اپنا عہدہ خالی کردے گا اگر وہ لوک سبھا کا رکن نہ رہے۔

(ب) کسی وقت بھی اگر ایسا رکن اسپیکر ہے تو نائب اسپیکر کو مخاطب اور اگر ایسا رکن نائب اسپیکر ہے تو اسپیکر کو مخاطب اپنی دستخطی تحریر سے استعفیٰ دے سکے گا، اور

(ج) لوک سبھا کی ایسی قرارداد کے ذریعہ جو اس ایوان کے اس وقت کے کل ارکان کی اکثریت سے منظور کی گئی ہو اس کے عہدے سے علاحدہ کیا جا سکے گا۔

بشرطیکہ......فقرہ (ج) کی غرض کے لیے کوئی قرارداد پیش نہیں کی جائے گی اگر اس قرارداد کے پیش کرنے کے ارادہ کی کم سے کم چودہ دن کی اطلاع نہ دی گئی ہو۔

مزید شرط یہ ہے کہ جب بھی لوک سبھا توڑ دی جائے تو اسپیکر اپنا عہدہ لوک سبھا کے ٹوٹ جانے کے بعد اس کے پہلے اجلاس کے عین قبل تک خالی نہ کرے گا۔

پارلیمنٹ کی سیکریٹریٹ:

دفعہ 98 کے مطابق پارلیمنٹ کے ہر ایوان کا ایک علاحدہ عملہ معتمدی ہوگا اور پارلیمنٹ قانون کے ذریعہ ہر دو ایوان کے سیکریٹریٹ میں بھرتی اور تقرر کیے ہوئے اشخاص کی شرائط ملازمت منضبط کر سکے گی۔

ارکان کا حلف یا اقرار صالح:

دفعہ 99 کے مطابقپارلیمنٹ کے ہر دو ایوانوں کا ہر رکن اپنی نشست سنبھالنے سے پہلے صدر یا کسی ایسے شخص کے سامنے جس کا وہ اس بارے میں تقرر کرے اس نمونہ کے مطابق جو اس غرض سے تیسرے فہرست بند میں دیا گیا ہے حلف لے گا یا اقرار صالح کرے گا اور اس پر دستخط کرے گا۔

ایوانوں میں ووٹ، نشستیں خالی ہونے کے باوجود ایوانوں کو کام کرنے کا اختیار اور کورم:

دفعہ 100 کے مطابق سوائے اس کے کہ اس آئین میں دیگر طور پر توضیح ہو ہر دو ایوانوں کی کسی نشست میں یا ایوانوں کی مشترکہ نشست میں تمام تصفیہ طلب امور کا تصفیہ سوائے اسپیکر یا اس

شخص کے، جو میر مجلس یا اسپیکر کی حیثیت سے کام کر رہا ہو، ان دیگر ارکان کے ووٹوں کی اکثریت سے کیا جائے گا جو موجود ہوں اور ووٹ دیں۔

میر مجلس یا اسپیکر یا وہ شخص جو اس حیثیت سے کام کر رہا ہو ابتدائی مرحلے پر ووٹ نہیں دے گا لیکن ووٹوں کے مساوی ہونے کی صورت میں اس کو فیصلہ کن ووٹ حاصل رہے گی اور وہ اس کو استعمال کرے گا۔

(2) پارلیمنٹ کے ہر دو ایوانوں کو ان کی کسی رکنیت کے خالی ہونے کے باوجود کام کرنے کا اختیار ہوگا اور پارلیمنٹ میں کوئی کارروائی جائز ہوگی باوجود اس کے کہ بعد میں معلوم ہو کہ کوئی ایسا شخص جس کو ایسا کرنے کا حق نہ تھا اس کارروائی میں شریک تھا یا اس نے ووٹ دیا تھا یا دیگر طور پر حصہ لیا تھا۔

(3) تاوقتیکہ پارلیمنٹ قانون کے ذریعہ دیگر طور پر توضیح نہ کرے پارلیمنٹ کے ہر دو ایوانوں کے کسی اجلاس کی تشکیل پانے کا کورم اس ایوان کے ارکان کی کل تعداد کا دسواں حصہ ہوگا۔

(4) اگر کسی ایوان کے اجلاس کے دوران کسی وقت کوئی کورم نہ ہو تو میر مجلس یا اسپیکر یا اس شخص کا، جو اس حیثیت سے کام کر رہا ہو، فرض ہوگا کہ کورم کے ہونے تک یا تو ایوان کو ملتوی کردے یا اجلاس کو معطل کردے۔

نشستیں خالی ہونا:

دفعہ 101 کے مطابق کوئی شخص پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں کا رُکن نہ ہوگا اور پارلیمنٹ قانون کے ذریعے یہ توضیح کرے گی کہ کوئی شخص جو دونوں ایوانوں کا رکن چن لیا جائے ان میں سے ایک ایوان میں اپنی نشست خالی کردے۔

(2) کوئی شخص بیک وقت پارلیمنٹ اور کسی ریاست کی مجلس قانون ساز دونوں کا رکن نہ ہوگا اور اگر کوئی شخص پارلیمنٹ اور کسی ریاست کی مجلس قانون ساز دونوں کا رکن چن لیا جائے تو اس مدت کے منقضی ہونے پر جس کی صدر کے بنائے ہوئے قواعد میں صراحت کی جائے پارلیمنٹ میں اس شخص کی نشست خالی ہو جائے گی بجز اس کے کہ وہ اس سے قبل ریاست کی مجلس قانون ساز

میں اپنی نشست سے مستعفی ہو گیا ہو۔

(3) پارلیمنٹ کے ہر دو ایوانوں کے کسی رکن کی نشست فوراً خالی ہو جائے گی اگر وہ......

(الف) دفعہ 102 کے فقرہ (1) میں متذکرہ نااہلیتوں میں سے کسی نااہلیت کے تحت آ جائے، یا

(ب) میر مجلس یا اسپیکر کو مخاطب، جیسی کہ صورت ہو، اپنی دستخطی تحریر کے ذریعہ اپنی نشست سے مستعفی ہو جائے اور میر مجلس یا اسپیکر نے جیسی کہ صورت ہو اس کا استعفیٰ منظور کر لیا ہو۔

بشرطیکہ ذیلی فقرہ (ب) میں محولہ کسی استعفیٰ کی صورت میں اگر موصولہ اطلاع سے یا دیگر طور پر اور ایسی تحقیقات کرنے کے بعد جو وہ مناسب خیال کرے اسپیکر یا میر مجلس، جیسی کہ صورت ہو، مطمئن ہو کہ ایسا استعفیٰ رضامندانہ یا اصلی نہیں ہے تو ایسے استعفیٰ کو منظور نہیں کرے گا۔

(4) اگر ساٹھ دن کی مدت تک ہر دو ایوانوں کا کوئی رکن ایوان کی اجازت کے بغیر اس کے تمام اجلاسوں سے غیر حاضر رہے تو ایوان اس کی نشست کو خالی قرار دے سکے گا۔

لیکن ساٹھ دن کی مذکورہ مدت کا شمار کرنے میں ایسی کسی مدت کا لحاظ نہ ہو گا جس کے دوران ایوان برخاست ہو جائے یا متواتر چار دن سے زیادہ ملتوی رہے۔

رکنیت کے لیے نااہلیتیں:

دفعہ 102 کے مطابق کوئی شخص دونوں ایوانوں میں سے کسی ایوان کے رکن کی حیثیت سے چنے جانے اور رہنے کا اہل نہ ہو گا......

(الف) اگر وہ بھارت کی حکومت یا کسی ریاستی حکومت کے تحت کسی نفع بخش عہدے پر اس عہدہ کے سوا فائز ہو جس کی بابت پارلیمنٹ نے قانون کے ذریعہ یہ قرار دیا ہو کہ اس پر فائز شخص نااہل نہ ہو گا،

(ب) اگر وہ فاتر العقل ہو اور کسی عدالت مجاز کا اس کی بابت ایسا استقرار برقرار ہو،

(ج) اگر وہ غیر بری الذمہ دیوالیہ ہو،

(د) اگر وہ بھارت کا شہری نہ ہو یا اس نے کسی مملکت غیر کی شہریت رضاکارانہ حاصل کر لی

ہو یا کسی مملکت غیر سے اقرار وفاداری کرے یا کسی مملکت غیر سے وابستگی رکھے،

(ہ) اگر وہ پارلیمنٹ کے بنائے ہوئے کسی قانون کی رو سے یا اس کے تحت ایسا نااہل ہو۔

تشریح۔اس دفعہ کی اغراض کے لیے کسی شخص کا محض اس وجہ سے بھارت کی حکومت یا کسی ریاست کی حکومت کے تحت نفع بخش عہدے پر فائز ہونا متصور نہ ہوگا کہ وہ یونین یا ایسی ریاست کا وزیر ہے۔

(2) کوئی شخص پارلیمنٹ کے کسی ایوان کا رکن ہونے کے لئے نااہل ہوگا اگر وہ دسویں فہرست بند کے تحت اس طرح نااہل ہو جاتا ہے۔

ارکان کی نااہلیتوں سے متعلق تصفیہ طلب امور کا فیصلہ:

دفعہ 103 کے مطابق اگر اس امر کی نسبت کوئی سوال پیدا ہو کہ آیا پارلیمنٹ کے کسی ایوان کا کوئی رکن دفعہ 102 کے فقرہ (1) میں مندرج نااہلیتوں میں سے کسی نااہلیت کے تحت آ گیا ہے تو یہ معاملہ فیصلہ کے لیے صدر کو بھیجا جائے گا اور اس کا فیصلہ حتمی ہوگا۔

(2) کسی ایسے معاملہ پر فیصلہ کرنے سے پہلے صدر انتخابی کمیشن کی رائے لے گا اور ایسی رائے کے مطابق فیصلہ کرے گا۔

پارلیمنٹ کے ایوانوں اور ان کے ارکان اور کمیٹیوں کے اختیارات، مراعات وغیرہ:

دفعہ 105 کے مطابق اس آئین کی توضیعات اور پارلیمنٹ کا طریق کار منضبط کرنے والے قواعد اور احکام قائمہ کے تابع پارلیمنٹ میں تقریر کی آزادی ہوگی۔

(2) پارلیمنٹ کا کوئی رکن پارلیمنٹ یا اس کی کسی کمیٹی میں کہی ہوئی کسی بات یا دیے ہوئے کسی ووٹ سے متعلق کسی عدالت میں کسی کارروائی کا مستوجب نہ ہوگا اور کوئی شخص پارلیمنٹ کے ہر دو ایوانوں کے اختیار سے اس کے تحت کسی رپورٹ، پیپر، ووٹ یا کارروائی کی اشاعت کی بابت اس طرح مستوجب نہ ہوگا۔

(3) دیگر اعتبار سے پارلیمنٹ کے ہر ایک ایوان کے اور ہر ایوان کے ارکان اور کمیٹیوں

کے اختیارات، مراعات اور تحفظات ایسے ہوں گے جن کا پارلیمنٹ وقتاً فوقتاً قانون کے ذریعہ تعین کرے اور اس طرح تعین ہونے تک وہی ہوں گے جو اس ایوان اور اس کے ارکان اور کمیٹیوں کے بھارت کے آئین (چوالیسویں ترمیم) ایکٹ 1978 کی دفعہ 15 کی تاریخ نفاذ سے فوراً پہلے ہوں۔

(4) فقرہ جات (1)، (2) اور (3) کی توضیعات کا اطلاق ان اشخاص سے متعلق جن کو اس آئین کی رو سے پارلیمنٹ کے کسی ایوان یا اس کی کسی کمیٹی کی کارروائی میں تقریر کرنے اور اس میں دیگر طور پر حصہ لینے کا حق حاصل ہے ویسا ہی ہوگا جیسا ان کا اطلاق پارلیمنٹ کے ارکان سے متعلق ہوتا ہے۔

جیسا کہ اس دفعہ کی عبارت حاشیہ سے ظاہر ہے پارلیمنٹ کے ارکان کو بہت سی مراعات اور تحفظات حاصل ہیں۔ اکثر یہ سوال اٹھتا ہے کہ ان مراعات کا قانونی جواز کیا ہے۔ یہ وہ مراعات ہیں جو پارلیمنٹ کے ارکان کو آئین (44ویں ترمیم) ایکٹ کے نفاذ سے قبل حاصل تھیں۔ اور یہ مراعات تب تک جاری رہیں گی جب تک قانون وضع کر کے انھیں ختم نہیں کر دیا جاتا۔ ان مراعات میں پارلیمنٹ میں آزادیٔ تقریر کا حق حاصل ہے لیکن پارلیمنٹ کے ارکان اس کا استعمال آئین اور پارلیمنٹ کے قواعد و مستقل احکام کے مطابق ہی کر سکتے ہیں۔ اسی طرح پارلیمنٹ کی کارروائی کی اشاعت کے بارے میں جو تحفظ فراہم کیا گیا ہے وہ اس دفعہ کے فقرہ (2) کا عطا کردہ ہے اور یہ تحفظ آئین کی توضیعات کے تابع نہیں ہے۔

■ پنچایتیں

ہمارے ملک میں پنچایتیں بھی دیگر کاموں کے ساتھ ساتھ کبھی رسمی طور پر تو کبھی غیر رسمی طور پر انصاف رسانی کے کام کرتی رہی ہیں۔ 19ویں صدی کے اوائل میں 1816 کے ریگولیشن تعدادی 4 میں گاؤں کے مکھیا یا پٹیل کو گاؤں کا منصف بنانے کی بابت توضیع کی گئی تھی۔ ان پنچایتوں میں جو بھی فیصلے لیے جاتے تھے وہ متعلقہ فریقین کی رضامندی سے لیے جاتے تھے اور ان پنچایتوں کے لیے مالی اختیار سماعت جیسی کوئی قید نہیں تھی۔ یہ نظام ہمارے ملک کا بہت پرانا

نظام ہے۔ یہ مانا کہ یہ پنچایتیں کبھی کبھی اپنی من مانی بھی کرتی تھیں اور اب بھی ایسی غیر منظور شدہ پنچایتیں ذات پات سے متعلق معاملوں اور عائلی معاملوں میں اپنے من مانے فیصلے سناتی ہیں جن کا آئینی وقانونی اعتبار سے نہ کوئی جواز تھا اور نہ ہے۔ لیکن اس بات سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اس دور میں اخلاقی قدروں اور روایتی اقدار کا بہت زیادہ احترام کیا جاتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ان اداروں کے زیادہ فیصلے انصاف پر مبنی ہوتے تھے۔ بھارت کے آئین کے جز 9 میں پنچایتوں سے متعلق توضیعات کی گئی ہیں۔ یہ پنچایتیں دور قدیم کی پنچایتوں سے مختلف ہیں اور یہ معاشی ترقی، وسماجی انصاف کے معاملوں میں نمایاں کردار ادا کررہی ہیں اور ان کے ذریعے ہمارا جمہوری نظام ہندوستان کے ہر کونے اور ہر سطح پر پہنچ چکا ہے۔

1- پنچایت و گرام سبھا کی تعریف

آئین کی دفعہ 243 کے مطابق 'پنچایت' سے ایک ایسا ادارہ مراد ہے (خواہ اسے کسی بھی نام سے پکارا جائے) جسے دیہی علاقوں میں حکومت خود اختیاری کے لیے اس دفعہ کے تحت تشکیل دے۔

اسی دفعہ کے مطابق 'گرام سبھا' سے مراد ہے گاؤں کی سطح پر پنچایت کے علاقے کے اندر شامل کسی گاؤں سے متعلق انتخابی فہرستوں میں رجسٹر شدہ افراد سے مل کر بنی اکائی۔

آئین کی دفعہ 243 الف کے تحت گرام سبھا گاؤں کی سطح پر ایسے اختیارات کا استعمال کر سکے گی اور اس طرح کے کارہائے منصبی انجام دے سکے گی جس طرح کہ ریاست کی قانون ساز اسمبلی قانون کے ذریعے توضیع کرے۔

2- پنچایتوں کی تشکیل

آئین کی دفعہ 243 ب کے مطابق ہر ریاست میں گاؤں کی سطح پر، درمیانی سطح پر اور ضلعی سطح پر پنچایتوں کی تشکیل کی جائے گی۔ درمیانی سطح سے مراد ہے گاؤں اور ضلع سطحوں کے درمیان کی سطح۔ درمیانی سطح پر پنچایت کی اس ریاست میں تشکیل نہیں کی جاسکے گی جس کی آبادی 20 لاکھ کی حد سے تجاوز نہیں کرتی۔

3- پنچایتوں کی بناوٹ

آئین کی دفعہ 243ج پنچایتوں کی بناوٹ سے متعلق ہے۔اس دفعہ کا متن درج ذیل ہے۔

(1) اس حصے کی توضیعات کے تحت رہتے ہوئے کسی ریاست کی قانون ساز اسمبلی، قانون کے ذریعہ پنچایتوں کی بناوٹ کی بابت توضیع کر سکے گی۔

بشرطیکہ کسی بھی سطح پر پنچایت کے علاقائی حلقہ کی آبادی کا ایسی پنچایت میں انتخاب کے ذریعہ بھری جانے والی نشستوں کی تعداد کا تناسب پوری ریاست میں حتی الامکان یکساں ہو۔

(2) کسی پنچایت کی سبھی نشستیں، پنچایتی حلقے میں علاقائی چناؤ حلقے سے بلاواسطہ انتخاب کے ذریعہ منتخب افراد سے بھری جائیں گی اور اس مقصد کے لیے ہر ایک پنچایت حلقے کو علاقائی چناؤ حلقوں میں ایسے طریقے سے بانٹا جائے گا کہ ہر ایک چناؤ حلقے کی آبادی کا اس کو مختص نشستوں کی تعداد سے تناسب پورے پنچایتی حلقے میں حتی الامکان ایک ہی ہو۔

(3) کسی ریاست کی قانون ساز اسمبلی، قانون کے ذریعہ

(الف) گاؤں کی سطح پر پنچایتوں کے چیئرپرسن کا درمیانی سطح پر پنچایتوں میں یا ایسی ریاست کی صورت میں جہاں درمیانی سطح پر پنچایتیں نہیں ہیں، ضلع سطح پر پنچایتوں میں،

(ب) درمیانی سطح پر پنچایتوں کے چیئرپرسن کا ضلع سطح پر پنچایتوں میں،

(ج) لوک سبھا کے ایسے ارکان کا اور ریاست کی قانون ساز اسمبلی کے ایسے ارکان کا جو ان انتخابی حلقوں کی نمائندگی کرتے ہیں جن میں گاؤں سطح سے مختلف سطح پر کوئی پنچایت حلقہ پوری طرح یا جزوی طور پر شامل ہے، ایسی پنچایت میں،

(د) راجیہ سبھا کے ارکان کا اور ریاست کی قانون ساز کونسل کے ارکان کا جہاں وہ۔۔۔

(i) درمیانی سطح پر کسی پنچایت حلقے کے اندر رائے دہندہ کے طور پر رجسٹرڈ ہیں، درمیانی سطح پر پنچایت میں،

(ii) ضلع سطح پر کسی پنچایت حلقہ کے اندر رائے دہندہ کے طور پر رجسٹرڈ ہیں ضلع سطح پر

پنچایت میں، نمائندگی کرنے کے لیے توضیع کر سکے گی۔

(4) پنچایت کے چیئر پرسن اور ایسے دوسرے ارکان کو، چاہے وہ پنچایت حلقہ میں علاقائی انتخابی حلقے سے بلاواسطہ انتخاب کے ذریعہ منتخب ہوئے ہوں یا نہیں، پنچایت کے اجلاسوں میں ووٹ دینے کا حق ہوگا۔

(5) (الف) گاؤں سطح پر کسی پنچایت کے چیئر پرسن کا انتخاب ایسے طریقے سے، جس کی توضیع ریاست کی قانون ساز اسمبلی کرے، قانون کے ذریعہ کیا جائے، اور

(ب) درمیانی سطح یا ضلع سطح پر کسی پنچایت کے چیئر پرسن کا انتخاب، اس کے منتخب ارکان کے ذریعہ اپنے میں سے کیا جائے گا۔

4- نشستوں کا تحفظ

(1) ہر ایک پنچایت میں

(الف) درج فہرست ذاتوں اور

(ب) درج فہرست قبائل

کے لیے نشستیں محفوظ رہیں گی اور اس طرح محفوظ نشستوں کی تعداد کا تناسب، اس پنچایت میں بلاواسطہ انتخاب کے ذریعہ بھری جانے والی نشستوں کی کل تعداد سے حتی الامکان وہی ہوگا جو اس پنچایت حلقہ میں درج فہرست ذاتوں کی اور اس پنچایت حلقہ میں درج فہرست قبائل کی آبادی کا تناسب اس علاقے کی کل آبادی سے ہے اور ایسی نشستیں کسی پنچایت انتخابی حلقے کو باری باری سے الاٹ کی جا سکیں گی۔

(2) فقرہ (1) کے تحت محفوظ نشستوں کی کل تعداد کی کم سے کم ایک تہائی نشستیں، جیسی بھی صورت ہو، درج فہرست ذاتوں یا درج فہرست قبائل کی عورتوں کے لیے محفوظ رہیں گی۔

(3) ہر ایک پنچایت میں بلاواسطہ انتخاب کے ذریعہ بھری جانے والی نشستوں کی کل تعداد کی کم سے کم ایک تہائی نشستیں (جن کے تحت درج فہرست ذاتوں اور قبائل کی عورتوں کے لیے محفوظ نشستوں کی تعداد بھی ہے) عورتوں کے لیے محفوظ رہیں گی اور ایسی نشستیں کسی پنچایت

میں مختلف انتخابی حلقے کو باری باری سے الاٹ کی جاسکیں گی۔

(4) گاؤں یا کسی اور سطح پر چیئر پرسن کے عہدے درج فہرست ذاتوں، درج فہرست قبائل اور عورتوں کے لیے ایسے طریقے سے محفوظ رہیں گے، جو ریاست کی قانون ساز اسمبلی، قانون کے ذریعہ توضیع کرے۔

بشرطیکہ کسی ریاست میں ہر ایک سطح پر پنچایتوں میں درج فہرست ذاتوں اور درج فہرست قبائل کے لیے محفوظ چیئر پرسن کے عہدوں کی تعداد کا تناسب ہر ایک سطح پر اس پنچایت میں ایسے عہدوں کی کل تعداد سے حتی الامکان وہی ہوگا جو اس ریاست میں درج فہرست ذاتوں اور قبائل کی آبادی کا تناسب اس ریاست کی کل آبادی سے ہے۔

مزید شرط یہ ہے کہ ہر ایک سطح پر پنچایتوں میں چیئر پرسن کے عہدوں کی کل تعداد کے کم سے کم ایک تہائی عہدے عورتوں کے لیے محفوظ رہیں گے۔

مزید شرط یہ بھی کہ اس فقرہ کے تحت محفوظ عہدوں کی تعداد ہر ایک سطح پر مختلف پنچایتوں کو باری باری سے الاٹ کی جائے گی۔

(5) فقرہ (1) اور فقرہ (2) کے تحت نشستوں کا تحفظ اور فقرہ (4) کے تحت چیئر پرسن کے عہدوں کا تحفظ (جو عورتوں کے لیے تحفظ سے مختلف ہے)

(6) اس حصے کی کوئی بات کسی ریاست کی قانون ساز اسمبلی کو پچھڑے ہوئے شہریوں کے کسی طبقے کے حق میں کسی سطح پر کسی پنچایت میں نشستوں کے یا پنچایتوں میں چیئر پرسن کے عہدوں کے تحفظ کے لیے کوئی توضیع کرنے سے نہیں روکے گی۔

5- پنچایت کی مدت

آئین کی دفعہ 243ہ کے مطابق ہر ایک پنچایت اگر فی الوقت نافذ کسی قانون کے تحت پہلے ہی تحلیل نہیں کر دی جاتی ہے تو اپنے پہلے اجلاس کے لیے معین تاریخ سے 5 سال تک قائم رہے گی، اس سے زیادہ نہیں۔

6- رکنیت کے لیے نااہلیتیں

آئین کی دفعہ 243و کے مطابق، کوئی بھی شخص کسی پنچایت کا رکن چنے جانے کے لیے اور رکن ہونے کے لیے نااہل ہوگا اگر وہ متعلقہ ریاست کے قانون ساز مجلس کے انتخاب کے مقاصد کے لیے اس وقت نافذ کسی قانون کے ذریعے یا اس کے تحت نااہل قرار دے دیا جاتا ہے۔ البتہ کسی بھی شخص کو اس بنیاد پر نااہل نہیں قرار دیا جائے کہ اس کی عمر 25 سال سے کم ہے، اگر اس نے 21 برس کی عمر حاصل کر لی ہے۔

7- پنچایت کے اختیارات وذمہ داری

آئین کی دفعہ 243ز کے مطابق، کسی بھی ریاست کی قانون ساز مجلس، قانون کے ذریعے ایسے اختیارات عطا کر سکے گی جو انھیں حکومت اختیاری کے اداروں کے طور پر کام کرنے کے قابل بنانے کے لیے ضروری ہے۔ انہیں معاشری ترقی اور سماجی انصاف کے لیے منصوبے تیار کرنے اور معاشری ترقی اور سماجی انصاف کی ایسی اسکیموں کو، جو انھیں سونپی جائے، جن میں وہ اسکیمیں بھی شامل ہیں جو گیارھویں جدول میں درج معاملات سے متعلق ہیں، عمل درآمد کرنے سے متعلق اختیارات اور ذمہ داریاں سونپی جاسکتی ہے۔

8- پنچایتوں کو ٹیکس عائد کرنے کا اختیار

آئین کی دفعہ 243ح کے مطابق، کسی بھی ریاست کی قانون ساز اسمبلی، قانون کے ذریعہ، ایسے ٹیکس، محصول داری، راہ داری اور فیس لگانے، وصول کرنے اور تصرف کرنے کے لیے کسی پنچایت کو ضابطے کے مطابق اور بندشوں کے تحت رہتے ہوئے اختیارات دے سکے گی۔

9- پنچایتوں کی مالی حالت کا جائزہ لینے کے مالیاتی کمیشن کی تشکیل

آئین کی دفعہ 243ط کے مطابق:

(1) ریاست کا گورنر، آئین (73ویں ترمیم) ایکٹ 1992 کے آغاز سے ایک برس کے اندر جلد سے جلد اور اس کے بعد، ہر پانچ برس کے اختتام پر، مالیاتی کمیشن کی تشکیل کرے گا جو پنچایتوں کی مالی حالت کا جائزہ لے گا اور جو

(الف)(i) ریاست کے ذریعہ اکٹھا کیے گئے ٹیکسوں، محصولوں، راہداریوں اور فیسوں کی ایسی خالص آمدنیوں کی، ریاست اور پنچایتوں کے درمیان، جو اس حصہ کے تحت ان میں تقسیم کی جائیں، تقسیم کو اور سبھی سطحوں پر پنچایتوں کے درمیان ایسی آمدنیوں کے متعلقہ حصے کی تقسیم کو؛

(ii) ایسے ٹیکسوں، محصول، راہداریوں اور فیسوں کے تعین کو جو پنچایتوں کو تفویض کیا جاسکے گا یا ان کے ذریعہ متصرف کیا جاسکے گا؛

(iii) ریاست کے مجتمعہ فنڈ میں سے پنچایتوں کے لیے رقمی مدد کو متعین کرنے والے اصولوں کے بارے میں؛

(ب) پنچایتوں کی مالی حالت کو سدھارنے کے لیے ضروری اقدامات کے بارے میں؛

(ج) پنچایتوں کی مستحکم مالی حالت کے مفاد میں گورنر کے ذریعہ مالیاتی کمیشن کے حوالے کیے گئے کسی دوسرے معاملے کے بارے میں،

گورنر کو سفارش کرے گا۔

(2) ریاست کی قانون ساز مجلس قانون کے ذریعہ کمیشن کی تشکیل کا، ان اہلیتوں کا، جو کمیشن کے ارکان کے طور پر تقرری کے لیے مطلوب ہوں گی، اور اس طریقے کا جس سے ان کا انتخاب کیا جائے گا، توضیع کر سکے گی۔

(3) کمیشن اپنا طریقۂ کار طے کرے گا اور اسے اپنے کارہائے منصبی انجام دینے کے لیے ایسے اختیارات حاصل ہوں گے جو ریاست کی قانون ساز اسمبلی قانون کے ذریعہ اسے عطا کرے۔

(4) گورنر اس دفعہ کے تحت کمیشن کے ذریعہ کی گئی ہر سفارش کو، اس پر کی گئی کارروائی کی وضاحتی یادداشت کے ساتھ ریاست کی قانون ساز مجلس کے روبرو رکھوائے گا۔

حکومت ہند نے گرام نیالیہ ایکٹ کے تحت دیہاتوں میں عدالتیں قائم کرنے کا جو قانون بنایا ہے اس سے پنچایتوں کا رول اور بھی زیادہ اہم ہو جائے گا اور گرام نیالیہ کے نام سے موسوم عدالتوں کو بھی ان کے تعاون کی ضرورت ہوگی۔ حکومت ہند کی تجویز ہے کہ دیہی علاقوں میں اس قسم کی 5 ہزار سے بھی زیادہ عدالتیں قائم کی جائیں گی اور عام آدمیوں تک انصاف کی رسائی ہو۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ اس قانون پر کہاں تک عمل ہوتا ہے اور قائم ہونے کے بعد ان عدالتوں کی کارکردگی کیسی رہتی ہے اور یہ کہ ان کے کاموں میں بے جا مداخلت تو نہیں کی جاتی ہے۔

....

باب-5

قانون سازیہ

قانون ساز ادارے ہمارے قانونی نظام کا جز لاینفک ہیں۔قانونی نظام کی بنیاد ہی کسی ملک کے آئین اور قوانین پر ہوتی ہے۔آئین کو ہر ملک کا بنیادی قانون یا قانون اساسی سمجھا جاتا ہے اور کوئی بھی قانون جو آئین کے متناقض ہو اسے قانون کے زمرے سے باہر نکال دیا جاتا ہے۔لیکن اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ جس ملک میں آئین نہیں ہوگا تو وہاں جنگل راج ہوگا یا کوئی اور قانون نہیں ہوگا۔اس کی دو مثالیں ہمارے سامنے ہیں۔برطانیہ اور اسرائیل میں آئین نام کی کوئی قانونی کتاب نہیں ہے۔اسی طرح کسی ایسے ملک میں جہاں شرعی قانون ہو کوئی ضروری نہیں کہ وہاں آئین بھی ہو۔وہاں کا آئین الہامی کتاب قرآن کریم کی شکل میں ہوسکتا ہے۔البتہ اس بات پر کوئی پابندی نہیں کہ جس ملک میں شرعی قانون ہوگا تو وہاں آئین نہیں ہوگا۔وہاں بھی آئین ہوسکتا ہے اور اس کی بنیاد قرآن،شریعت اور فقہ پر ہوسکتی ہے۔

کسی بھی ملک کا قانون، وہاں کے عوام اور وہاں کے قانون ساز اداروں کی نمائندگی کرتا ہے۔لیجسلیچر،عوام یا قوم کا نمائندہ ہوتا ہے۔اسی لیے اس کے ذریعہ بنایا گیا قانون نہ صرف ان اداروں بلکہ عوام کے جذبات کی بھی عکاسی کرتا ہے۔بالفاظ دیگر کسی بھی قانون سے اس بات کا

اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ کسی ملک کے عوام، خاص طور سے جمہوری ملک کے، اپنے ملک میں کس قسم کا نظام چاہتے ہیں۔ جب ہم کسی قانون کی بات کرتے ہیں تو اس میں قوانین کے تحت بنائے گئے ضابطے بھی شامل ہوتے ہیں جیسے ہندوستانی پس منظر میں آئین کی دفعہ 240 کے تحت راشٹر پتی کے ذریعہ بنائے گئے ضابطے۔

وضع قانون کوئی آسان کام نہیں ہے۔ قانون وضع کرنے کے لیے کیبنٹ کو اس کی تمام پیچیدگیوں پر غور کرنا پڑتا ہے اور اس بات کا پورا پورا دھیان رکھنا پڑتا ہے کہ قانون کی شکل ایسی ہونی چاہیے جو ملک کے تمام لوگوں کو بلا حیل وحجت یا بنا ان کے جذبات مجروح ہوئے، قابل قبول ہو اور ایسے ان کی ضروریات پوری ہوں اور جو دشواریاں درپیش ہیں وہ دور ہوسکیں۔ کیبنٹ کی منظوری کے بعد متعلقہ وزارت بھی ان تمام پیچیدگیوں پر غور کرتی ہے اور ایک واضح تجویز وزارت قانون کو بھیجتی ہے۔ وزارت قانون میں واضع قانون کو، قانون وضع کرتے وقت بہت سی منزلوں سے گزرنا پڑتا ہے اور ان کی حتی الامکان کوشش یہی ہوتی ہے ملک وعوام کے سامنے ایک ایسا قانون رکھا جائے جس میں کوئی خامیاں نہ ہوں، لیکن غلطی کرنا انسانی فطرت ہے۔ واضع قانون، قانون وضع کرنے کے بعد اس کو ایک بل کی شکل دیتا ہے اور وہ بل ایک جمہوری حکومت میں ہمارے ملک کی طرح پارلیمنٹ میں پیش کیا جاتا ہے۔ وہاں پر مکمل بحث کی جاتی ہے، بل کے مختلف پہلوؤں پر غور کیا جاتا ہے اور اگر کوئی بل تکنیکی نوعیت کا ہے، جس کے مثبت اور منفی اثرات پر غور کرنا اشد ضروری ہے تو ایسے بل مختلف پارلیمانی کمیٹیوں کے حوالے کردیے جاتے ہیں، جو اس کے تمام پہلوؤں پر غور وخوض کرنے کے بعد اپنی رپورٹ دیتی ہیں۔ پھر ان رپورٹوں پر تفصیلی بحث ہوتی ہے اور اس بحث کے بعد اگر کچھ ترامیم ضروری ہوں تو وہ ترامیم کی جاتی ہیں۔ بعد ازاں ان ترامیم کو اس بل میں حسب ضرورت شامل یا نہ شامل کرکے ایوان کے ذریعہ پاس کردیا جاتا ہے۔ اس کے بعد وہ بل راشٹر پتی کو، ان کی منظوری کے لیے بھیج دیا جاتا ہے۔ راشٹر پتی اگر یہ سمجھتے ہیں کہ اس بل میں کچھ کمیاں ہیں یا قابل اعتراض باتیں ہیں تو وہ بل واپس بھیج سکتے ہیں۔ اس کے بعد کیا صورت حال رہتی ہے اس کی تفصیل نیچے درج ہے۔

وضع قانون کے مندرجہ بالا طریق کار کا جو مختصر ذکر کیا گیا ہے اس کا مقصد صرف یہ جاننا ہے کہ قانون نہایت غور و خوض اور محنت کے بعد بنایا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی قانون جلد بازی میں بنایا جاتا ہے تو اس میں بہت سی خامیاں رہ جاتی ہیں اور وہ عدالتوں کے ذریعہ کی گئی تعبیر کی کسوٹی پر کھرا نہیں اترتا۔ قانونی خدمات ایکٹ، ان مثالوں میں سے ایک ہے۔ کہا جاتا ہے کہ آدھی مقدمے بازی صرف اس لیے ہوتی ہے کہ قانون وضع کرنے والے قانون کو ٹھیک سے وضع نہیں کرتے۔ وضع قانون سے متعلق بہت سی کتابوں میں، واضع قانون کے بارے میں یہ حوالہ دیا گیا ہے۔

''میں پارلیمنٹ کا واضع قانون ہوں،
میں ملک کے قوانین وضع کرتا ہوں،
بیشک آدھی مقدمے بازی کا میں ہی ذمہ دار ہوں
میں ایسی انگریزی کا استعمال کرتا ہوں جسے سمجھنا آسان نہیں:
اگرچہ زبان کی فصاحت و بلاغت کا خیال رکھنے والے اسے پسند نہیں کرتے،
وکلا اسے اعلیٰ درجے کی زبان کہتے ہیں''

لارڈ میکالے جنھیں ہندوستان کے قوانین وضع کیے جانے کے معاملے میں ایک چمپئن کا درجہ حاصل ہے، ان کا بھی یہ کہنا تھا کہ قانون اس طرح بنایا جائے اور اس میں ایسی زبان استعمال کی جائے جسے درمیانی پڑھے لکھے لوگ سمجھ سکیں۔ قانون وضع ہونے کے بعد قانون ساز اداروں کو اور اس کے بعد ان کی تعبیر کے بارے میں عدلیہ کو ایک نہایت اہم کردار ادا کرنا ہوتا ہے۔ جہاں تک قانون ساز اداروں کی بات ہے، ان کا خاص کام یہ دھیان رکھنا ہے کہ جو قانون وہ بنا رہے ہیں وہ مفاد عامہ کے حق میں ہے اور وہ صرف مخصوص لوگوں کے لیے ہی نہیں بلکہ سب کے لیے بنایا جا رہا ہے۔ اگر کوئی قانون چند لوگوں کو دھیان میں رکھ کر بنایا جاتا ہے تو اس قانون میں امتیاز کی بو آتی ہے اور امتیاز سے انسانی حقوق کی بنیادی خصوصیات اور اس کے اغراض کو ٹھیس پہنچتی ہے قانون بننے کے بعد جب اس کے اطلاق یا اس کے لاگو کرنے کا معاملہ سامنے آتا ہے یا جب اسے لاگو کیا جاتا ہے تو

اس وقت سے ہی اس بات کا اندازہ لگنا شروع ہو جاتا ہے کہ اس میں کیا کمیاں ہیں اور اس سے کیا دشواریاں پیدا ہوں گی۔ کبھی کبھی بل پاس ہونے کے باوجود بھی وہ بل قانونی شکل اختیار نہیں کر پاتا یا اسے لاگو کرنے سے متعلق نوٹیفکیشن عوام کی مخالفت یا دیگر وجوہات سے جاری نہیں ہو پاتا۔ ڈاک خانہ سے متعلق بل اور دہلی کرایہ داری سے متعلق بل، اول الذکر کا قانونی شکل اختیار نہ کرنا اور آخر الذکر کا ابھی تک نوٹیفکیشن جاری نہ ہونا ایسی ہی صورت حال کو ظاہر کرتا ہے۔

ان سب باتوں سے یہ بات پھر ایک بار ظاہر ہو جاتی ہے کہ عوام کے سامنے جو قانون آتا ہے اسے بہت ہی کسوٹیوں پر پرکھنے کے بعد ان کے سامنے لایا جاتا ہے۔ لیکن پھر بھی اس میں کچھ نہ کچھ خامیاں رہ ہی جاتی ہیں۔

1۔ پارلیمنٹ میں پیش ہونے والے بلوں کی نوعیت و منظوری کا طریق کار

آیئے سب سے پہلے یہ دیکھیں کہ بل اور ایکٹ میں کیا فرق ہے۔ بل پارلیمنٹ کے کسی بھی ایوان میں ایک وضع قانون سے متعلق تجویز کی شکل میں پیش کیا جاتا ہے۔ یہ دراصل تجویز کا ڈرافٹ ہوتا ہے اور جب اسے دونوں ایوانوں سے منظوری مل جاتی ہے اور اس کے بعد صدر مملکت اس کی بابت اپنی منظوری دے دیتے ہیں تو وہ بل قانون کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ مگر یاد رہے کہ یہ قانون تب تک لاگو نہیں ہوتا جب تک کہ اس کے نفاذ کی بابت نوٹیفکیشن جاری نہیں کر دیا جاتا۔ کبھی کبھی خود ایکٹ میں بھی اس بات کی صراحت کر دی جاتی ہے کہ یہ ایکٹ کسی مقررہ تاریخ کو کوئی مقررہ شرط پوری ہونے پر لاگو ہوگا۔ بل پارلیمنٹ میں کسی بھی منسٹر کے ذریعے کسی بھی ایوان میں پیش کیا جا سکتا ہے۔ البتہ یہ بل کی نوعیت پر منحصر کرے گا کہ بل کون سے ایوان میں پیش کیا جائے گا۔ مثلاً یہ اگر معمولی بل ہے تو اسے کسی بھی ایوان میں پیش کیا جا سکتا ہے لیکن اگر وہ بل رقمی بل یعنی Money Bill ہے تو اسے راجیہ سبھا میں نہیں پیش کیا جا سکتا بلکہ اسے صرف لوک سبھا میں ہی پیش کیا جا سکتا ہے۔ جو بل منسٹر کے ذریعے پیش کیا جاتا ہے اسے سرکاری بل کہا جاتا ہے اور جو بل کسی پرائیویٹ ممبر کے ذریعے پیش کیا جاتا ہے اسے پرائیویٹ بل کہا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ بلوں کو دو اور زمروں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے یعنی پرائیویٹ بل و پبلک بل۔ پرائیویٹ بل کا تعلق

کسی خاص شخص یا کارپوریشن یا ادارے سے ہوتا ہے جبکہ پبلک بل کا تعلق کسی ایسے معاملے سے ہوتا ہے جس کی عوامی نوعیت ہو۔یتیم خانوں اور خیراتی اداروں سے متعلق بل اور وقف بلوں کا شمار پرائیویٹ بلوں میں ہوتا ہے۔

2۔عام بلوں کی منظوری کا طریق کار

اس بل کو پارلیمنٹ کے کسی بھی ایوان میں تین منازل سے گزرنا پڑتا ہے۔پہلی منزل کو انٹروڈکشن اسٹیج کہتے ہیں یعنی وہ منزل جب یہ بل پارلیمنٹ میں پیش کیا جائے۔دوسری اسٹیج کو بحث کی اسٹیج کہتے ہیں۔تیسری اسٹیج ہے ووٹنگ اسٹیج۔

3۔پہلی منزل۔پہلی ریڈنگ/پیش کیے جانے کی اسٹیج

اس اسٹیج میں سب سے پہلے متعلقہ وزیر ایوان سے بل پیش کرنے کی اجازت مانگتے ہیں۔اگر بل اہم نوعیت کا ہے تو وزیر موصوف اس کے بارے میں ایک مختصر تقریر کرتے ہیں۔ بل پیش کیے جانے کے بعد یہ تصور کیا جاتا ہے کہ پہلی ریڈنگ مکمل ہو گئی۔اس طرح پہلی اسٹیج میں صرف بل سے متعلق اصولوں اور اس کی توضیعات کی بابت چرچا کی جاتی ہے۔

4۔دوسری منزل۔بحث کی اسٹیج

اس اسٹیج پر بل کی توضیعات پر غور کیا جاتا ہے اس منزل کو ایک بار پھر تین منزلوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

پہلی اسٹیج: اس میں صرف بل کے اصولوں پر بحث ہوتی ہے۔اس اسٹیج پر ایوان کے سامنے تین متبادل ہوتے ہیں۔پہلا یہ کہ بل پر براہ راست غور کر لیا جائے یا بل اسٹینڈنگ کمیٹی کے حوالے کر دیا جائے یا اسے لوگوں کی رائے جاننے کے لیے سرکولیٹ کیا جائے۔

دوسری منزل۔رپورٹ پر بحث: اس اسٹیج پر بل کی رپورٹ کی بنا پر ہر فقرے پر غور کیا جاتا ہے۔جب تمام فقروں پر بحث ہو جائے اور ان کا نمٹارہ ہو جائے تو یہ سمجھا جائے گا کہ دوسری ریڈنگ مکمل ہو گئی۔یہی وہ منزل ہے جس میں بل میں کوئی تبدیلی یا ترمیم کی جا سکتی ہے۔یہ ترمیم/تبدیلی بل کا حصہ بن جاتی ہے بشرطیکہ حاضر ممبران کی اکثریت اسے منظور کر لیں اور اس کے

حق میں ووٹ دے دیں۔

- تیسری منزل-تیسری ریڈنگ/ووٹنگ اسٹیج:اس اسٹیج پر بحث صرف اس بات تک محدود ہوتی ہے کہ بل کومنظور کیا جائے یا نامنظور اور ایسا کرتے وقت اس کی تفاصیل کا کوئی حوالہ نہیں دیا جاتا۔بل پاس ہونے کے بعد دوسرے ایوان کو بھیج دیا جاتا ہے۔

5-دوسرے ایوان میں بلوں کی منظوری کا طریق کار

رقمی بل کے علاوہ کوئی دیگر بل جسے راجیہ سبھا بھیج دیا جائے، تو اسے انھیں منازل سے گزرنا پڑتا ہے جن کا اوپر ذکر کیا گیا ہے یعنی وہ منازل جن سے یہ بل پہلے ایوان میں گزرا تھا۔اگر دوسرا ایوان اس میں کوئی ترمیم کرتا ہے تو وہ بل پھر پہلے ایوان کو واپس بھیج دیا جاتا ہے اور اگر پہلا ایوان ان ترامیم سے اتفاق نہیں کرتا تو اس بل کی بابت یہ سمجھا جائے گا کہ دونوں ایوان متفق نہیں ہیں۔ ایسی صورت میں یا دوسرے ایوان میں 6 مہینے سے زیادہ گزر جانے کے بعد صدر مملکت دونوں ایوانوں کا مشترکہ اجلاس بلا سکتے ہیں اور تعطل کو معمولی اکثریت سے دور کیا جا سکتا ہے۔ایسے مشترکہ سیشن میں جو بل اب تک پاس ہوئے ہیں ان میں ممانعت جہیز ایکٹ، 1961، بینک کاری خدمات کمیشن منسوخی بل 1978 اور انسداد دہشت گردی بل 2002 قابل ذکر ہیں۔ اس کے بعد وہ بل راشٹر پتی کو، ان کی منظوری کے لیے بھیج دیا جاتا ہے۔ راشٹر پتی اس بل کو اسی صورت میں منظوری دے دیں گے یا اگر وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اس بل میں کچھ کمیاں ہیں یا قابل اعتراض باتیں ہیں تو وہ بل اپنی سفارشات کے ساتھ واپس بھیج سکتے ہیں۔ بشرطیکہ بل Money bill نہیں ہے۔ایسی صورت میں پارلیمنٹ کو اس پر دوبارہ غور کرنا ہوگا۔دوبارہ غور کرنے بعد جب بل صدر مملکت کو بھیجا جائے تو ان کے لیے یہ لازم ہوگا کہ وہ اسے منظوری دیں لیکن یہاں اس بات کا ذکر بے محل نہ ہوگا کہ اگر صدر منظوری نہیں دیتے ہیں اور بل روکے رکھتے ہیں تو اس بل کی بابت یہ سمجھا جائے گا کہ وہ بل ڈراپ ہو گیا۔لیکن یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ بل اگر آئین میں کسی ترمیم سے متعلق ہے تو صدر مملکت کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ اس کو واپس کر سکیں۔انھیں اس بل کو منظوری دینے ہی پڑے گی۔

ایوان کے روبرو پیش کیے جانے والے بلوں کے ساتھ مندرجہ ذیل دستاویزات لگائی جائیں گی:

(الف) اغراض ومقاصد

(ب) مالی میمورنڈم اگر اخراجات مجتمعہ فنڈ سے پورے کیے جانے ہوں

(ج) بل میں اگر مفوضہ قانون سازی ہوتو اس سے متعلق میمورنڈم

(د) ترمیمی بلوں کی صورت میں اصل ایکٹ کی ان توضیحات کا متن جن میں ترمیم درکار ہو

(ہ) تبدل پذیر بلوں کی صورت میں، بل میں کی گئی تبدیلی، اگر کوئی ہو، جو آرڈی نینس میں درج نفس موضوع میں کی گئی ہو

(و) ریاستی قانون سازی کے معاملے میں آئین کی متذکرہ دفعات کے تحت گورنر کی سفارش۔

6- صدر کو آرڈی ینئس جاری کرنے کا اختیار

آئین کی دفعہ 123 کے مطابق، پارلیمنٹ کے وقفے کے دوران یعنی جب پارلیمنٹ برسراجلاس نہ ہو تو صدر جمہوریہ ہند کو قانون سازی کی بابت وہی اختیارات حاصل ہوتے ہیں جو پارلیمنٹ کو حاصل ہیں۔ جس طرح پارلیمنٹ کسی بل پر ضروری بحث اور غور وفکر کے بعد اسے منظوری دیتی ہے اور بعدازاں وہ بل صدر کی منظوری کے بعد قانون کی شکل اختیار کر لیتا ہے اسی طرح صدر بھی پارلیمنٹ کے وقفے کے دوران ضرورت پڑنے پر آرڈی نینس جاری کر سکتے ہیں۔ انھیں صرف یہ اطمینان کرنا ہوتا ہے کہ کیا واقعی ایسی صورت حال ہے کہ آرڈی نینس جاری کیا جائے۔ وہ اپنی یہ رائے کیبنٹ کی دی گئی صلاح کی بنیاد پر قائم کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں ٹی وینکٹ ریڈی بنام ریاست آندھرا پردیش (اے آئی آر 1985 ایس سی 724) اور اے کے رائے بنام یونین آف انڈیا (اے آئی آر 1982 ایس سی 710) والے معاملوں کا حوالہ دیا جاسکتا ہے لیکن آرڈی نینس کو ایوان کے برسراجلاس ہونے کے باوجود منظوری کے لیے جان بوجھ کر پیش نہ کرنا اور اس میں ٹال مٹول کرنا تاکہ آرڈی نینس کو دوبارہ جاری کیا جاسکے آئینی طور پر غلط ہے اور اسی اصول کی بنیاد پر ڈی سی ودھوا بنام ریاست بہار (اے آئی آر 1987 ایس سی 579) والے معاملے میں سپریم

کورٹ نے گورنر کے ذریعہ کی جانے والی کارروائی کو آئین کے ساتھ ایک دھوکہ بتایا تھا اور یہ کہا تھا کہ ایسے حالات میں کسی دوبارہ جاری کیے گئے آرڈینینس کو منسوخ کیا جا سکتا ہے۔ اس دفعہ کے تحت جاری کیے ہوئے آرڈی نینس کو وہی نفوذ اور اثر حاصل ہوگا جو پارلیمنٹ کے کسی ایکٹ کو حاصل ہوتا ہے لیکن ہر ایسا آرڈی نینس پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں میں پیش ہوگا اور پارلیمنٹ کے مکرر اجلاس کرنے سے چھ ہفتوں کے منقضی ہونے پر یا اگر اس مدت کے منقضی ہونے سے قبل دونوں ایوان اس کو نامنظور کرتے ہوئے قراردادیں منظور کریں تو ان قراردادوں میں سے دوسری قرارداد کے منظور ہونے پر نافذ العمل نہیں رہے گا، اور صدر کسی بھی وقت واپس لے سکے گا۔

قانون سازی کا عمل، جدول 7 ویونین فہرست، ریاستی فہرست وہم درجہ فہرست:

ہمارے ملک میں قانون سازی آئین کی توضیحات، ایوانوں سے متعلق اس ضمن میں بنائے گئے ضوابط وقواعد اور پارلیمانی روایتوں کے مطابق ہوتی ہے۔ یونین فہرست سے مراد وہ فہرست ہے جس میں مندرجہ موضوعات پر صرف مرکزی حکومت قانون سازی کرنے کی مجاز ہوتی ہے جبکہ ریاستی فہرست سے وہ فہرست مراد ہے جس میں مندرجہ موضوعات پر صوبائی حکومتیں قانون سازی کرنے کی مجاز ہوتی ہے۔ البتہ ہم درجہ فہرست (Concurrent List) سے وہ فہرست مراد ہے جس میں مندرجہ موضوعات پر مرکزی اور صوبائی حکومتیں قانون سازی کرنے کی مجاز ہوتی ہیں۔ یہ تینوں فہرستیں آئین کے جدول 7 میں شامل ہیں۔ یہاں اس بات کا ذکر بے محل نہ ہوگا کہ مرکزی سرکار ہنگامی و مخصوص صورت حال میں، جس کی تفصیل ہمارے آئین میں درج ہے، ریاستی فہرست میں درج امور سے متعلق بھی قانون بنا سکتی ہے۔ آئین کی دفعہ 250 کے تحت ناگہانی حالات میں ریاستی فہرست میں مندرجہ امور میں سے کسی بھی امر سے متعلق قوانین بنانے کا اختیار حاصل ہے۔ پارلیمنٹ کا بنایا ہوا کوئی قانون جس کو پارلیمنٹ بنانے کی مجاز نہ ہوتی اگر ناگہانی حالت کا اعلان نامہ اجرا نہ ہوتا اس ناگہانی حالت کے اعلان کے نفاذ کے موقوف ہو جانے کے بعد چھ مہینے منقضی ہونے پر جواز نہ ہونے کی حد تک موثر نہ رہے گا سوائے ان امور کے جو مذکورہ مدت کے منقضی ہونے کے پہلے کیے گئے ہوں یا جن کا کیا جانا ترک کر دیا گیا ہو۔

باب-6

عدلیہ

عدلیہ میں مرکزی سطح پر سپریم کورٹ اور ریاستی سطح پر ہائی کورٹ وذیلی عدالتیں شامل ہیں۔ اس کے علاوہ بہت سے ایسے ٹریبونل وبورڈ وغیرہ بھی ہیں جو عدالتی یا نیم عدالتی اداروں کے زمرے میں آتے ہیں اور جنھیں مختلف قوانین، قواعد وضوابط کے تحت بنایا گیا ہے۔ ان میں کچھ اہم اداروں کی تفصیل باب 7 بعنوان 'نیم عدالتی ادارے' میں دی گئی ہے۔ جیسے سینٹرل ایڈمنسٹریٹیو ٹریبونل، انکم ٹیکس ٹریبونل، سیلس ٹیکس ٹریبونل، رینٹ کنٹرول ٹریبونل، آئی ٹی اے ٹی یعنی انکم ٹیکس اپیلی ٹریبونل، قرضہ جات کی وصولی سے متعلق ٹریبونل، کسٹم، ایکسائز اور گولڈ (کنٹرول) اپیلی ٹریبونل یعنی CEGAT (جس کا اب نیا نام CESTAT ہے) یعنی کسٹم، ایکسائز اور سروس ٹیکس اپیلی ٹریبونل، بجلی اپیلی ٹریبونل، انٹیلیکچول پروپرٹی اپیلی بورڈ، ریلوے کلیم ٹریبونل، SEBI وغیرہ۔

■ سپریم کورٹ

26 جنوری 1950 کو ہندوستان کا آئین نافذ ہوا۔ اسی دن ہندوستان کی سب سے بڑی

عدالت یاعدالت عظمیٰ جسے ہم سب سپریم کورٹ کے نام سے جانتے ہیں قائم کی گئی۔سپریم کورٹ کا بنیادی کام افراد کے بنیادی حقوق اور آزادیوں کی حفاظت کرنا ہے۔ایسا وہ اپنے ابتدائی اختیار سماعت اور اپیلی اختیار سماعت دونوں میں کرتی ہے۔یہ اس کا اتنا اہم کام ہے جس کی اہمیت بدلتے ہوئے حالات اور انسانی حقوق کے تحفظ کے معاملے میں بین الاقوامی کوششوں کے پس منظر میں اور بھی زیادہ بڑھ گئی ہے۔ویسے بھی کسی بھی ملک کے آئین یا دستور یا قانون اساسی میں بنیادی حقوق کی وہی حیثیت ہوتی ہے جو جسمانی نظام میں شہ رگ کی۔انسانی حقوق عطا کرنے کی غرض اور واحد غرض یہی ہوتی ہے کہ عوام کے تمام شہری، سیاسی، سماجی، معاشی، تہذیبی، ثقافتی، ومذہبی حقوق کی حفاظت کی جائے۔اس ضمن میں سپریم کورٹ نے ہمیشہ نمایاں کردار ادا کیا ہے۔

سپریم کورٹ وہ واحد حتمی اتھارٹی ہے جسے آئین اور دیگر قوانین کی تعبیر کرنے اور ان کی توضیحات کو عمل درآمد کرانے کا پورا پورا اختیار حاصل ہے۔یہی وجہ ہے کہ جہاں پر انتظامیہ ناکام ہوجاتی ہے وہاں پر سپریم کورٹ نے بہت سے ایسے فیصلے دیے ہیں جن سے بگڑتے ہوئے حالات کو سدھارنے میں کافی مدد ملی ہے چاہے جنسی مساوات مرد و زن کا معاملہ ہو، ماحولیاتی آلودگی سے تحفظ کا معاملہ ہو یا کسی شخص کو اس کی آزادی سے غلط طریقے سے محروم کرنے کا معاملہ ہو۔اس کے علاوہ اس نے بین الریاستی تنازعات اور صدارتی استصواب جیسے معاملوں میں بھی ہمیشہ نمایاں کردار ادا کیا ہے۔

1- سپریم کورٹ کا قیام اور اس کی تشکیل

سپریم کورٹ کا قیام اور اس کی تشکیل آئین کی دفعہ 124 کے مطابق کی جاتی ہے۔سپریم کورٹ کے سربراہ کو بھارت کا چیف جسٹس کہا جاتا ہے۔اس میں چیف جسٹس کے علاوہ 7 یا اتنی تعداد میں جتنی پارلیمنٹ قانون کے ذریعے مقرر کرے دیگر جج ہوتے ہیں۔سپریم کورٹ کے ہر جج کا تقرر صدر اپنے دستخط اور مہر سے حکم نامے (وارنٹ) کے ذریعے سپریم کورٹ یا ریاستوں کے ہائی کورٹوں کے ایسے ججوں سے صلاح و مشورے سے کرتے ہیں جنھیں صدر ضروری تصور کریں اور اس طرح مقرر کیے گئے جج 65 سال کی عمر تک اپنے عہدے پر فائز رہتے ہیں لیکن چیف جسٹس

کے تقرر کے علاوہ دیگر ججوں کا تقرر ہمیشہ بھارت کے چیف جسٹس سے صلاح ومشورے کے بعد ہی کیا جاتا ہے۔

2۔سپریم کورٹ کا جج بننے کے لیے ضروری اہلیت

آئین کی دفعہ 124 کے تحت سپریم کورٹ کا جج بننے کے لیے ہندوستان کا شہری ہونا لازمی ہے۔اس کے علاوہ مندرجہ ذیل شرائط بھی پورا کرنا ضروری ہے۔

(الف) کسی ہائی کورٹ کا یا دو یا دو سے زیادہ ایسی عدالتوں کا کم سے کم متواتر پانچ سال تک جج رہا ہو، یا

(ب) کسی ہائی کورٹ کا یا دو یا دو سے زیادہ ایسی عدالتوں کا کم سے کم متواتر دس سال تک ایڈووکیٹ رہا ہو، یا

(ج) صدر کی رائے میں ایک ممتاز قانون داں ہو۔

متذکرہ بالا فقرہ جات (الف) و (ب) کے تحت تو سبھی تقرریاں ہوتی رہی ہیں مگر ہندوستان میں ایسے بہت سے ممتاز قانون داں ہمیشہ اس عہدے پر تقرری سے محروم رہے ہیں حالانکہ ان کی علمی لیاقت اور دانشمندانہ صلاحیت اس درجے کی ہوتی ہے کہ خود سپریم کورٹ کے جج اپنے فیصلوں میں ان کا حوالہ دیتے ہیں اور کبھی کبھی تو ان کی کتابوں اور ان کی رائے کو اپنے فیصلوں کی بنیاد بنائے ہیں۔

3۔سپریم کورٹ کے جج کی تقرری سے متعلق سفارش

سپریم کورٹ کے جج کی تقرری کی سفارش کس طرح اور کن اصولوں کے مطابق کی جائے اس ضمن میں بھی خود سپریم کورٹ کی ہی کچھ نظائر موجود ہیں۔

جیسا کہ اوپر کہا گیا ہے سپریم کورٹ کے ہر جج کا تقرر صدر اپنے دستخط اور مہر سے حکم نامہ کے ذریعہ سپریم کورٹ یا ریاستوں کی ہائی کورٹوں کے ایسے ججوں سے صلاح کے بعد کرے گا جنھیں صدر اس غرض سے ضروری تصور کریں اور چیف جسٹس کے سوا کسی دوسرے جج کے تقرر کی صورت میں بھارت کے چیف جسٹس سے ہمیشہ صلاح ومشورہ کیا جائے گا لیکن یہاں یہ بات بھی قابل ذکر

ہے اور ایس پی گپتا بنام یونین آف انڈیا والے معاملے (اے آئی آر 1982 ایس سی 149) میں بھی یہ فیصلہ دیا گیا تھا کہ صلاح ومشورہ بامعنی اور مؤثر ہونا چاہیے لیکن ایسا کرتے وقت اتفاق رائے ہونا ضروری نہیں ہے۔

اس سلسلے میں صدارتی استصواب سے متعلق معاملے (اے آئی آر 1999 ایس سی 1) کا بھی حوالہ دیا جاسکتا ہے جس کی سماعت سپریم کورٹ کے 9 ججوں پر مشتمل ایک بینچ نے کی تھی اور یہ فیصلہ دیا تھا کہ بھارت کے چیف جسٹس کی ججوں کی تقرری سے متعلق سفارشات صلاح ومشورے کے طریق کار اور اصولوں کے مطابق ہونی چاہیے اور اگر وہ ایسا نہیں کرتے ہیں تو ان کی سفارشات مرکزی حکومت کے لیے قابل پابندی نہیں ہیں۔اس معاملے میں مندرجہ ذیل تجاویز پر زور دیا گیا تھا۔

(1) سپریم کورٹ کے ججوں کی تقرری کے معاملے میں بھارت کے چیف جسٹس کو سپریم کورٹ کے چار سب سے سینئر ججوں سے صلاح ومشورہ کرنا چاہیے۔اگر ان میں سے دو جج بھی کسی امیدوار کے بارے میں مخالف رائے رکھتے ہوں یا بالفاظ دیگر اچھی رائے نہیں رکھتے تو چیف جسٹس کو اپنی سفارش حکومت کو نہیں بھیجنی چاہیے۔

(2) چار سینئر ججوں کو فیصلہ اتفاق رائے سے کرنا چاہیے اور جب تک ان کا اور چیف جسٹس کا فیصلہ ایک نہ ہو تب تک سفارش نہیں کی جانی چاہیے۔

(3) ہائی کورٹ کے ججوں کے تبادلے کے معاملے میں بھارت کے چیف جسٹس کو چار سینئر ججوں کے علاوہ ان دونوں ہائی کورٹوں کے چیف جسٹس سے بھی مشورہ کرنا چاہیے جہاں سے متعلقہ جج کا تبادلہ کیا جارہا ہے اور جہاں پر کیا جارہا ہے۔

(4) ہائی کورٹ کے ججوں کی تقرری کے معاملے میں بھارت کے چیف جسٹس کو سپریم کورٹ کے صرف دو سب سے سینئر ججوں سے صلاح ومشورہ کرنے کی ضرورت ہے۔

(5) صلاح ومشورہ کے طریق کار کا یہ تقاضا ہے کہ ایک سے زیادہ ججوں سے مشورہ کیا جانا چاہیے اور بھارت کے چیف جسٹس کی صرف اپنی رائے سے اس طریق کار کی عمل درآمد گی مکمل

نہیں ہوتی۔

(6) ہائی کورٹوں کے جونیئر جج کے تبادلے کے معاملوں پر قانونی طور پر نظر ثانی تب ہی کی جاسکتی ہے جب بھارت کے چیف جسٹس نے ان کے تبادلے کی سفارش سپریم کورٹ کے چار سب سے سینئر ججوں اور متعلقہ ہائی کورٹوں کے چیف جسٹس سے صلاح ومشورے کے بغیر کی ہو۔

(7) بھارت کے چیف جسٹس کے اپنے ساتھیوں سے صلاح ومشورے کے عمل میں ان ججوں کے ساتھ صلاح ومشورہ بھی شامل ہے جو متعلقہ ہائی کورٹ سے یا دیگر کسی کورٹ سے تبادلہ کی صورت میں اس کورٹ کے جج یا چیف جسٹس کے عہدے پر فائز رہے ہوں وواقفیت رکھتے ہیں۔

(8) اگر کسی شخص کے نام کی سفارش نہیں کی جاتی ہے تو ایسا کرنے کی معقول وجہ ہونی چاہیے اور اس کے صرف مثبت اسباب کا ذکر کیا جانا چاہیے جہاں تک ان ججوں کی رائے کا سوال ہے جن کے ساتھ بھارت کے چیف جسٹس نے مشورہ کیا ہے وہ تحریری شکل میں ہونی چاہیے اور بھارت کے چیف جسٹس کی سفارش کے ساتھ ساتھ اسے بھی بھیجا جانا چاہیے۔

4-سپریم کورٹ کے جج کو عہدے سے علاحدہ کرنا

سپریم کورٹ کے جج کو اس کے عہدے سے ہٹانا ایک انتہائی پیچیدہ مسئلہ ہے اور آئین وضع کرتے وقت آئین وضع کرنے والوں نے اس بات کو یقینی طور پر ملحوظ خاطر رکھا ہوگا کہ اس قسم کے اعلیٰ عہدوں پر فائز عظیم المرتبت افراد کے کیریئر کے ساتھ کسی قسم کا کھلواڑ نہ کیا جائے اور انھیں صرف اتہام بدنظمی یا ان کی نااہلیت ثابت ہونے پر ہی عہدے سے ہٹایا جاسکتا ہے، جیسا کہ مندرجہ ذیل دفعہ میں درج ہے۔

124: سپریم کورٹ کے کسی جج کو اس کے عہدے سے اس وقت تک علاحدہ نہیں کیا جائے گا، جب تک کہ ثابت شدہ بداطواری یا نااہلیت کی بنا پر ایسی علاحدگی کے لیے پارلیمنٹ کے ہر ایوان سے اس ایوان کی جملہ رکنیت کی اکثریت اور اس ایوان کے ایسے ارکان کی کم سے کم دو تہائی اکثریت کی تائید سے، جو موجود ہوں اور رائے دیں، صدر کو ایسے اجلاس میں عرض داشت پیش ہونے پر صدر حکم صادر نہ کریں۔

اسی دفعہ کے فقرہ (5) میں یہ بات بھی کہی گئی ہے کہ پارلیمنٹ فقرہ (4) کے تحت عرض داشت پیش کرنے اور کسی جج کی بداطواری یا نااہلیت کی تفتیش اور ثبوت کا طریق کار قانون کے ذریعہ منضبط کر سکے گی۔

(1) مواخذہ کا طریق کار: لوک سبھا کے 100 یا راجیہ سبھا کے 50 ارکان اپنے دستخط کر کے اسپیکر یا چیئر پرسن کو مواخذہ کی کارروائی شروع کرنے کے لیے ایک نوٹس بھیجیں گے۔

(2) اسپیکر یا چیئر پرسن آئین کی دفعہ (4)124 کے تحت بداطواری یا نااہلیت کے الزامات کی جانچ کرنے کے لیے ایک کمیٹی تشکیل دیں گے۔ یہ کمیٹی سپریم کورٹ کے ایک جج، کسی ہائی کورٹ کے چیف جسٹس اور ایک شہرت یافتہ ماہر قانون پر مشتمل ہوگی۔ یہ کمیٹی معاملے کی جانچ کرے گی اور متعلقہ جج کو اپنے دفاع کا پورا پورا موقع دے گی۔ اگر یہ کمیٹی یہ نتیجہ اخذ کرتی ہے کہ متعلقہ جج بد اطواری کا مرتکب ہے، تو پارلیمنٹ کے کسی بھی ایوان میں مواخذہ کا موشن لایا جاسکتا ہے۔

(3) مواخذہ کی کارروائی کے دوران بھی متعلقہ جج کو حق دفاع اور اپنی بات کہنے کا پورا پورا حق حاصل ہوگا۔

(4) متذکرہ مواخذہ کو پارلیمنٹ کے ہر ایوان سے اس ایوان کی جملہ رکنیت کی اکثریت اور اس ایوان کے ایسے ارکان کی کم سے کم دوتہائی اکثریت کی تائید سے، جو ہاؤس میں موجود ہوں اور رائے دیں، منظور کرے گی۔ اس کے بعد ہی جج کو عہدے سے علاحدہ کرنے کے لیے نوٹیفکیشن جاری کرنے کی غرض سے معاملہ صدر جمہوریہ کو بھیجا جائے گا۔

کے ویر سوامی بنام یونین آف انڈیا والے معاملے (1991) (3 ایس سی سی 655) میں سپریم کورٹ نے یہ کہا تھا کہ ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ کے ججوں کو اتہام بدنظمی یا ان کی نااہلیت ثابت ہونے پر عہدے سے ہٹایا جاسکتا ہے لیکن جہاں تک انتظامیہ کا سوال ہے اسے یہ حق تو حاصل ہے کہ وہ ججوں کا تقرر کر سکے لیکن جہاں تک انھیں عہدے سے ہٹانے کا سوال ہے یہ حق صرف پارلیمنٹ کو حاصل ہے جو اتہام بدنظمی کے مماثل طریق کار کے مطابق ہی کر سکتی ہے۔ یہ اختیار آئین کی دفعہ 124 میں دیا گیا ہے۔ دفعہ 218 میں یہ توضیح کی گئی ہے کہ دفعہ 124 کے ضمن

(4)اور ضمن (5) کی توضیعات ہائی کورٹوں کے تعلق سے بھی اسی طرح لاگو ہوں گی جس طرح ان کا اطلاق سپریم کورٹ کے تعلق سے ہوتا ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ اسی دفعہ میں یہ بات بھی کہی گئی ہے کہ کوئی جج بنام صدر دستخطی تحریر کے ذریعے اپنے عہدے سے استعفیٰ دے سکتا ہے۔

5- سبکدوش/سابق سپریم کورٹ کے جج کی مزید تقرری پر پابندی

آئین کی دفعہ 124(7) کی رو سے کوئی شخص جو سپریم کورٹ کے جج کی حیثیت سے عہدے پر فائز رہ چکا ہو ملک کی کسی بھی عدالت یا کسی حاکم کے روبرو وکالت یا پیروی نہیں کرے گا۔

6۔سپریم کورٹ کے ججوں کی تنخواہ و بھتے وغیرہ

سپریم کورٹ کے ججوں کی تنخواہ، بھتوں، مراعات و پنشن کا تعین آئین کے دوسرے جدول کے ساتھ پڑھی جانے والی دفعہ 125 کے تحت کیا جاتا ہے اور ان میں سے کسی بھی مد پر کس شرح سے تعین کیا جائے گا اس کی تفاصیل سپریم کورٹ ججز (تنخواہ و شرائط ملازمت) ایکٹ میں درج ہوتی ہیں جس میں وقتاً فوقتاً ترمیم کی جاتی رہی ہیں۔

7۔قائم مقام چیف جسٹس کا تقرر

اگر چیف جسٹس کا عہدہ خالی ہو یا وہ غیر حاضری کے سبب یا دیگر وجوہات کی بنا پر اپنے فرائض منصبی انجام دینے کے قابل نہ ہو تو آئین کی دفعہ 126 کے مطابق اس عہدے کے فرائض عدالت کے دوسرے ججوں میں سے کوئی ایسا جج انجام دے گا جس کا صدر مملکت اس غرض سے تقرر کریں۔

8-ایڈہاک ججوں کا تقرر

آئین کی دفعہ 127 میں ایڈہاک ججوں کے تقرر کا طریقہ دیا گیا ہے۔اس میں کہا گیا ہے کہ (1) اگر کسی وقت سپریم کورٹ کے ججوں کا کورم عدالت کے کسی اجلاس کو منعقد کرنے یا جاری رکھنے کے لیے پورا نہ ہو تو بھارت کا چیف جسٹس صدر کی ماقبل منظوری سے اور متعلقہ ہائی کورٹ کے چیف جسٹس سے صلاح کے بعد کسی ہائی کورٹ کے کسی ایسے جج کی جو سپریم کورٹ کے جج کی

حیثیت سے تقرر کیے جانے کی باضابطہ اہلیت رکھتا ہو اور جسے چیف جسٹس نامزد کرے ایڈہاک جج کی حیثیت سے اتنی مدت کے لیے جو ضروری ہو عدالت کے اجلاسوں میں شرکت کی تحریری استدعا کر سکے گا۔ اور: (2) اس طرح نامزد کیے ہوئے جج کا فرض ہوگا کہ وہ اپنے عہدے کے دیگر فرائض پر ترجیح دے کر سپریم کورٹ کے اجلاسوں میں اس وقت اور اس مدت کے لیے جس میں اس کی شرکت درکار ہو شریک ہو اور جب وہ اس طرح شریک رہے تو اس کو سپریم کورٹ کے جج کے تمام اختیار سماعت، اختیارات اور مراعات حاصل ہوں گی اور وہ اس کے فرائض انجام دے گا۔

9۔ سپریم کورٹ کے پنشن یافتہ ججوں کی خدمات حاصل کرنا

آئین کی دفعہ 128 کی رو سے بھارت کے چیف جسٹس کسی وقت صدر کی ماقبل منظوری سے کسی شخص سے جو سپریم کورٹ یا فیڈرل کورٹ کے جج کے عہدہ پر مامور رہا ہو یا جو کسی ہائی کورٹ کے جج کے عہدہ پر فائز رہا ہو اور جو سپریم کورٹ کے جج کی حیثیت سے تقرر کیے جانے کی باضابطہ اہلیت رکھتا ہو سپریم کورٹ کے جج کی حیثیت سے اجلاس کرنے اور کام کرنے کی استدعا کر سکیں گے اور ہر ایسا شخص جس سے ایسی استدعا کی جائے اس طرح اجلاس کرنے اور کام کرنے کے عرصہ میں ان الاؤنسوں کا مستحق ہوگا جن کا صدر حکم کے ذریعے تعین کریں اور اس کو سپریم کورٹ کے جج کے تمام اختیارات سماعت، اختیارات اور مراعات حاصل ہوں گی لیکن اس کا دیگر طور سے اس عدالت کا جج ہونا متصور نہ ہوگا۔ اگر اس دفعہ کو بھی صحیح معنوں میں عملی شکل دی جائے تو انصاف میں تاخیر جیسے مسئلے سے با آسانی نمٹا جا سکتا ہے اور زیر التوا معاملات کی تعداد میں بھی کافی کمی لائی جا سکتی ہے۔ موجودہ صورت حال سے نمٹنے کا اس وقت واحد راستہ یہی ہے کہ سپریم کورٹ میں ججوں کی تعداد اور بڑھائی جائے، ایڈہاک ججوں کا تقرر کیا جائے اور پنشن یافتہ ججوں کی خدمات حاصل کی جائیں چونکہ اس وقت یعنی 31 دسمبر 2009 تک سپریم کورٹ میں تصفیہ طلب، زیر التوا و زیر سماعت معاملات کی تعداد 55,791 ہے اور اندازے کے مطابق 2015 میں یہ تعداد بڑھ کر 87,909 ہو جائے گی۔ سپریم کورٹ میں ہر سال نئے 69,611 معاملات فائل کیے جاتے ہیں جبکہ سپریم کورٹ ہر سال 64,259 معاملوں میں فیصلہ دیتی ہے۔ اس طرح ہر سال

5352 معاملات کا بیک لاگ میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔

10- سپریم کورٹ کا ایک نظیری عدالت ہونا

آئین کی دفعہ 129 کے تحت سپریم کورٹ ایک نظیری عدالت ہے۔ اس دفعہ کے مطابق سپریم کورٹ کو ایسی عدالت کے جملہ اختیارات، جن میں خود اس کو اپنی توہین کی سزا دینے کا اختیار شامل ہے، حاصل ہوں گے۔

نظیری عدالت یا کورٹ آف ریکارڈ وہ مستقل عدالت ہوتی ہے جس میں عدالت میں دائر کیے گئے ہر طرح کے مقدمات اور اس کے ذریعے دیے گئے فیصلوں کا باقاعدہ ریکارڈ رکھا جاتا ہے۔ اس عدالت (سپریم کورٹ) کے دائرۂ اختیار سماعت کی بابت یہ قیاس کیا جاتا ہے کہ اس کا اختیار لامحدود ہے اور یہ کہ اس کے ذریعے دیے گئے فیصلے ملک کی تمام عدالتوں کے لیے قابل پابندی ہوں گے۔ یہاں پر اس بات کا ذکر بے محل نہ ہوگا کہ ہمارے ملک کی ہائی کورٹیں بھی اسی طرح کورٹ آف ریکارڈ کے زمرے میں آتی ہیں اور ان کے فیصلے متعلقہ ریاستوں میں ذیلی عدالتوں کے لیے قابل پابندی ہوتے ہیں اور دیگر ریاستوں کی ہائی کورٹوں میں بھی ان کا حوالہ ترغیبی نظیر کے طور پر دیا جاسکتا ہے۔

اس دفعہ میں توہین عدالت کے تعلق سے سپریم کورٹ کے اختیارات کی وضاحت کی گئی ہے۔ دہلی جوڈیشیل سروسز ایسوسی ایشن تیس ہزاری کورٹ دہلی والے معاملے (اے آئی آر 1991 ایس سی 2176) میں سپریم کورٹ نے یہ کہا ہے کہ دفعہ 129 میں ''شامل ہے'' الفاظ اس جانب اشارہ کرتے ہیں کہ سپریم کورٹ کو ایسی عدالت کے جملہ اختیارات جن میں خود اپنی توہین کی سزا دینے کا اختیار شامل ہے، حاصل ہوں گے۔ یہ اصطلاح اپنی نوعیت کے اعتبار سے توسیعی ہے نہ کہ تحدیدی۔ اگر آئین وضع کرنے والوں کی نیت اسے صرف سپریم کورٹ کی توہین تک محدود کرنے کی ہوتی تو یہ عبارت یعنی ''جن میں خود اپنی توہین کی سزا دینے کا اختیار شامل ہے''۔ اس دفعہ میں شامل کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔

آئین کی دفعہ 130 میں یہ اعلان کیا گیا ہے کہ سپریم کورٹ کا صدر مقام دہلی ہوگا مگر ساتھ

ساتھ اس میں یہ بھی صراحت کی گئی ہے کہ سپریم کورٹ کسی ایسے دیگر مقام یا مقامات میں اپنا اجلاس کر سکے گی جن کا تعین بھارت کے چیف جسٹس صدر کی منظوری سے وقتاً فوقتاً کرے۔ لاء کمیشن نے بھی 2009 میں جو رپورٹ حکومت ہند کو بھیجی ہے اس میں بھی اس بات کی سفارش کی گئی ہے کہ سپریم کورٹ کی بینچز ملک کے دیگر حصوں میں قائم کی جانی چاہئیں۔ وکلا کی جانب سے بھی اس قسم کی مانگ اور ساتھ ہی مخالفت کی جاتی رہی ہے۔ ہمارے ملک کی آبادی، وسیع رقبے اور جغرافیائی حالات کے مدنظر لاء کمیشن کی اس سفارش کو اگر مان لیا جائے اور اسے عملی جامہ پہنا دیا جائے تو ایسا کرنا یقیناً مفاد عامہ سے متعلق ایک مثبت کارروائی ہوگی چونکہ اس سے دوردراز علاقوں سے آنے والے لوگوں کو کافی آسانی ہو جائے گی اور ان کے مقدمے بازی پر ہونے والے اخراجات میں بھی کمی آئے گی۔ اس سے اس طرح انصاف رسانی کی عمل پر بھی مثبت اثر پڑے گا اور مرکز در یاستوں کے تعلقات میں بہتری آئے گی اور مزید ربط پیدا ہوگا۔

11- سپریم کورٹ کو بنیادی حقوق کے نفاذ کے لیے ہدایات، احکام یا رٹ جاری کرنے کے اختیارات

آئین کے جز 3 میں شامل دفعہ 32 کے تحت سپریم کورٹ مندرجہ ذیل رٹ جاری کر سکتی ہے۔

(1) رٹ حاضری یہ رٹ اس صورت میں جاری کیا جاتا ہے جب عدالت کے علم میں یہ بات لائی جائے کہ کسی شخص نے کسی دوسرے کو ناجائز حراست یا حبس بے جا میں رکھا ہے۔ یہ حکم اس شخص کو دیا جاتا ہے جس نے شخص دیگر کو حراست میں رکھا ہے یا محبوس کیا ہے۔ حکم میں یہ بات واضح کر دی جاتی ہے کہ اس طرح حبس بے جا یا ناجائز حراست میں رکھے جانے والے شخص کو اصالتاً حاضر کیا جائے اور وہ وجوہات بھی بتائی جائیں جن کی بنا پر کسی شخص نے کسی دوسرے کو ناجائز حراست یا حبس بے جا میں رکھا ہے۔

(2) رٹ تاکیدی یہ رٹ کسی سرکاری افسر کے نام جاری کیا جاتا ہے اور اسے کسی ایسے فرائض منصبی کو انجام دینے یا ان/اس سے باز رہنے کی تاکید کی جاتی ہے جو اس کے دائرۂ اختیار سے باہر ہو/ ہوں یا حقیقی انصاف کے خلاف ہو/ ہوں۔ عام طور پر یہ رٹ تب جاری کیا جاتا ہے

جب کوئی دوسرا چارۂ کار موجود نہ ہو۔ ایسا حکم عدالت کے اختیار تمیزی کے دائرے میں آتا ہے۔

(3) رٹ امتناعی یہ رٹ کسی فعل کے کرنے یا کرتے رہنے سے باز رہنے کے لیے جاری کیا جاتا ہے۔

(4) رٹ اظہار اختیار یہ رٹ اس شخص کے خلاف جاری کیا جاتا ہے جو کسی عہدے یا آزادی کا ناجائز استعمال کر رہا ہو۔ اس رٹ میں ایسے شخص سے یہ دریافت کیا جاتا ہے کہ وہ کس اختیار قانونی کے تحت ایسے حق یا اختیار کا استعمال کر رہا ہے جو اسے عطا ہی نہیں کیا گیا ہے۔

(5) رٹ مسل طلبی اس رٹ کے ذریعے معاملات کی مسلیں ذیلی عدالت سے اعلیٰ عدالتوں کو بھیجنے کا حکم دیا جاتا ہے۔

اگر کسی بھی شخص کو اس کے کسی بھی بنیادی حق سے محروم کیا جاتا ہے تو وہ اس ضمن میں سپریم کورٹ میں رٹ فائل کر سکتا ہے۔ اس حق کی سماج کے محروم طبقات کے لیے کافی اہمیت ہے اور یہ بات بار بار دیکھنے میں آتی ہے کہ کتنے ہی معاملات میں سپریم کورٹ نے اپنے اس اختیار کا استعمال کرتے ہوئے محروم طبقات کو راحت دی ہے۔ اس حق کے تحت مفاد عامہ سے متعلق قانونی چارہ جوئی بھی آتی ہے۔

مفاد عامہ سے متعلق قانونی چارہ جوئی میں ایسی راحت کے لیے قانونی چارہ جوئی یا دادرسی شامل ہے جو کسی نجی فائدے کے لیے نہیں بلکہ عوام کے وسیع تر فائدے کے لیے کی جائے۔ ایسی عرضی آئین کی دفعہ 32 کے تحت سپریم کورٹ میں اور دفعہ 226 کے تحت ہائی کورٹ میں داخل کی جا سکتی ہے۔ اگر ایسا معاملہ سپریم کورٹ کے سامنے داخل کیا جاتا ہے اور سپریم کورٹ یہ سمجھتی ہے کہ اس معاملے کی سماعت ہائی کورٹ میں کی جانی چاہیے تو سپریم کورٹ اس معاملے کو بغرض سماعت متعلقہ ہائی کورٹ کو بھیج سکتی ہے جیسا کہ سبرامنیم بنام یونین آف انڈیا والے معاملے (1990 ضمنی ایس سی سی 775) میں فیصلہ کیا گیا تھا۔ یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ اگر اس قسم کی چارہ جوئی کے لیے کوئی مراسلہ بھیجا جاتا ہے تو وہ مراسلہ عدالت کے نام ہونا چاہیے نہ کہ کسی جج کے نام۔ سپریم کورٹ نے اپنی اس رائے کا اظہار سجد یو بنام یونین آف انڈیا والے معاملے (1991 ایس

سی سی 605) میں کیا تھا۔

مفاد عامہ سے متعلق چارہ جوئی کے معاملات میں عدالت یا تو کوئی راحت دے سکتی ہے یا کسی معاملے کے حل کے لیے ضروری ہدایت دے سکتی ہے یا معاوضہ کی ادائیگی کے احکام جاری کر سکتی ہے۔ ایم سی مہتا بنام یونین آف انڈیا والے معاملے (اے آئی آر 1987 ایس سی 1086) میں سپریم کورٹ نے ماحولیاتی تحفظ کے سلسلے میں معاوضہ کا حکم صادر کیا تھا۔

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ اس قسم کا مقدمہ دائر کرنے کے لیے یہ ضروری نہیں کہ متاثر شخص ہی دائر کرے۔ کوئی بھی ایسا شخص جس کے دل میں عوام کے لیے ہمدردی ہو اور وہ عوام کا بہی خواہ ہو ایسا مقدمہ دائر کر سکتا ہے۔ اس سلسلے میں دنسنت بنام یونین آف انڈیا (اے آئی آر 1978 ایس سی 990) پیپلز یونین بنام پولس کمشنر (1989) (4 ایس سی سی 730) جیسی نظیروں کا حوالہ دیا جا سکتا ہے۔

مفاد عامہ سے متعلق دادری کے معاملوں میں مندرجہ ذیل شرائط میں سے کوئی نہ کوئی شرط پوری ہونی چاہیے:۔

(1) کسی فرض عامہ کا نقض یا خلاف ورزی یا

(2) آئین کی کسی توضیع کی خلاف ورزی یا

(3) قانون کی کسی توضیع کی خلاف ورزی۔

یہاں ایم سی مہتا بنام یونین آف انڈیا والا معاملہ (اے آئی آر 1988 ایس سی 1115) قابل ذکر ہے۔ یہ معاملہ دریائے گنگا میں آلودگی سے متعلق تھا۔ اس معاملہ میں گنگا میں ہونے والی آلودگی کے بارے میں یہ کہا گیا تھا کہ یہ امر باعث تکلیف ہے۔ اس معاملے میں یہ بات بھی کہی گئی تھی کہ قانون عامہ میں کسی ایسے شخص کے ذریعہ کی جانے والی کارروائی میں جو ایسی اراضی کا مالک ہو جس کے چاروں طرف دریا واقع ہو اور اس دریا میں ایسا سیوریج جس کو مکمل طور پر Treat نہیں کیا گیا ہے چھوڑ دیا جائے جو فریق متعلق کے لیے پریشانی کا باعث ہو، حکم امتناعی جاری کر کے میونسپل کارپوریشن کو ایسا کرنے سے روک سکتی ہے۔

اب ایسے معاملات بھی سامنے آنے لگے ہیں جبکہ کچھ لوگ اپنے ذاتی مفادات یا شہرت حاصل کرنے کے لیے اس قسم کے مقدمات داخل کرنے لگے ہیں اور عدالتوں نے بھی اس معاملے پر اظہار تشویش کیا ہے اور اس قسم کے لوگوں پر جرمانہ بھی عائد کیا ہے دراصل اس قانونی گنجائش کا فائدہ اٹھانے کے لیے نیک نیت ہونا بہت ضروری ہے اور اس جذبہ کا احترام کیا جانا چاہیے جس کا اظہار اس وقت کے بھارت کے چیف جسٹس، جسٹس بھگوتی نے، بندھوا مکتی مورچہ بنام یونین آف انڈیا والے معاملے (اے آئی آر 1992 ایس سی 38) میں ان الفاظ میں کیا تھا:

''مفاد عامہ کے لیے قانونی چارہ جوئی کوئی مخالفانہ چارہ جوئی نہیں ہے بلکہ یہ تو حکومت اور اس کے افسران کے لیے سماج کے محروم اور مجروح طبقوں کو حقیقی بنیادی انسانی حقوق عطا کرنے اور انھیں سماجی، معاشی وسیاسی انصاف کا یقین دلانے کے لیے ایک چنوتی اور موقع ہے اور یہی آئین کا علامتی معیار ہے۔''

12- سپریم کورٹ کا ابتدائی اختیار سماعت

اس دفعہ کے تحت سپریم کورٹ کو آئین کی توضیعات کے تابع کسی ایسے تنازعہ میں ابتدائی اختیار سماعت حاصل ہوگا جو حکومت ہند یا ایک سے زیادہ ریاستوں کے درمیان ہو، جو ایک طرف حکومت ہند اور کسی ریاست یا ریاستوں اور دوسری طرف ایک یا زیادہ دیگر ریاستوں کے درمیان ہو یا دو یا دو سے زیادہ ریاستوں کے درمیان ہوں۔

13- بعض صورتوں میں ہائی کورٹوں کے خلاف اپیلوں میں سپریم کورٹ کا اپیلی اختیار سماعت

آئین کی دفعہ 132 کے تحت ہائی کورٹ کے کسی بھی فیصلے، ڈگری یا حتمی حکم کے خلاف، چاہے وہ دیوانی یا فوجداری کارروائی میں ہو یا دیگر کسی کارروائی میں، سپریم کورٹ میں اپیل کی جاسکے گی بشرطیکہ ہائی کورٹ نے دفعہ 134 الف کے تحت یہ تصدیق کردی ہو کہ اس مقدمے میں اس آئین کی تعبیر کے بارے میں کوئی اہم قانونی مسئلہ درپیش ہے لیکن ساتھ ہی اسی دفعہ میں یہ بات بھی کہی گئی ہے کہ اگر ایسا صداقت نامہ نہ دیا جائے تو مقدمے کا کوئی بھی فریق اس مسئلے کی بابت، جس کا ذکر اوپر ہوا ہے، غلط فیصلہ دیے جانے کی صورت میں بھی سپریم کورٹ میں اپیل دائر

کر سکے گا۔

14- ہائی کورٹوں میں دیوانی امور سے متعلق کی گئی اپیلوں کے خلاف سپریم کورٹ کو اپیلی اختیار سماعت

آئین کی دفعہ 133 کے تحت کسی بھی ہائی کورٹ کی کسی دیوانی کارروائی میں کسی فیصلے، ڈگری یا حتمی حکم کے خلاف سپریم کورٹ میں اپیل کی جا سکے گی بشرطیکہ ہائی کورٹ نے دفعہ 134 الف کے تحت یہ تصدیق کر دیا ہو کہ مقدمے میں عام اہمیت کا اہم قانونی مسئلہ درپیش ہے اور ہائی کورٹ کی یہ رائے ہے کہ اس مسئلے کا سپریم کورٹ فیصلہ کرے۔ اس کے ساتھ ساتھ اسی دفعہ میں یہ بات بھی کہی ہے کہ دفعہ 132 میں کسی امر کے باوجود سپریم کورٹ میں فقرہ (1) کے تحت اپیل کرنے والا کوئی فریق ایسے موجبات اپیل میں سے ایک عذر کے طور پر یہ اصرار کر سکے گا کہ آئین کی تعبیر سے متعلق کسی اہم قانونی مسئلہ کا غلط فیصلہ ہوا ہے۔ یہاں اس بات کا ذکر کرنا بھی ضروری ہے کہ اس دفعہ میں یہ بات بالکل واضح کر دی گئی ہے کہ ہائی کورٹ کے ایک جج کے فیصلے، ڈگری یا حتمی حکم کے خلاف کوئی اپیل سپریم کورٹ میں نہیں کی جا سکتی۔

اس دفعہ کے مطابق کسی دیوانی کارروائی میں ہائی کورٹ کے کسی فیصلے، ڈگری یا حتمی حکم کے خلاف اپیل صرف ایسی صورت میں کی جا سکے گی جب ہائی کورٹ دفعہ 134 الف کے تحت اس امر کا سرٹیفکیٹ دے دے کہ اس معاملے میں عام اہمیت کا قانون کا کوئی اہم مدعا درپیش ہے اور ہائی کورٹ کی یہ رائے ہے کہ اس مدعے کا فیصلہ سپریم کورٹ کو ہی کرنا مناسب ہوگا۔ اسپیشل سکریٹری لینڈ اینڈ ریونیو ریفارمس اینڈ لینڈ یوٹیلائزیشن ڈیپارٹمنٹ، حکومت مغربی بنگال بنام اسٹیٹ بینک آف انڈیا والے معاملے (اے آئی آر 1989 کلکتہ 40) میں کلکتہ ہائی کورٹ نے یہ فیصلہ دیا تھا کہ اس معاملے میں نہ صرف قانون کے مدعا درپیش ہیں بلکہ قانون کے اہم مدعے فیصلہ طلب ہیں۔ اس معاملے میں یہ قانونی مدعا فیصلہ طلب تھا کہ کسی پرائیویٹ ٹرسٹ کے تحت کسی بینک کے قبضے میں جو خالی زمین ہے اسے سیلنگ ایکٹ کی دفعہ 19 کے تحت چھوٹ کا حق حاصل ہے یا نہیں۔ چونکہ اس ایکٹ کا اطلاق پورے ملک پر ہوتا ہے اور اس مدعے کا ابھی تک کسی دیگر ہائی

ہائی کورٹ نے بھی فیصلہ نہیں دیا ہے لہٰذا یہی مناسب ہوگا کہ سپریم کورٹ اس معاملے میں فیصلہ دے۔ سپریم کورٹ نے اپنی اس رائے کا اظہار کرتے ہوئے اس امر کا سرٹیفکیٹ جاری کیا کہ اس معاملے میں عام اہمیت کے قانون کے اہم مدے درپیش اور فیصلہ طلب ہیں۔

15- فوجداری امور میں سپریم کورٹ کا اپیلی اختیار سماعت

آئین کی دفعہ 134 کے تحت کسی بھی ہائی کورٹ کی فوجداری کارروائی میں کسی فیصلے، حتمی حکم یا حکم سزا کے خلاف سپریم کورٹ میں اپیل دائر کی جاسکے گی بشرطیکہ ہائی کورٹ نے (الف) کسی ملزم کے حکم برأت کو اپیل میں منسوخ کر کے اس کو سزائے موت کا حکم دے دیا ہو، یا (ب) اپنے زیر اختیار کسی عدالت سے کسی مقدمہ کو خود اپنے روبرو تجویز کرنے کے لیے واپس لے لیا ہو اور ایسی تجویز میں ملزم کو مجرم قرار دے کر سزائے موت کا حکم دے دیا ہو، یا (ج) دفعہ 134 الف کے تحت تصدیق کی ہو کہ مقدمہ سپریم کورٹ میں قابل اپیل ہے۔

16- سپریم کورٹ میں اپیل دائر کرنے کی اجازت

آئین کی دفعہ 134 الف کے مطابق ہر وہ ہائی کورٹ جس نے دفعہ 132 کے فقرہ (1) یا دفعہ 133 کے فقرہ (1) یا دفعہ 134 فقرہ (1) میں محولہ کوئی فیصلہ دیا ہے، ڈگری جاری کی ہے، حتمی حکم صادر کیا ہے یا سزا کا حکم دیا ہے، اگر مناسب سمجھے تو اپنی ایما پر یا فریق متعلق یا اس کی جانب سے کی گئی زبانی درخواست کے بعد اس دفعہ کے تحت سرٹیفکیٹ جاری کر سکتا ہے۔

ہرش دڈ پراڈکٹس پرائیویٹ لمیٹیڈ گوالیار بنام ریاست مدھیہ پردیش والے معاملے (اے آئی آر 1989 ایم پی 111) میں یہ فیصلہ دیا تھا کہ اگرچہ دفعہ 133(1) کے تحت دفعہ 134 الف کے تحت زبانی اجازت کا سرٹیفکیٹ دینے کی اجازت ہے لیکن اس دفعہ کو دفعہ 133 کے فقرہ (3) کے ساتھ پڑھا جانا چاہیے۔ اس معاملے میں دفعہ 133(3) کی پابندی کے سبب زبانی درخواست نامنظور کردی گئی تھی اور یہ کہا گیا تھا کہ معاملے کے حقائق اور حالات کی روشنی میں درخواست کنندہ کو اس بات کی آزادی ہوگی کہ وہ آئین کی دفعہ 136 کے تحت سپریم کورٹ سے رجوع کرے۔

17- اپیل کے لیے سپریم کورٹ کی خاص اجازت (ایس ایل پی)

ہرجیت سنگھ بنام راج کمار والے معاملے (اے آئی آر 1984 ایس سی 1238) میں سپریم کورٹ کے جج جب آئین کی دفعہ 136 کے تحت کسی معاملے میں غور کر رہے ہوں تو انہیں طریقۂ کار کی چھوٹی چھوٹی ایسی تکنیکی باتوں کو نظر انداز کر دینا چاہیے جو انصاف رسانی کے عمل میں حائل ہوں۔

بابو سنگھ بنام یونین آف انڈیا والے معاملے (اے آئی آر 1997 ایس سی 116) میں سپریم کورٹ نے یہ کہا تھا کہ اگر سپریم کورٹ نے دفعہ 136 کے تحت اپنے اختیارات کا استعمال کرتے ہوئے نفس معاملہ کی بنیاد پر کوئی فیصلہ دیا تھا تو اسے حتمی فیصلہ سمجھا جائے گا اور دفعہ 32 کے تحت اس مدعے سے متعلق کوئی بھی رٹ پٹیشن قابل سماعت نہیں ہوگی۔

دفعہ 136 کا استعمال کن حالات میں کیا جاسکتا ہے سپریم کورٹ نے اس سے متعلق بہت سے معاملوں میں فیصلہ دیا ہے مثلاً ریاست اڑیسہ بنام اوریئنٹ پیپر اینڈ انڈسٹریز لمیٹڈ (اے آئی آر 1999 ایس سی 2253)، مہیش چندر بنام دہلی ایڈمنسٹریشن (1991 ایس سی سی (کرمنل) 551)، ریاست پنجاب بنام سریندر کمار اینڈ کمپنی (اے آئی آر 1997 ایس سی 809)، راجستھان پریم کرشن گڈس ٹرانسپورٹ کمپنی بنام ریجنل پراویڈنٹ فنڈ کمشنر نئی دہلی (اے آئی آر 1997 ایس سی 58)، انورالدین بنام شکور (اے آئی آر 1990 ایس سی 1242) مہیش بنام ریاست دہلی (اے آئی آر 1991 ایس سی 1108 ایس سی)

سپریم کورٹ دفعہ 136 کا سہارا صرف ایسی استثنائی صورت حال میں لے سکتی ہے جب کوئی قانون کا اہم مدعا درپیش ہو یا کسی فیصلے نے عدالت کے ضمیر کو جھنجھوڑ دیا ہو اور عدالت کو ان پابندیوں کی حدود میں رہتے ہوئے جو اس نے خود عائد کی ہیں بلاشبہ یہ اختیار ہو کہ وہ حقائق سے متعلق اخذ کیے گئے نتائج کے تعلق سے بھی مداخلت کر سکے اور ایسا کرتے وقت وہ اس بات میں کوئی امتیاز نہیں برتے گی کہ معاملے میں ملزم کو رہا کیا گیا ہے یا اسے مجرم ٹھہرایا گیا ہے بشرطیکہ ہائی کورٹ نے یہ نتائج اخذ کرتے وقت کجروی سے کام لیا ہے یا دیگر طور پر نامناسب کارروائی کی ہے۔

حقائق کے سوال پر بھی سپریم کورٹ پیش کردہ شہادت پر بھی اپنے دفعہ 136 کے تحت دائرہ

اختیار کے اندر غور کرنے کا حق رکھتی ہے بشرطیکہ ہائی کورٹ نے ان تمام مدعوں پر غور نہ کیا ہو جو فیصلہ طلب تھے اور شہادت کو غلط بنیادوں پر ٹھکرادیا ہوتا کہ ناانصافی کو روکا جا سکے۔ جیسا کہ شیام سندر بنام پورن والے معاملے (1990) (4 ایس سی سی 731) میں فیصلہ دیا گیا تھا۔ البتہ سپریم کورٹ ایس ایل پی کے معاملے میں اپنے روبرو کوئی نیا مدعا یا سوال پیش کرنے یا اٹھانے کی اجازت نہیں دیتی (تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیے نتیا نندا کر بنام ریاست اڑیسہ (اے آئی 1991 ایس سی 1134)، گوسائیں بنام یشپال (اے آئی آر 1993 ایس سی 352) والے معاملے)۔

کبھی کبھی بے ایمان مقدے باز اس بات کو چھپا کر کہ ان کی پہلے دائر کی گئی ایس ایل پی خارج ہو گئی تھی دوبارہ ایس ایل پی داخل کر دیتے ہیں اور کبھی کبھی دوبارہ فائل کی گئی ایس ایل پی خارج نہیں ہوتی اور فریق متعلق کو مطلوبہ راحت مل جاتی ہے۔ ایسی صورت میں سپریم کورٹ اس بات کا سخت نوٹس لیتی ہے اور اگر ایسے کسی معاملے میں ملزم یا مجرم کو ضمانت دے دی گئی ہو تو وہ بھی واپس لی جا سکتی ہے (تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیے۔ سورج بنام بھرت (اے آئی آر 1990 ایس سی 501)، سریندر بنام دہلی ایڈمنسٹریشن والے معاملے (1990) (سپلیمنٹری ایس سی سی 610)، ست پال چوپڑا بنام ڈائرکٹر وجوائنٹ سکریٹری والے معاملے (اے آئی آر 1991 ایس سی 970) میں سپریم کورٹ نے یہ فیصلہ دیا تھا کہ اگر ہائی کورٹ کسی رٹ پٹیشن کو یعنی شروع میں ہی خارج کر دیتی ہے تو سپریم کورٹ میں کی جانے والی ایس ایل پی پٹیشن میں دیے گئے عذرات یا موجبات تک محدود ہو گی۔

سپریم کورٹ کے روبرو داخل کی گئی کوئی ایس ایل پی خارج کر دی جاتی ہے اور سپریم کورٹ خارج کرتے وقت خارج کرنے کے اسباب کو بھی قلم بند کرتی ہے تو وہ آئین کی دفعہ 141 کی رو سے عدالتی نظیر کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیے یونین آف انڈیا بنام آل انڈیا سروس پینشنرز ایسوسی ایشن (اے آئی آر 1988 ایس سی 501) والا معاملہ)۔

18- سپریم کورٹ کے فیصلوں یا احکام پر نظر ثانی

آئین کی دفعہ 137 کے مطابق سپریم کورٹ کو پارلیمنٹ کے بنائے ہوئے کسی قانون کی

توضیعات یا دفعہ 145 کے تحت بنائے قواعد کے تابع اپنے صادر کیے ہوئے کسی فیصلہ یا دیے ہوئے حکم پر نظر ثانی کرنے کا اختیار حاصل ہوگا۔

اس دفعہ کے مطابق دیے گئے فیصلوں اور صادر کیے گئے احکام کی سپریم کورٹ نظر ثانی کرسکتی ہے اور نظر ثانی کی درخواست تمام مدعوں پر غور کرنے کے بعد خارج کردی جاتی ہے تو اس سلسلے میں نظر ثانی کی دوسری درخواست بغرض سماعت قبول نہیں کی جاسکتی۔ اسی طرح اگر کسی نظر ثانی کی درخواست کا نپٹارا کردیا گیا تھا تو فریق متعلق کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ ایک اور درخواست دے کر حکم میں ترمیم کا مطالبہ کرے کیونکہ ایسی درخواست کو نظر ثانی کی تجویز میں نہیں رکھا جاسکتا۔ اسی طرح رٹ پٹیشن اگر حامد نے داخل کیا تھا اور عدالت نے اس پر اپنا فیصلہ دے دیا تھا تو محمود وایاز یعنی کسی بھی غیر متعلق فریق کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ نظر ثانی کی درخواست دے سکے۔(تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمایئے بالترتیب جے رنگا سوامی بنام حکومت آندھرا پردیش (اے آئی آر 1990 ایس سی 535) سدرشن ٹریڈنگ کمپنی بنام پی پی صفیہ (اے آئی آر 1991 ایس سی 716) اور ست دیر سنگھ بنام بلدیو (اے آئی آر 1997 ایس سی 169) والے معاملے)۔

19- سپریم کورٹ کے اختیار سماعت میں اضافہ

آئین کی دفعہ 138 کے تحت سپریم کورٹ کے اختیار سماعت میں اضافہ کیا جاسکتا ہے سپریم کورٹ کو یونین فہرست میں مندرجہ امور میں سے کسی امر کے متعلق ایسے مزید اختیار سماعت اور اختیارات حاصل ہوں گے جو پارلیمنٹ قانون کے ذریعے عطا کرے اور ساتھ ہی اسے کسی ایسے امر کے متعلق مزید اختیار سماعت اور اختیارات حاصل ہوں گے جو حکومت ہند اور کسی ریاست کی حکومت خاص اقرار نامے کے ذریعے عطا کرے بشرطیکہ پارلیمنٹ قانون کے ذریعے اس قسم کے اختیارات دینے سے متعلق قانون بنائے۔

20- سپریم کورٹ کو دفعہ 32 میں متذکرہ اغراض کے سوا دوسری اغراض کے لیے ہدایات، احکام یا رٹ جاری کرنے کے اختیارات

پارلیمنٹ قانون کے ذریعے سپریم کورٹ کو دفعہ 32 فقرہ (2) کی متذکرہ اغراض کے سوا

دوسری اغراض کے لیے ہدایات، احکام یا رٹ جس میں حاضری ملزم، تاکیدی، امتناعی، اظہار اختیار اور مسل طلبی کی نوعیت کی رٹ شامل ہیں یا ان میں سے کسی کو جاری کرنے کا اختیار عطا کر سکے گی۔ (مزید تفصیل کے لیے ''سپریم کورٹ کو بنیادی حقوق کے نفاذ کے لیے ہدایات، احکام یا رٹ جاری کرنے کے اختیارات'' عنوان کے تحت نظائر وغیرہ ملاحظہ کیجئے)۔

21- سپریم کورٹ کو مقدمات منتقل کرنے کا اختیار

جب سپریم کورٹ اور ایک یا اس سے زیادہ ہائی کورٹوں یا دو ہائی کورٹوں یا اس سے زیادہ ہائی کورٹوں میں ایسے مقدمات زیر غور ہوں جن کے قانونی سوالات ٹھوس طور پر ایک ہی نوعیت کے ہوں اور سپریم کورٹ خواہ اپنی ایما پر یا بھارت کے اٹارنی جنرل یا ایسے کسی مقدمہ کے کسی فریق کی درخواست پر مطمئن ہو جائے کہ ایسے سوالات عام اہمیت کے ٹھوس سوالات ہیں تو سپریم کورٹ ہائی کورٹ یا ہائی کورٹوں سے ایسا مقدمہ یا ایسے مقدمات واپس لے کر خود اس پر یا ان پر فیصلہ دے گی۔ بشرطیکہ سپریم کورٹ مذکورہ قانونی سوالات کے فیصلے کے بعد اس طرح واپس لیے گئے کسی مقدمہ کو جس کے ساتھ اس کے فیصلے کی ایک نقل ہوگی اس ہائی کورٹ کو واپس بھیجے گی جس سے یہ لیا گیا تھا اور ہائی کورٹ اس کی وصولی کے بعد ایسے فیصلے کے مطابق مقدمہ کو نپٹانے کی کارروائی کرے گی۔

اگر سپریم کورٹ انصاف کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے ایسا کرنا قرین مصلحت سمجھے تو وہ کسی ایسے مقدمے، اپیل یا دیگر کارروائی کو جو کسی ہائی کورٹ کے زیر غور ہو، کسی دوسری ہائی کورٹ کو منتقل کر سکے گی۔

یہ دفعہ آئین کی 42ویں ترمیم کے نتیجے میں شامل کی گئی تھی اس ترمیم میں یہ تجویز کی گئی تھی کہ صرف سپریم کورٹ کو ہی اس بات کا اختیار دیا جائے کہ وہ مرکزی قوانین کے آئینی جواز کی بابت فیصلہ کر سکے۔ ایسا دفعہ 131 الف، اور 144 الف میں شامل کر کے کیا گیا تھا لیکن 43ویں ترمیم کے ذریعہ دفعہ 131 الف اور 144 الف کو اس میں سے نکال دیا گیا جبکہ دفعہ 139 الف اپنی جگہ قائم رہا۔ اس دفعہ کے تحت انصاف کے طالبوں کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اس دفعہ کی شرائط

پوری ہونے کی صورت میں کارروائی یا کارروائیوں کے تبادلے کے لیے سپریم کورٹ سے رجوع کر سکتے ہیں۔

دفعہ 139 الف کسی بھی طرح دفعہ 136، دفعہ 139 اور دفعہ 142 کے ذریعہ عطا کیے گئے اختیارات کو کم نہیں کرتا۔ (ملاحظہ فرمایئے یونین کاربائیڈ کارپوریشن بنام یونین آف انڈیا (اے آئی آر 1992 ایس سی 248) اور چولامندلم بنام رادھیکا سنتھیلکس (اے آئی آر 1996 ایس سی 1098) والے معاملے)۔

22- سپریم کورٹ کے ضمنی اختیارات

اگر پارلیمنٹ اس نتیجے پر پہنچتی ہے کہ سپریم کورٹ کو مزید اختیارات دیے جائیں تو وہ آئین کی دفعہ 140 کے تحت اسے زائد اختیارات دے سکتی ہے بشرطیکہ وہ اختیارات سے آئین کی کسی توضیع کے متناقض نہ ہو یا اس کے تحت عطا کیے ہوئے اختیارات پر اثر انداز نہ ہو۔

23- تمام عدالتیں سپریم کورٹ کے قرار دیے قانون کی پابند ہوں گی

سپریم کورٹ ہمارے ملک کی عدالت عظمٰی یعنی سب سے بڑی عدالت ہے اور اس کے ذریعے دیا گیا ہر فیصلہ آئین کی دفعہ 141 کی رو سے ملک کی تمام عدالتوں کے لیے قابل پابندی ہوگا۔ مگر یہاں اس بات کا ذکر کرنا بھی بے محل نہ ہوگا کہ سپریم کورٹ کا کوئی بھی فیصلہ تب تک نظیر نہیں بن سکتا جب تک کہ سپریم کورٹ نے اس معاملے میں کسی قانونی مدعے کی بابت با قاعدہ فیصلہ نہ دیا ہو۔ ریاست پنجاب بنام سریندر کمار والے معاملے (1992) (1 ایس سی سی 489) میں سپریم کورٹ نے یہ حکم جاری کیا تھا کہ ایک عارضی ملازم کی باضابطہ تقرری کی جائے لیکن یہ حکم صادر کرتے وقت اس نے ایسا کرنے کے اسباب قلم بند نہیں کیے تھے لہٰذا سپریم کورٹ کا یہ حکم نظیر کی شکل اختیار نہیں کر سکتا۔ اسی طرح اگر عدالت نے کوئی فیصلہ دیتے وقت کوئی ایسی ضمنی رائے پیش کی ہو جس سے مقدمے کا کوئی تعلق نہ ہو تو وہ نظیر نہیں بن سکتی مگر یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ سپریم کورٹ کی ضمنی رائے کی بھی ہائی کورٹیں ایسی صورت میں پابند ہوں گی جب اس کے متضاد کوئی قابل پابندی فیصلہ موجود ہو۔

فیصلہ پر قائم رہنے کے اصول (Stare Decisis) کے مطابق عدالتوں کو فیصلوں پر قائم رہنا چاہیے اور ان کو الٹ پلٹ نہیں کرنا چاہیے۔ اس اصول کے بغیر قانون عامہ برقرار نہیں رہ سکتا البتہ آئین نے سپریم کورٹ کے ججوں پر کوئی بھی ایسی پابندی نہیں لگائی ہے کہ وہ پرانے فیصلوں پر نظر ثانی نہ کر سکیں یا یہ کہ پرانے فیصلوں میں متعلقہ امور کی بابت ایسے فیصلے لیے گئے ہوں جن سے عام شہریوں کے بنیادی حقوق پر منفی اثر پڑتا ہو تو انھیں نہ بدل سکیں۔ لیکن متذکرہ بالا اصول کے مطابق ایسے فیصلوں کو منسوخ کرنے یا انھیں بدلنے میں جلد بازی سے کام نہیں لینا چاہیے۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمایئے سجن سنگھ بنام ریاست راجستھان (اے آئی آر 1965 ایس سی 845)، ریاست پنجاب بنام بلدیو سنگھ والے معاملے (1999) (6 ایس سی سی 172)۔

کبھی کبھی آئین کی دفعہ 141 کے تحت سپریم کورٹ کے فیصلوں کی بابت یہ غلط فہمی پیدا ہو جاتی ہے کہ سپریم کورٹ کو قانون سازی کا بھی حق حاصل ہے۔ اسی غلط فہمی کو دور کرنے کے لیے سپریم کورٹ نے سوشیل کمار شرما بنام یونین آف انڈیا والے معاملے (2005) (6 ایس سی سی 281-سی) میں یہ فیصلہ دیا ہے کہ اسے صرف قانون کی تعبیر کا حق حاصل ہے نہ کہ قانون سازی کا اور اگر قانون کی کسی بھی دفعہ یا توضیع کی خلاف ورزی کی جاتی ہے یا اس کا بیجا استعمال کیا جاتا ہے یا اس سے ناجائز فائدہ اٹھایا جاتا ہے تو یہ کام حکومت کا ہے کہ وہ اس میں ضروری ترمیم یا ردوبدل کرے نہ کہ عدالت کا۔

24- سپریم کورٹ کی ڈگریوں اور احکام کا نفاذ

دفعہ 142 کے تحت سپریم کورٹ اپنے اختیار سماعت کے استعمال میں ایسی ڈگری صادر کر سکے گی یا ایسا حکم دے سکے گی جو اس کے روبرو زیر غور کسی مقدمہ یا امر نزاعی میں پورا انصاف کرنے کے لیے ضروری ہو اور ایسی صادر کی ہوئی کوئی ڈگری یا ایسا دیا ہوا کوئی حکم بھارت کے پورے علاقہ میں ایسے طریقہ سے جو پارلیمنٹ کے بنائے ہوئے قانون سے یا اس کے تحت مقرر کیا جائے اور اس بارے میں اس طرح حکم وضع ہونے تک ایسے طریقہ سے جو صدر حکم کے ذریعہ مقرر کرے قابل نفاذ ہوگا۔

اس بارے میں پارلیمنٹ کے بنائے ہوئے کسی قانون کی توضیحات کے تابع سپریم کورٹ کو بھارت کے پورے علاقے سے متعلق کسی شخص کو حاضر کرانے یا دستاویزات کے انکشاف کرنے یا پیش کرنے یا خود اس کی اپنی کسی توہین کی تفتیش یا سزا دینے کی غرض سے کسی حکم کی توضیح کرنے کے تمام اور ہر قسم کے اختیارات حاصل ہوں گے۔

اس دفعہ میں "کسی مقدمے یا امر نزاعی" عبارت کی بابت سب سے پہلے یہ بات ذہن میں آتی ہے کہ اس میں کون کون سی کارروائیاں شامل ہیں۔ اس سلسلے میں Halsbury's Laws of England کے مطابق اگر مقدمہ یا امر نزاعی دونوں کا استعمال ایک ساتھ کیا جاتا ہے تو اس میں عدالت میں کی جانے والی تقریباً ہر قسم کی کارروائی شامل ہے، خواہ وہ سول ہو یا فوجداری، درمیانی ہو یا حتمی، فیصلے سے قبل کی گئی ہو یا فیصلے کے بعد۔ ریاست پنجاب بنام سریندر کمار والے معاملے (1992) (1 ایس سی سی 489) میں بھی یہ کہا گیا ہے کہ دفعہ 142 کے تحت سپریم کورٹ کو یہ اختیار ہے کہ وہ کسی بھی مقدمے یا امر نزاعی میں جو اس کے روبرو زیر سماعت ہو، کوئی بھی ایسا حکم صادر کر سکتی ہے جو مکمل انصاف رسانی کے لیے ضروری ہو جبکہ ہر مقدمے یا امر نزاعی میں ہائی کورٹ کو اس قسم کے احکام صادر کرنے کا حق نہیں ہے۔

25- صدر کا سپریم کورٹ سے صلاح کرنے کا اختیار

آئین کی دفعہ 143 کے مطابق سپریم کورٹ اپنے اس اختیار سماعت کا استعمال اس وقت کرتی ہے جب صدر اس سے کسی ایسے مسئلے پر غور کرنے کے لیے رجوع کریں جس کی نوعیت ایک ایسے اہم قانونی یا واقعاتی مسئلے کی ہو جس کے بارے میں سپریم کورٹ کی رائے جاننا قرین مصلحت ہو۔

26- سول اور عدالتی حکام کا سپریم کورٹ کو مدد بہم پہنچانا

آئین کی دفعہ 144 کے مطابق تمام سول اور عدالتی حکام کا یہ فرض ہے کہ وہ سپریم کورٹ کی حسب ضرورت مدد کریں یعنی سپریم کورٹ اپنے فرائض کی انجام دہی میں ان سے جو بھی کام کرنے کے لیے کہے یا مدد مانگے حسب صورت کریں یا بہم پہنچائیں اگر وہ ایسا کرنے میں ناکام رہتے ہیں اور اس ضمن میں اپنے فرائض ٹھیک سے انجام نہیں دیتے تو سپریم کورٹ کو یہ حق ہے کہ وہ قاصر

رہنے والے فریق پر جرمانہ بھی عائد کر سکتی ہے، اسے سزا بھی دے سکتی ہے اور اس پر خرچہ بھی ڈال سکتی ہے۔ ونیش بنام موتی لال نہرو کالج والے معاملے (اے آئی آر 1990 ایس سی 2030) میں یہ فیصلہ دیا تھا کہ اگر حکومت بھی اس ضمن میں اپنے فرائض کی انجام دہی میں کوتاہی برتتی ہے یا اسے جو کام سونپا گیا ہے اس کے کرنے میں قاصر رہتی ہے تو سپریم کورٹ کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اس پر خرچہ ڈال سکے۔

27- سپریم کورٹ کے قواعد وغیرہ بنانے کا اختیار

آئین کی دفعہ 145 کے مطابق مختلف امور کی بابت قواعد بنا سکتی ہے تا کہ عدالت کے کام کاج اور دیگر معاملات سے متعلق طریق کار اور ضابطے کا تعین کیا جاسکے۔ ان میں مندرجہ ذیل شامل ہوں گے۔

☆ ان اشخاص کے بارے میں جو سپریم کورٹ میں وکالت کرتے ہوں۔
☆ اپیلوں کی سماعت اور اپیلیں داخل کرنے کی مدت وغیرہ کے بارے میں
☆ بنیادی حقوق کے نفاذ کے لیے عدالت میں کارروائی کے بارے میں
☆ مختلف معاملات میں فیس عائد کرنے کے بارے میں
☆ ضمانت منظور کرنے والتوائی کارروائی کے بارے میں
☆ عدالت کو پریشان کرنے یا تاخیر کرنے کی غرض سے فائل کی گئی اپیلوں کے بارے میں
☆ آئینی معاملات پر غور کرنے کے لیے بینچ کے ارکان کی تعداد کے تعین کے بارے میں: اور
☆ ان دیگر امور کی بابت جو آئین کی دفعہ 145 میں درج ہیں۔

سپریم کورٹ کا ہر فیصلہ صرف کھلی عدالت میں صادر ہوگا

28- سپریم کورٹ کے عہدیداران، ملازمتیں اور مسائل

آئین کی دفعہ 146 کے مطابق، سپریم کورٹ کے عہدیداروں اور ملازموں کا تقرر بھارت کے چیف جسٹس یا اس عدالت کا ایسا دیگر جج یا عہدیدار کرے گا جس کو وہ ہدایت دے۔

■ ہائی کورٹ

جس طرح سپریم کورٹ ہمارے ملک کی سب سے بڑی عدالت ہے اور جسے عدالت عظمیٰ کہا جاتا ہے اسی طرح ہائی کورٹ جسے عدالت عالیہ کہا جاتا ہے اس ریاست کی سب سے بڑی عدالت ہوتی ہے جس کے لیے اسے قائم کیا گیا ہے۔ کبھی کبھی کئی ریاستوں یا یونین علاقوں کے لیے ایک مشترکہ ہائی کورٹ بھی ہوسکتی ہے۔ آزادی سے قبل ہائی کورٹوں کا قیام گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ، 1935 کے تحت کیا جاتا تھا اوران کے قیام کی ذمہ داری صوبائی لیجسلیچر کی تھی۔ آزادی کے بعد بھارت کے آئین کے ساتویں جدول کی یونین لسٹ کے اندراج نمبر 78 کو شامل کر کے یہ کام مرکزی سرکار کوسونپ دیا گیا۔ آئین کی دفعہ 216 کے تحت ہائی کورٹ کے چیف جسٹس اور ججوں کی تقرری کا اختیار سینٹرل اتھارٹی یعنی بھارت کے صدر کو دے دیا گیا۔ ہائی کورٹوں کا قیام آئین کے جز 5 کے باب 5 کے تحت دفعہ 214 کے تحت کیا جاتا ہے۔ آئین کی دفعات 214 تا 231 ہائی کورٹوں کے قیام، ان کی قانونی حیثیت، تشکیل، اختیار سماعت، ججوں کے تقرر وغیرہ سے متعلق ہیں۔ سپریم کورٹ کی طرح ہائی کورٹس بھی بنیادی حقوق کے تحفظ میں اہم کردار ادا کرتی ہیں اور انھیں بھی سپریم کورٹ کی طرح مختلف رِٹ جاری کرنے کا اختیار ہے۔ (ان رٹوں کی تفصیل کے لیے ''سپریم کورٹ کو بنیادی حقوق کے نفاذ کے لیے ہدایات، احکام یا رِٹ جاری کرنے کے اختیارات'' عنوان کے تحت ان رٹوں کی نوعیت کے متعلق دی گئی تفصیل ملاحظہ فرمائیے)۔

آئین کے نفاذ کے وقت ریاستوں کو تین زمروں میں رکھا گیا تھا یعنی پارٹ اے، پارٹ بی اور پارٹ سی ریاستیں۔ آئین کی دفعہ 214 کے فقرہ (1) میں یہ توضیح کی گئی تھی کہ ہر ریاست کے لیے ایک ہائی کورٹ کا قیام کیا جائے گا اور ساتھ ساتھ ہی اسی دفعہ کے فقرہ (2) میں یہ بات کہی گئی تھی کہ کوئی بھی ہائی کورٹ جو کسی صوبے میں کام کر رہی ہے اس کی مماثل ریاست کی ہائی کورٹ ہوگی۔ اس طرح آئین کے نفاذ کے وقت مندرجہ ذیل ہائی کورٹیں جس طرح متعلقہ ریاستوں کی ہائی کورٹیں قرار پائیں ان کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

☆ ریاست آسام کے لیے آسام ہائی کورٹ۔

☆ ریاست بہار کے لیے پٹنہ ہائی کورٹ۔

☆ ریاست اڑیسہ کے لیے اڑیسہ ہائی کورٹ۔

☆ ریاست بمبئی، جسے بعد میں ممبئی کا نام دیا گیا، کے لیے ہائی کورٹ۔

☆ ریاست مدھیہ پردیش کے لیے ناگپور ہائی کورٹ۔

☆ ریاست مدراس کے لیے مدراس ہائی کورٹ۔

☆ ریاست پنجاب کے لیے پنجاب ہائی کورٹ۔

☆ ریاست یونائٹڈ پروونس، جسے بعد میں اتر پردیش کہا گیا، کے لیے الٰہ آباد ہائی کورٹ۔

☆ ریاست مغربی بنگال کے لیے کلکتہ ہائی کورٹ۔

اسی طرح بھارت یونین میں شمولیت سے پہلے پارٹ بی ریاستوں میں، جو اعلیٰ ترین عدالتیں کام کر رہی تھیں وہ آئین کی دفعہ 214(2) کے ساتھ پڑھی جانے والی دفعہ 238(12) کی رو سے متعلقہ پارٹ بی ریاستوں کے لیے آئین کے تحت وہاں کی ہائی کورٹ قرار پائیں۔ اسی طرح پارٹ بی ریاستوں میں، جو عدالتی کمشنروں کی عدالتیں اجمیر، بھوپال، کچھ اور وندھیا پردیش میں کام کر رہی تھیں، وہ عدالتی کمشنروں کی عدالت (ہائی کورٹ کے طور پر اعلان) ایکٹ، 1950 (1950 کا 15) کی دفعہ 3-5 کے تحت آئین کے اغراض کے لیے ہائی کورٹ قرار دی گئیں۔ ریاستوں کی تنظیم نو ایکٹ، 1956 کی دفعہ 50(1) کے تحت ان عدالتوں کو یکم نومبر 1956 سے ختم کر دیا گیا یعنی اس وقت سے جب ہر نئی مماثل ریاست کے لیے نئی ہائی کورٹ قائم کر دی گئی۔ یونین علاقہ دہلی کو اس وقت تک پنجاب ہائی کورٹ کے تحت رکھا گیا جب تک کہ 1966 میں دہلی ہائی کورٹ کا قیام نہیں ہو گیا۔ اسی طرح ہماچل پردیش ہائی کورٹ کا قیام ہونے تک یعنی 25 جنوری 1971 تک اسے دہلی ہائی کورٹ کے ایک سرکٹ بینچ کے تحت رکھا گیا۔ اس کے بعد اور کئی ہائی کورٹ وجود میں آئیں۔ 9 نومبر 2000 کو اتر پردیش تنظیم نو ایکٹ، 2000 کے تحت اترا کھنڈ ہائی کورٹ قائم کی گئی اس سے پہلے یہ علاقہ الٰہ آباد ہائی کورٹ کے اختیار سماعت میں آتا تھا۔ اسی طرح 11 نومبر 2000 کو چھتیس گڑھ ہائی کورٹ مدھیہ پردیش تنظیم نو

ایکٹ، 2000 کے تحت قائم کی گئی۔اس سے پہلے یہ علاقہ مدھیہ پردیش ہائی کورٹ کے اختیار سماعت میں آتا تھا۔ مابعد 15 نومبر 2000 کو جھارکھنڈ ہائی کورٹ بہار تنظیم نو ایکٹ، کے تحت میں آئی۔

یونین علاقہ گوا، دمن، دیواوردادراونا گرحویلی کے لیے صدر کے ذریعے دفعہ 240 کے تحت بنائے گئے گوا، دمن اور دیو (عدالتی کمشنر کی عدالت) ضابطہ، 1963 کے تحت ایک عدالتی کمشنر کی عدالت قائم کی گئی۔ بعد میں اسے گوا، دمن اور دیو عدالتی کمشنر کی عدالت (ہائی کورٹ کے طور پر اعلان) ایکٹ، 1964 کے اغراض کے لیے ہائی کورٹ قرار دیا گیا۔اس کے بعد بمبئی ہائی کورٹ کا وہاں بینچ قائم ہونے پر اسے ختم کر دیا گیا۔ یہ ہے آزادی کے بعد کی ہائی کورٹوں کے قیام کی مختصر سی تاریخ۔

ہندوستان میں آزادی سے قبل اور آزادی کے بعد قائم ہونے والی تمام ہائی کورٹوں کے نام، وہ ریاستیں جہاں انھیں قائم کیا گیا، وہ قوانین جن کے تحت انھیں قائم کیا گیا اور وہ تاریخیں جس دن وہ وجود میں آئیں مندرجہ ذیل ٹیبل میں درج ہیں:

1- ہائی کورٹوں کی فہرست

نمبر شمار	ہائی کورٹ کا نام	ریاست/ریاستوں کا نام جہاں ہائی کورٹ قائم کی گئی	قانون اور اس کی متعلقہ دفعہ جس کے تحت ہائی کورٹ قائم کی گئی۔	تاریخ
1	2	3	4	5
1	الہ آباد ہائی کورٹ، الہ آباد بینچ لکھنؤ	اتر پردیش	آئین کی دفعہ 214(2) اس سے پہلے ہائی کورٹ ایکٹ، 1861 کے تحت جاری کیے گئے لیٹرز پٹینٹ کے تحت قائم کی گئی۔	21/1/1950 11/6/1866
2	آندھرا پردیش ہائی کورٹ، حیدر آباد	آندھرا پردیش	ریاستوں کی تنظیم نو ایکٹ، 1956 کی دفعہ 65 اس سے پہلے آندھرا ہائی کورٹ ریاست آندھرا ایکٹ، 1953 کی دفعہ 28 کے تحت قائم کی گئی۔	1/11/1956 5/7/1954

3	گوہاٹی ہائی کورٹ، گوہاٹی (آسام) بینچ: کوہیما (ناگالینڈ) شیلانگ (میگھالیہ) امپھال (منی پور) اگرتلہ (تریپورہ) ایزوال (میزورم) ایٹانگر (اروناچل پردیش)	آسام، ناگالینڈ، میگھالیہ، منی پور، تریپورہ، میزورم اور اروناچل پردیش	گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ، 1935 آسام ہائی کورٹ (حدود میں تبدیلی) ایکٹ، 1951 اور شمال مشرقی علاقے (تنظیم نو) ایکٹ، 1971 کے تحت پہلے بالترتیب ہائی کورٹ کا قیام کیا گیا، پھر حدود میں تبدیلی کی گئی اور بعدۂ بینچز قائم کیے گئے۔	1/3/1948
4	پٹنہ ہائی کورٹ، پٹنہ	بہار	آئین کی دفعہ 214(2) اس سے پہلے ہائی کورٹ ایکٹ، 1861 کے تحت جاری کیے گئے لیٹرز پٹینٹ کے تحت قائم کی گئی۔	26/1/1950 2/9/1916
5	گجرات ہائی کورٹ، احمد آباد	گجرات	بمبئی تنظیم نو ایکٹ، 1960 کی دفعہ 28(1)	1/5/1960
6	کیرالہ ہائی کورٹ بینچ: کوچی	کیرالہ اور یونین علاقہ لکشدیپ	ریاستوں کی تنظیم نو ایکٹ، 1956 کی دفعہ 49(2) ودفعہ 60	1/11/1956
7	مدھیہ پردیش ہائی کورٹ، جبل پور بینچ: گوالیار، اندور	مدھیہ پردیش	ریاستوں کی تنظیم نو ایکٹ، 1956 کی دفعہ 49(1) اس سے پہلے لیٹرز پٹینٹ مورخہ 2/1/1936 کے تحت قائم کی گئی۔	1/11/1956

8	مدراس ہائی کورٹ، چنئی بینچ: مدورائی	تمل ناڈو اور یونین علاقہ پانڈیچری	آئین کی دفعہ 214(2)۔ اس سے پہلے ہائی کورٹ ایکٹ، 1861 کے تحت جاری کیے گئے لیٹرز پٹینٹ کے تحت قائم کی گئی۔ ریاست آندھرا ایکٹ، 1953 کے تحت آندھرا الگ ہوجانے کے بعد نئی ریاست مدراس کے لیے بھی یہ برابر ہائی کورٹ بنی رہی اور اس کا علاقائی اختیار سماعت پانڈیچری (ایڈمنسٹریشن) ایکٹ، 1962 کی دفعہ 9 کے تحت 6/11/1962 سے بڑھا کر پانڈیچری تک کردیا گیا۔	26/1/1950 26/6/1862 1/11/1953
9	بمبئی ہائی کورٹ، ممبئی (سابق بمبئی) بینچ: ناگپور، پاناجی، اورنگ آباد	مہاراشٹر	آئین کی دفعہ 214(2)۔ اس سے پہلے ہائی کورٹ ایکٹ، 1861 کے تحت جاری کیے گئے لیٹرز پٹینٹ کے تحت قائم کی گئی۔ بمبئی تنظیم نو ایکٹ، 1960 کے تحت نئی ریاست مہاراشٹر بننے کے بعد یہ اس ریاست کے لیے برابر ہائی کورٹ بنی رہی۔ اس کی ایک مستقل بینچ اس ایکٹ کی دفعہ 41 کے تحت ناگپور میں قائم ہوئی۔	26/1/1950 26/6/1862 1/5/1960

10	کرناٹک ہائی کورٹ (سابق میسور) بینچ: ہبلی، دھارواڑ، گلبرگہ	کرناٹک	ریاستوں کی تنظیم نو ایکٹ، 1956 کی دفعہ 49(2)۔	1/11/1956
			اس سے پہلے آئین کی دفعہ 238(12) کے ساتھ پڑھی جانے والی دفعہ 214(2) کے تحت قائم کی گئی جو پارٹ بی میسور ریاست کے لیے تھی۔ اس سے پہلے اسے چیف کورٹ کہا جاتا تھا اور بعد میں اسے ہائی کورٹ آف میسور کہا گیا۔	26/1/1950
11	اڑیسہ ہائی کورٹ، کٹک	اڑیسہ	ریاستوں کی تنظیم نو ایکٹ، 1956 کی دفعہ 49(2)	26/1/1950
			اس سے پہلے گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ، 1935 کی دفعہ 229(1) کے تحت قائم کی گئی۔	30/4/1948
12	پنجاب اور ہریانہ ہائی کورٹ، چنڈی گڑھ	پنجاب اور ہریانہ یونین علاقہ چنڈی گڑھ	پنجاب تنظیم نو ایکٹ، 1966 کی دفعہ 29 و دفعہ 30۔	1/11/1966
			اس سے پہلے ہائی کورٹ ایکٹ 1861 کے تحت جاری کیے لیٹرز پٹینٹ کے ذریعے قائم کی گئی لاہور ہائی کورٹ	21/3/1919

13	راجستھان ہائی کورٹ، جے پور	راجستھان	ریاستوں کی تنظیم نو ایکٹ، 1956 کی دفعہ 49(2)۔ اس سے پہلے آئین کی دفعہ 238(12) کے ساتھ پڑھی جانے والی دفعہ 214(2) کے تحت قائم کی گئی۔	1/11/1956 26/1/1950
14	کلکتہ ہائی کورٹ، کولکاتا (پرانا نام کلکتہ) بینچ: پورٹ بلیئر	ویسٹ بنگال، یونین علاقہ جزائر انڈمان و نکوبار	آئین کی دفعہ 214(2)۔ اس سے پہلے ہائی کورٹ ایکٹ، 1861 کے تحت جاری کیے گئے لیٹرز پٹینٹ کے تحت قائم کی گئی اور کلکتہ ہائی کورٹ (اختیار سماعت میں توسیع) ایکٹ، 1953 کے تحت اس کا علاقائی اختیار سماعت 2 مئی 1950 سے بڑھا کر انڈمان نکوبار جزائر تک کر دیا گیا۔	26/1/1950 14/5/1862
15	جموں و کشمیر ہائی کورٹ، سری نگر ونگ و جموں ونگ	جموں و کشمیر	آئین کی دفعہ 370 کے ساتھ پڑھی جانے والی جموں و کشمیر کے آئین کی دفعہ 93(4)	26/1/1957
16	دہلی ہائی کورٹ، نئی دہلی	قومی راجدھانی دہلی	خطہ دہلی ہائی کورٹ ایکٹ، 1966	31/10/1966
17	ہماچل پردیش ہائی کورٹ، شملہ	ہماچل پردیش	ریاست ہماچل پردیش ایکٹ، 1970 کی دفعہ 21	25/1/1971

18	سکم ہائی کورٹ، گینگٹاک سکم	گورنمنٹ آف سکم ایکٹ، 26/4/1975 1974 کے تحت جو آئین (35ویں ترمیم) ایکٹ، 1974 کے تحت اس کے ایسوسی ایٹ ریاست کے طور پر بھارت کی یونین میں ایکیوزیشن کے بعد وضع کیا گیا۔
19	اترا کھنڈ ہائی کورٹ، اترا کھنڈ نینی تال	تنظیم نو ریاست اتر پردیش ایکٹ، 9/11/2000 2000
20	جھارکھنڈ ہائی کورٹ، جھارکھنڈ رانچی	تنظیم نو ریاست بہار ایکٹ، 15/11/2000 2000
21	چھتیس گڑھ ہائی کورٹ، چھتیس گڑھ	تنظیم نو ریاست مدھیہ پردیش 11/1/2000 ایکٹ، 2000

2- ہائی کورٹ کا نظیری عدالت ہونا

آئین کی دفعہ 214 کے مطابق ہمارے ملک کی ہائی کورٹیں بھی سپریم کورٹ کی طرح کورٹس آف ریکارڈ کے زمرے میں آتی ہیں مگر ان کے فیصلے صرف متعلقہ ریاستوں میں ہی ذیلی عدالتوں کے لیے قابل پابندی ہوتے ہیں اور دیگر ریاستوں کی ہائی کورٹوں میں ان کا حوالہ محض ترغیبی نظیر کے طور پر دیا جاسکتا ہے۔ ہر ہائی کورٹ ایک نظیری عدالت ہوگی اور اس کو ایسی عدالت کے جملہ اختیارات حاصل ہوں گے جن میں اس کی اپنی توہین کا سزا دینے کا اختیار بھی شامل ہے۔

3- ہائی کورٹ کی تشکیل

آئین کی دفعہ 216 کے مطابق ہر ہائی کورٹ ایک چیف جسٹس اور ایسے دیگر ججوں پر مشتمل ہوگی جن کا تقرر کرنا صدر وقتاً فوقتاً ضروری سمجھے۔

4- ہائی کورٹ کے جج کا تقرر اور شرائط عہدہ

آئین کی دفعہ 217 کے مطابق ہائی کورٹ کے ہر جج کا تقرر صدر اپنے دستخط اور مہر سے حکم نامے کے ذریعے بھارت کے چیف جسٹس سے، ریاست کے گورنر سے اور چیف جسٹس کے سوا کسی دوسرے جج کے تقرر کی صورت میں اس ہائی کورٹ کے چیف جسٹس سے صلاح کے بعد کرے گا اور زائد یا کارگزار جج اس مدت تک جس کی دفعہ 224 میں توضیح ہے اور کسی دیگر صورت میں 62 سال کی عمر تک عہدہ پر فائز رہے گا۔

بشرطیکہ۔۔۔۔۔

(الف)(1) کوئی جج صدر کو موسومہ دستخطی تحریر کے ذریعہ اپنے عہدے سے استعفٰی دے سکے گا،

(ب) صدر کسی جج کو اس کے عہدہ سے اس طریقہ سے علاحدہ کر سکے گا جس کی سپریم کورٹ کے جج کو علاحدہ کرنے کے لیے دفعہ 124 کے فقرہ (4) میں توضیح ہے،

(ج) صدر کے کسی جج کا سپریم کورٹ کے جج کی حیثیت سے تقرر کر دینے یا صدر کے اس کو بھارت کے علاقہ کے اندر کسی دوسری ہائی کورٹ میں تبادلہ کر دیے سے اس جج کا عہدہ خالی ہو جائے گا۔

5- ہائی کورٹ کا جج بننے کے لیے ضروری اہلیت

آئین کی دفعہ 217(2) کے مطابق، صرف وہی شخص ہائی کورٹ کے جج کی حیثیت سے تقرری کا اہل ہوگا جو بھارت کا شہری ہو اور مندرجہ ذیل شرائط پوری کرتا ہو۔

☆ بھارت میں کسی حاکم عدالت کے عہدہ پر کم سے کم دس سال تک فائز رہا ہو، یا

☆ کسی ہائی کورٹ کا یا دو یا دو سے زیادہ ایسی عدالتوں کا کم سے کم متواتر دس سال تک ایڈووکیٹ رہا ہو۔ ایسی مدت کا شمار کرتے وقت جس کے دوران کوئی شخص بھارت میں کسی عدالتی عہدہ پر فائز رہا ہو، عدالتی عہدہ پر فائز ہونے کے بعد کوئی ایسی مدت بھی شامل کی جائے گی جس کے دوران ایسا شخص کسی ہائی کورٹ کا ایڈووکیٹ رہا ہے یا یونین یا ریاست میں کسی ایسے ٹریبونل

کے رکن کے عہدے یا کسی ایسے عہدے پر فائز رہا ہے جس کے لیے خصوصی قانونی علیت مطلوب ہو۔ اس مدت کا شمار کرتے وقت جس میں کوئی شخص کسی ہائی کورٹ کا ایڈووکیٹ رہا ہو، ایسی ہر مدت شامل کرلی جائے گی جس میں وہ شخص ایڈووکیٹ بننے کے بعد کسی عدالتی عہدہ یا یونین یا ریاست میں ٹریبونل کے رکن کے عہدے یا کسی ایسے عہدے پر فائز رہا ہے جس کے لیے خصوصی قانونی علیت مطلوب ہو۔

مزید یہ کہ اس مدت کا شمار کرتے وقت جس میں کوئی شخص بھارت کے علاقہ میں عدالتی عہدہ پر فائز رہا ہو یا کسی ہائی کورٹ کا ایڈووکیٹ رہا ہو، اس آئین کی تاریخ نفاذ سے پہلے کی ہر ایسی مدت شامل کرلی جائے گی جس میں وہ کسی ایسے علاقے میں عدالتی عہدہ پر رہا ہو جو 15 اگست 1947 سے قبل بھارت میں، جس کی تعریف گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ 1935 میں کی گئی ہے، شامل تھا یا، جیسی کہ صورت ہو، کسی ایسے علاقے میں ہائی کورٹ کا ایڈووکیٹ رہا ہو۔

6- ہائی کورٹ کے جج کی عمر کا تعین

آئین کی دفعہ 217(3) کے مطابق اگر کسی ہائی کورٹ کے جج کی عمر کے بارے میں کوئی سوال پیدا ہو تو صدر اس سوال کا فیصلہ بھارت کے چیف جسٹس سے صلاح کے بعد کرے گا اور صدر کا فیصلہ حتمی ہوگا۔

7- جج بننے کے بعد وکالت کرنے پر پابندی

آئین کی دفعہ 220 کے مطابق کوئی شخص جو اس آئین کی تاریخ نفاذ کے بعد ہائی کورٹ کے مستقل جج کی حیثیت سے عہدے پر فائز رہ چکا ہو سوائے سپریم کورٹ اور دیگر ہائی کورٹوں کے بھارت میں کسی عدالت میں یا کسی حاکم کے روبرو وکالت یا پیروی نہیں کرے گا۔ یہاں ہائی کورٹ میں ایسے ریاست کی ہائی کورٹ شامل نہیں ہے جس کی صراحت پہلے جدول کے حصہ (ب) میں تھی جیسا کہ وہ آئین (7 ویں ترمیم) ایکٹ، 1956 کی تاریخ نفاذ سے قبل تھا۔

8- ہائی کورٹ کے ججوں کی تنخواہ و بھتے وغیرہ

ہائی کورٹ کی ججوں کی تنخواہ، بھتوں، مراعات و پنشن کا تعین آئین کے دوسرے جدول کے

ساتھ پڑھی جانے والی دفعہ 221 کے تحت کیا جاتا ہے۔ان میں سے کسی بھی مد پر کس شرح سے تعین کیا جائے گا اس کی تفاصیل ہائی کورٹ ججز (تنخواہ وشرائط ملازمت) ایکٹ میں درج ہوتی ہیں جس میں وقتاً فوقتاً ترمیم کی جاتی رہی ہیں۔

9- کسی جج کا ایک ہائی کورٹ سے دوسری ہائی کورٹ میں تبادلہ

آئین کی دفعہ 222 کے مطابق صدر بھارت کے چیف جسٹس سے صلاح کے بعد کسی بھی جج کا تبادلہ ایک ہائی کورٹ سے دوسری ہائی کورٹ میں کر سکے گا۔

10- کارگزار چیف جسٹس کا تقرر

آئین کی دفعہ 223 جب کسی ہائی کورٹ کے چیف جسٹس کا عہدہ خالی ہو یا جب کوئی ایسا چیف جسٹس بوجہ غیر حاضری یا دیگر طور پر اپنے عہدہ کے فرائض انجام دینے کے قابل نہ ہو تو اس عہدہ کے فرائض عدالت کے دوسرے ججوں میں سے ایک ایسا جج انجام دے گا جس کا صدر اس غرض سے تقرر کرے۔

11- ایڈیشنل وکارگزار ججوں کا تقرر

آئین کی دفعہ 224 اگر کسی ہائی کورٹ کے کام میں عارضی اضافہ یا اس میں کام کے بقایا کی وجہ سے صدر کو یہ معلوم ہو کہ اس عدالت کے ججوں کی تعداد میں فی الوقت اضافہ کرنا چاہیے تو صدر باضابطہ اہلیت رکھنے والے اشخاص کا تقرر اس عدالت کے زائد ججوں کی حیثیت سے ایسی مدت کے لیے کر سکے گا جو دو سال سے متجاوز نہ ہو اور جس کی وہ صراحت کرے۔

جب ہائی کورٹ کے چیف جسٹس کے سوا کوئی دوسرا جج بوجہ غیر حاضری یا دیگر طور پر اپنے عہدہ کے فرائض انجام دینے کے قابل نہ ہو یا چیف جسٹس کی حیثیت سے عارضی طور پر کام کرنے کے لیے اس کا تقرر ہو تو صدر کسی باضابطہ اہلیت رکھنے والے شخص کا تقرر مستقل جج کے اپنے کام پر واپس آنے تک اس عدالت کے جج کی حیثیت سے کام کرنے کے لیے کر سکے گا۔

کوئی شخص جس کا ہائی کورٹ کے زائد یا کارگزار جج کی حیثیت سے تقرر ہو 62 سال کی عمر کو پہنچنے کے بعد عہدہ پر فائز نہ رہے گا۔

12- ہائی کورٹ کے پنشن یافتہ ججوں کی خدمات حاصل کرنا

متعلقہ ریاست کے چیف جسٹس کسی وقت صدر کی ماقبل منظوری سے کسی شخص سے جو اس عدالت یا کسی اور ہائی کورٹ کے جج کے عہدے پر فائز رہا ہو اس ریاست کی ہائی کورٹ کے جج کی حیثیت سے اجلاس کرنے اور کام کرنے کی استدعا کر سکیں گے اور ہر ایسا شخص جس سے ایسی استدعا کی جائے اس طرح اجلاس کرنے اور کام کرنے کے عرصہ میں ان الاؤنسوں کا مستحق ہوگا جن کا صدر حکم کے ذریعے تعین کریں اور اس کو ہائی کورٹ کے جج کے تمام اختیارات سماعت، اختیارات اور مراعات حاصل ہوں گی لیکن اس کا دیگر طور سے اس عدالت کا جج ہونا متصور نہ ہوگا۔ اگر اس دفعہ کو بھی صحیح معنوں میں عملی شکل دی جائے تو انصاف میں تاخیر جیسے مسئلے سے با آسانی نمٹا جا سکتا ہے اور زیر التوا معاملات کی تعداد میں بھی کافی کمی لائی جا سکتی ہے۔ موجودہ صورت حال سے نمٹنے کا اس وقت واحد راستہ یہی ہے کہ ہائی کورٹ میں ججوں کی تعداد اور بڑھائی جائے اور پنشن یافتہ ججوں کی خدمات حاصل کی جائیں چونکہ اس وقت یعنی 31 دسمبر، 2009 تک ہائی کورٹ میں تصفیہ طلب، زیر التوا و زیر سماعت معاملات کی تعداد 49.4 ملین ہے اور ان کے نمٹانے کے لیے نہ صرف اور جج بلکہ اضافی وسائل کی بھی ضرورت ہے۔

13- موجودہ ہائی کورٹ کا اختیار سماعت

موجودہ ہائی کورٹ کا اختیار سماعت اس آئین کی توضیعات اور اس آئین کے ذریعہ متعلقہ مجلس قانون ساز کو عطا کیے اختیارات کے رو سے وہی اختیار سماعت حاصل ہوگا جو اسے آئین کے نفاذ سے قبل حاصل تھا بشرطیکہ کوئی پابندی جو اس آئین کی تاریخ نفاذ سے عین قبل مال گزاری سے متعلق یا کسی ایسے فعل سے متعلق کسی امر کی بابت جس کے کرنے کا اس کے وصول کرنے میں حکم دیا گیا ہو یا کیا گیا ہو، ہائی کورٹ میں سے کسی ہائی کورٹ کے ابتدائی اختیار سماعت کے استعمال پر عائد تھی ایسے اختیار سماعت کے استعمال پر آئندہ عائد نہ رہے گی۔

14- ہائی کورٹ کو مختلف رِٹ جاری کرنے کا اختیار

سپریم کورٹ کی طرح، ہائی کورٹ کو بھی آئین کی دفعہ 226 کے تحت مختلف اغراض کے لیے

ہدایات، احکام یا رِٹ جس میں حاضری ملزم، تاکیدی، امتناعی، اظہار اختیار اور مسل طلبی کی نوعیت کی رِٹ شامل ہیں یا ان میں سے کسی کو جاری کرنے کا اختیار حاصل ہے (ان رٹوں کی نوعیت کی بابتمزید تفصیل کے لیے ''سپریم کورٹ کو بنیادی حقوق کے نفاذ کے لیے ہدایات، احکام یا رٹ جاری کرنے کے اختیارات'' عنوان کے تحت درج تفاصیل ملاحظہ کیجیے)۔ ایسے اختیارات کا استعمال کوئی ایسی ہائی کورٹ بھی کر سکے گی جو ان علاقوں کے تعلق سے اختیار استعمال کرتی ہے جن میں بنائے دعویٰ کلی یا جزوی طور پر پیدا ہو باوجود اس کے کہ ایسی حکومت یا حاکم کا مرکز یا ایسے شخص کی سکونت ان علاقوں کے اندر نہ ہو۔

مفاد عامہ سے متعلق قانونی چارہ جوئی میں ایسی راحت کے لیے قانونی چارہ جوئی یا دادرسی شامل ہے جو کسی نجی فائدے کے لیے نہیں بلکہ عوام کے وسیع تر فائدے کے لیے کی جائے۔ ایسی عرضی آئین کی دفعہ 32 کے تحت سپریم کورٹ میں اور دفعہ 226 کے تحت ہائی کورٹ میں داخل کی جاسکتی ہے۔ اگر ایسا معاملہ سپریم کورٹ کے سامنے داخل کیا جاتا ہے اور سپریم کورٹ یہ سمجھتی ہے کہ اس معاملے کی سماعت ہائی کورٹ میں کی جانی چاہیے تو سپریم کورٹ اس معاملے کو بغرض سماعت متعلقہ ہائی کورٹ کو بھیج سکتی ہے جیسا کہ سبرامنیم بنام یونین آف انڈیا والے معاملے (1990 ضمنی ایس سی سی 775) میں فیصلہ کیا گیا تھا۔ یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ اگر اس قسم کی چارہ جوئی کے لیے کوئی مراسلہ بھیجا جاتا ہے تو وہ مراسلہ عدالت کے نام ہونا چاہیے نہ کہ کسی جج کے نام۔ سپریم کورٹ نے اپنی اس رائے کا اظہار سچدیو بنام یونین آف انڈیا والے معاملے (1991 ایس سی سی 605) میں کیا تھا۔

مفاد عامہ سے متعلق چارہ جوئی کے معاملات میں عدالت یا تو کوئی راحت دے سکتی ہے یا کسی معاملے کے حل کے لیے ضروری ہدایت دے سکتی ہے یا معاوضہ کی ادائیگی کے احکام جاری کرسکتی ہے۔ ایم سی مہتا بنام یونین آف انڈیا والے معاملے (اے آئی آر 1987 ایس سی 1086) میں سپریم کورٹ نے ماحولیاتی تحفظ کے سلسلے میں معاوضہ کا حکم صادر کیا تھا۔

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ اس قسم کا مقدمہ دائر کرنے کے لیے یہ ضروری نہیں کہ

متاثر شخص ہی دائر کرے۔ کوئی بھی ایسا شخص جس کے دل میں عوام کے لیے ہمدردی ہو اور وہ عوام کا بہی خواہ ہو ایسا مقدمہ دائر کر سکتا ہے۔ اس سلسلے میں ونسنٹ بنام یونین آف انڈیا (اے آئی آر 1978 ایس سی 990) پیپلز یونین بنام پولس کمشنر (1989) (4 ایس سی سی 730) جیسی نظیروں کا حوالہ دیا جا سکتا ہے۔

مفاد عامہ سے متعلق دادرسی کے معاملوں میں مندرجہ ذیل شرائط میں سے کوئی نہ کوئی شرط پوری ہونی چاہیے:۔

(1) کسی فرض عامہ کا نقض یا خلاف ورزی یا

(2) آئین کی کسی توضیع کی خلاف ورزی یا

(3) قانون کی کسی توضیع کی خلاف ورزی۔

یہاں ایم سی مہتا بنام یونین آف انڈیا والا معاملہ (اے آئی آر 1988 ایس سی 1115) قابل ذکر ہے۔ یہ معاملہ دریائے گنگا میں آلودگی سے متعلق تھا۔ اس معاملہ میں گنگا میں ہونے والی آلودگی کے بارے میں یہ کہا گیا تھا کہ یہ امر باعث تکلیف ہے۔ اس معاملے میں یہ بات بھی کہی گئی تھی کہ قانون عامہ میں کسی ایسے شخص کے ذریعہ کی جانے والی کارروائی میں جو ایسی اراضی کا مالک ہو جس کے چاروں طرف دریا واقع ہو اور اس دریا میں ایسا سیویج جس کو مکمل طور پر بغرض استعمال اجازت نہیں دی گئی ہے چھوڑ دیا جائے جو فریق متعلق کے لیے پریشانی کا باعث ہو، حکم امتناعی جاری کر کے میونسپل کارپوریشن کو ایسا کرنے سے روک سکتی ہے۔

اب ایسے معاملات بھی سامنے آنے لگے ہیں جبکہ کچھ لوگ اپنے ذاتی مفادات یا شہرت حاصل کرنے کے لیے اس قسم کے مقدمات داخل کرنے لگے ہیں اور عدالتوں نے بھی اس معاملے پر اظہار تشویش کیا ہے اور اس قسم کے لوگوں پر جرمانہ بھی عائد کیا ہے دراصل اس قانونی گنجائش کا فائدہ اٹھانے کے لیے نیک نیت ہونا بہت ضروری ہے اور اس جذبہ کا احترام کیا جانا چاہیے جس کا اظہار اس وقت کے بھارت کے چیف جسٹس، جسٹس بھگوتی نے، بندھوا مکتی مورچہ بنام یونین آف انڈیا والے معاملے (اے آئی آر 1992 ایس سی 38) میں ان الفاظ میں کیا تھا:

''مفاد عامہ کے لیے قانونی چارہ جوئی کوئی مخالفانہ چارہ جوئی نہیں ہے بلکہ یہ تو حکومت اور اس کے افسران کے لیے سماج کے محروم اور مجروح طبقوں کو حقیقی بنیادی انسانی حقوق عطا کرنے اور انھیں سماجی، معاشی وسیاسی انصاف کا یقین دلانے کے لیے ایک چنوتی اور موقع ہے اور یہی آئین کا علامتی معیار ہے۔''

اس دفعہ کے تحت کوئی بھی شخص جس کے کسی بنیادی حق کی خلاف ورزی ہوتی ہو یا اسے اس حق سے محروم کیا جاتا ہے تو وہ اپنا حق پانے کے لیے ہائی کورٹ میں معاملے کی نوعیت کے اعتبار سے سول یا کرمنل رٹ دائر کرسکتا ہے مگر یاد رہے کہ یہ رٹ صرف ان سرکاری اداروں کے خلاف ہی دائر کیے جاسکتے ہیں جو 'مملکت' کی تعریف کے احاطے میں آتے ہوں۔ کسی نجی ادارے یا فرد کے خلاف رٹ داخل نہیں کی جاسکتی۔ معاشرے کے کمزور ومحروم طبقات کے لیے یہ ایک ایسا راستہ ہے کہ جس سے وہ اپنے ان حقوق کو پھر سے حاصل کرسکتے ہیں جن سے انھیں محروم کردیا گیا تھا۔ ان حقوق میں جو حقوق شامل ہیں ان میں اہم حقوق ہیں۔حق مساوات، حق آزادی، استحصال کے خلاف حق، مذہب کی آزادی، اقلیتوں کے مفادات کا تحفظ وغیرہ۔

15- ہائی کورٹ کا جملہ عدالتوں کا نگرانی کا اختیار

ہر ہائی کورٹ اپنے علاقائی اختیار سماعت میں تمام عدالت اور ٹربیونلوں کی کارکردگی پر نظر رکھے گی۔ ہائی کورٹ نگرانی کے دوران ایسی عدالتوں سے کسی بھی طرح کی رپورٹ طلب کرسکے گی، عام قواعد بنا سکے گی، عدالتوں کے طریقۂ کار اور ان کی کارروائی کو منضبط کرسکے گی، وکلا وغیرہ کی فیس طے کرسکے گی بشرطیکہ اس قسم کے قواعد نافذ الوقت کسی قانون کے متناقض نہ ہو اور ان کے لیے گورنر کی ماقبل منظوری حاصل کرلی گئی ہو۔ البتہ ہائی کورٹ کو اس دفعہ کے کسی امر سے مسلح افواج کی نسبت کسی قانون کے ذریعے یا اس کے تحت قائم کی ہوئی کسی عدالت یا ٹربیونل پر نگرانی کا اختیار حاصل نہیں ہوگا۔

16- مقدمات کی ہائی کورٹ میں منتقلی

اگر ہائی کورٹ مطمئن ہوجائے کہ اس کے ماتحت کسی عدالت میں زیر غور کسی مقدمہ میں اس

آئین کی تعبیر کے متعلق کوئی اہم مسئلہ پیدا ہوگیا ہے جس کا طے کرنا اس مقدمہ کے تصفیہ کے لیے ضروری ہے تو ہائی کورٹ آئین کی دفعہ 228 کے تحت اپنے اختیارات کا استعمال کرتے ہوئے اس مقدمہ کو اس عدالت سے واپس لے گی اور اس کو اختیار ہوگا کہ وہ اس مقدمہ کو خود ہی نمٹا سکے گی یا مذکورہ قانونی مدعے کا فیصلہ کر سکے گی اور اس معاملے کو ایسے مدعے پر فیصلے کی نقل کے ساتھ اس عدالت کو، جس سے معاملہ اس طرح واپس لیا گیا تھا، لوٹا سکے گی اور مذکورہ عدالت اس کے وصول ہونے پر اس معاملے کو ایسے فیصلہ کے مطابق نمٹانے کے لیے آگے کارروائی کرے گی۔

17- ہائی کورٹ کے عہدیداران ملازمین اور مصارف

دفعہ 229 کے مطابق کسی ہائی کورٹ کے عہدیداران اور ملازمین کے تقررات ہائی کورٹ کے چیف جسٹس یا اس عدالت کا ایسا دیگر جج یا عہدیداران اس دفعہ میں مندرجہ شرائط کے مطابق کرے گا، جس کو وہ ہدایت کرے۔ ہائی کورٹ کے مصارف انتظامی کا بار جن میں اس عدالت کے عہدیداروں اور ملازموں کو یا ان کی بابت واجب الادا تمام یافت، الاؤنس اور پنشن شامل ہیں، ریاست کے مجتمعہ فنڈ پر عائد ہوگا اور اس عدالت کی لی ہوئی فیس یا دیگر رقوم اس فنڈ کا جز ہوں گے۔

18- ہائی کورٹ کے اختیار سماعت کی یونین علاقے تک توسیع

پارلیمنٹ آئین کی دفعہ 230 کے تحت قانون کے ذریعے کسی ہائی کورٹ کے اختیار سماعت کو بڑھا کر کسی یونین علاقے تک کر سکے گی یا اس سے کسی ہائی کورٹ کے اختیار سماعت کو خارج کر سکے گی۔

19- دو یا دو سے زیادہ ریاستوں کے لیے مشترکہ ہائی کورٹ کا قیام

آئین کی دفعہ 231 کے تحت پارلیمنٹ قانون کے ذریعے دو یا دو سے زیادہ ریاستوں کے لیے یا دو یا دو سے زیادہ ریاستوں اور کسی یونین علاقے کے لیے ایک مشترکہ ہائی کورٹ قائم کر سکے گی۔ گوہاٹی ہائی کورٹ اس کی ایک مثال ہے۔

20- ہائی کورٹ کے کام کاج سے متعلق قواعد وضوابط

ہر ہائی کورٹ اپنی رجسٹری میں کس طرح کام کاج ہوگا، کس طرح مختلف مقدمات داخل کیے جائیں گے، ان پر کتنی اور کس طرح فیس عائد کی جائے گی، فائلوں کا معائنہ کس طرح کیا جائے، معائنہ فیس کیا ہوگی، مختلف مقدمات، اپیل وغیرہ فائل کرنے کے لیے مقرر مدت کیا ہوگی، مقدمات کی روزانہ کی سماعت سے متعلق فہرستیں کس طرح تیار کی جائیں گی، آئی ٹی ٹیکنالوجی کا کس طرح استعمال کیا جائے گا، جیسے امور سے متعلق اپنے قواعد وضوابط وضع کرتی ہے۔ نئے وکلا کے لیے ہائی کورٹ میں پریکٹس شروع کرنے سے پہلے ان کا مطالعہ کرنا بے انتہا ضروری ہے۔ یہاں اس بات کا ذکر بے محل نہ ہوگا کہ یہ جتنے بھی قواعد وضوابط بنائے جاتے ہیں خواہ ان کا تعلق ابتدائی اختیار سماعت کے تحت فائل کیے جانے والے معاملوں سے ہوں، دعووں سے ہوں، اپیلوں سے ہوں یا دیگر نوعیت کے کسی اور مقدمے سے۔ انھیں وضع کرتے وقت اس بات کا پورا پورا دھیان رکھا جاتا ہے کہ وہ نافذ الوقت دیوانی وفوجداری قوانین کی رو کے مطابق ہوں اور وہ آئین یا ان قوانین کی کسی بھی دفعہ کے متناقض نہ ہوں۔

■ ذیلی عدالتیں

جہاں تک ذیلی عدالتوں یا ماتحت عدالتوں کا سوال ہے ان کی ہمارے عدالیاتی نظام میں سب سے زیادہ اہمیت ہے۔ یہ بالکل اسی طرح ہے جس طرح کہ اگر کسی بچے کو پرائمری اسٹیج پر صحیح تعلیم حاصل کرنے کا موقع مل جائے تو وہ یقینی طور پر تعلیمی میدان میں آگے بڑھتا رہتا ہے اور اپنی حسب دل خواہ منزل تک پہنچ جاتا ہے۔ اگر نچلی عدالت میں جو مقدمہ داخل کیا جائے اور متعلقہ عدالت اس معاملے کے تمام قانونی پہلوؤں کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے بر وقت صحیح فیصلہ دے تو صیغہ عدالت میں اس سے بڑی خدمت کوئی اور نہیں ہو سکتی۔ ان کے ایسا کرنے سے اعلیٰ عدالتوں کا کام بھی کم ہو جائے گا، انصاف کے خواہاں لوگوں کو بر وقت انصاف ملے گا اور عوام کا عدلیہ میں اعتماد اور بڑھے گا۔ ہمارے ملک میں غریب مقدمہ بازوں کی تعداد کافی ہے۔ اسی لیے بہت سے مقدمات نچلی عدالت کی سطح پر ہی ختم ہو جاتے ہیں اور بہت سے لوگ مالی وسائل کی کمی کی وجہ سے

اپیل نہیں کر پاتے۔

آج سے تقریباً 14 سال قبل ہماری سپریم کورٹ نے والستا پال بنام کوچین یونیورسٹی والے معاملے میں (1996(3)، جی ایل آر 92 ایس سی) اپنی اس رائے کا اظہار کیا تھا کہ جج ایک ایسا قانون داں ہونا چاہیے، جو ایک لیجسلیٹر کی طرح دانشمند ہو، ایک تاریخ داں کی طرح سچائی کا متلاشی ہو، بصارت پیغمبری کا حامل ہو اور اس میں حال و مستقبل کے تقاضوں کو پورا کرنے کی بھرپور صلاحیت ہو، تا کہ وہ کسی اثر ورسوخ کے بغیر میلان طبع یا جانبدارانہ فکر وعمل سے پہلو تہی کرتے ہوئے ایک معروضی اور غیر جانبدارانہ فیصلہ کر سکے۔ اگر کوئی جج جو نچلی عدالت میں ایک منصف، مجسٹریٹ یا سب جج بھی ہو سکتا ہے فریقین کے دلائل کو ٹھیک سے سنے، پیش کی گئی دستاویزات کی قانون شہادت کی رو سے Exhibits کی صحیح طور پر نشاندہی کرے، گواہان کے طرز عمل اور وضع قطع جیسے اپنے فریق کے فائدے کے لیے گواہی دینے میں پیش پیش رہنا اور جوش واشتیاق دکھانا اور مخالف شہادت میں پس وپیش کرنا، اس کا جواب دینے میں دیر کرنا وغیرہ، پر نظر رکھے، ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ کی تازہ ترین نظیروں سے باخبر رہے، فیصلوں کے معاملوں میں جلد بازی سے کام نہ لے مگر ارادتاً تاخیر نہ کرے تو یہ بات یقین کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ فریقین کو نچلی سطح پر ہی انصاف مل جائے گا اور یہی وجہ ہے کہ نچلی عدالت میں کچھ جج ایسے ہوتے ہیں جن کے فیصلے سپریم کورٹ تک قائم رہتے ہیں چونکہ وہ اپنے یہ فیصلے ان تمام باتوں کو ملحوظ خاطر رکھنے کے بعد دیتے ہیں جن کا اوپر ذکر کیا گیا ہے۔

آج ہماری نچلی عدالتوں میں تصفیہ طلب، زیر التوا وزیر سماعت معاملات کی تعداد 2.27 ملین ہے اور ان کے نمٹانے کے لیے نہ صرف اور ججوں بلکہ اضافی وسائل کی بھی ضرورت ہے۔ اس کے لیے حکومت وقتاً فوقتاً ضروری اقدامات کرتی رہتی ہے اس وقت بھی ذیلی عدالتوں میں 15 ہزار نئے ججوں کی تقرری سے متعلق وژن پیپر اس کے سامنے ہے۔ آیئے اب ہم ذیلی عدالتوں کی تشکیل، ان کے اختیارات وغیرہ سے متعلق تفصیلات کا جائزہ لیں۔

آئین کی دفعات 233 تا 237 ماتحت عدالتوں سے متعلق ہیں۔ ماتحت عدالتوں میں سب

سے بڑا عہدہ ضلع وسیشن جج کا ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ ایڈیشنل ضلع وسیشن جج، چیف جوڈیشل مجسٹریٹ، چیف میٹروپولیٹن مجسٹریٹ، میٹرو پولیٹن مجسٹریٹ، مجسٹریٹ، اسپیشل مجسٹریٹ، منصف، منصف مجسٹریٹ، سب جج وغیرہ ہوتے ہیں۔ ان کے عہدوں کے نام کبھی علاقوں کے حساب سے ہوتے ہیں، کبھی شہروں کے حساب سے، کبھی ان کے کام کی نوعیت کے حساب سے۔ مثلاً ایک جوڈیشل آفیسر جو دیوانی کے معاملات دیکھتا ہے وہ سب جج یا منصف کہلاتا ہے اور فوجداری کے معاملات دیکھنے والے عدالتی حاکم کو مجسٹریٹ یا منصف مجسٹریٹ کہا جاتا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی ذیلی عدالت کا عدالتی حاکم کرائے سے متعلق معاملات دیکھ رہا ہے یا اسے کسی رینٹ کنٹرول ٹریبونل کا رکن یا صدر بنایا گیا ہے تو اسے، حسب صورت، رینٹ کنٹرولر یا رینٹ ٹریبونل کا صدر کہا جائے گا۔

1- ضلع ججوں کی تقرری

آئین کی دفعہ 233 کے مطابق، کسی ریاست میں اس ریاست کا گورنر ایسی ریاست سے متعلق اختیار سماعت استعمال کرنے والی ہائی کورٹ کے مشورے سے ضلع جج کی حیثیت سے اشخاص کا تقرر اور تعیناتی کرے گا اور ان کو ترقی دے گا۔ کوئی شخص جو پہلے ہی سے یونین یا اس ریاست کی ملازمت میں نہ ہو صرف اس صورت میں ضلع جج کی حیثیت سے تقرر کا اہل ہوگا جب وہ کم سے کم 7 سال تک ایڈووکیٹ یا وکیل رہا ہو اور ہائی کورٹ اس کے تقرر کی سفارش کرے۔

آئین کی دفعہ 236 میں دی گئی تعبیر کے مطابق، "ضلع جج" میں کسی شہر کی عدالت دیوانی کا جج، زائد ضلع جج، شریک ضلع جج، مددگار ضلع جج، عدالت خفیفہ کا صدر جج، صدر پریزیڈنسی مجسٹریٹ، زائد صدر پریزیڈنسی مجسٹریٹ، زائد سیشن جج اور مددگار سیشن جج شامل ہیں۔

2- عدلیہ کی ملازمت میں ضلع جج کے سوا دیگر اشخاص کے تقررات

آئین کی دفعہ 234 کے مطابق، کسی ریاست کی عدلیہ کی ملازمت میں ضلع ججوں کے سوا دیگر اشخاص کے تقررات اس ریاست کا گورنر ریاستی پبلک سروس کمیشن اور ایسی ریاست کے تعلق سے اختیار سماعت استعمال کرنے والی ہائی کورٹ سے مشورے کے بعد اس بارے میں اس کے

بنائے ہوئے قواعد کے مطابق کرے گا۔

3- ماتحت عدالتوں پر نگرانی

آئین کی دفعہ 235 کے مطابق، ضلع عدالتوں اور ان کی ماتحت عدالتوں پر نگرانی جس میں کسی ریاست کی عدلیہ کی ملازمت کرنے والے ضلع جج سے کمتر عہدہ کے اشخاص کی تعیناتی، ترقی اور رخصت کی منظوری شامل ہیں ہائی کورٹ میں مرکوز ہوں گی لیکن اس دفعہ کے کسی امر کی یہ تعبیر نہیں کی جائے گی کہ وہ ایسے کسی شخص سے اس کے اپیل کے حق کو چھین لیتی ہے جو اس کی ملازمت کی شرائط کو منضبط کرنے والے کسی قانون کے تحت اسے حاصل ہے، یا ہائی کورٹ کو اس بات کے لیے مجاز بناتی ہے کہ وہ اس کے ساتھ اس کے سوا، جو ایسے قانون کے تحت مقررہ شرائط ملازمت کے مطابق ہو دیگر طور پر برتاؤ کرے۔

■ عدلیہ کی آزادی اور اس کی اہمیت

عدلیہ، قانون سازیہ اور عاملہ کی طرح جمہوریت کا ایک انتہائی مضبوط ستون ہے۔ کوئی بھی جمہوریت تب تک کارگر ثابت نہیں ہو سکتی جب تک کہ جمہوری نظام کو صحیح طور پر چلانے کے لیے عدلیہ موجود نہ ہو۔ عدلیہ کی آزادی نہ صرف ہمارے ملک میں بلکہ دیگر ممالک میں بھی بحث کا موضوع رہی ہے۔ جہاں تک ہمارے ملک کی عدلیہ کا سوال ہے وہ مکمل طور پر آزاد ہے اور حکومت یا اس کے کسی بھی ادارے کی جانب سے اس میں کسی قسم کی دخل اندازی نہیں کی جا سکتی لیکن اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ ہماری عدلیہ کی آزادی پر کسی قسم کی کوئی پابندی نہیں ہے یا یہ کہ عدلیہ کی آزادی بے لگام ہے۔ عدلیہ کو بھارت کے آئین اور پارلیمنٹ و اسمبلیوں کے بنائے گئے قوانین اور ان قوانین کے تحت بنائے گئے ذیلی قواعد و ضوابط کی حدود میں رہ کر اپنے فرائض انجام دینے ہوتے ہیں۔ البتہ عدلیہ کو اس بات کی مکمل آزادی ہے کہ وہ کسی بھی ایسے قانون کو جو آئین کے متناقض ہو اسے کالعدم قرار دے سکتی ہے اور کسی قانون کی بابت حکومت کو یہ صلاح بھی دے سکتی ہے اور یہ سفارش بھی کر سکتی ہے کہ وہ اس قانون کو ختم کر دے، اس میں ترمیم کر دے یا اس کی جگہ کوئی نیا قانون لے آئے۔ لیکن حکومت اس بات کی پابند نہیں ہے کہ وہ سپریم کورٹ کے اس

مشورے یا سفارش پر عمل کرے۔ البتہ یہ بات یہاں قابل ذکر ہے کہ حکومت نے ہمیشہ سپریم کورٹ کے دیے مشوروں اور سفارشوں کا پورا پورا احترام کیا ہے۔ آئین کی دفعہ 141 کے تحت سپریم کورٹ کے ذریعے قرار دیا گیا قانون بھی ہمارے ملک میں تمام عدالتوں کے لیے بھی قابل پابندی ہے۔

ہمارے یہاں عدلیہ کی آزادی کا ایک اور ثبوت یہ بھی ہے کہ جج صاحبان کو جس مدت کے لیے مقرر کیا جاتا ہے وہ اس مدت تک اپنے عہدے پر قائم رہتے ہیں اور اگر وہ کسی بدعنوانی کا شکار ہوتے ہیں یا ان سے کوئی ایسی غلطی سرزد ہوجاتی ہے کہ جس کی بنیاد پر اس عہدے پر برقرار رہنا مناسب نہ سمجھا جائے تو ان کے خلاف مواخذہ کی کارروائی کی جاسکتی ہے مگر یہ اتنا مشکل کام ہے کہ یہ صرف استثنائی صورت حال میں ہی کیا جاتا ہے یا یوں کہیے کہ ایسا بحالت مجبوری ہی کیا جاتا ہے۔

آج سے تقریباً 12 سال قبل ہماری سپریم کورٹ نے والسما پال بنام کوچین یونیورسٹی والے معاملے میں (1996 (3)، جی ایل آر 92 ایس سی) اپنی اس رائے کا اظہار کیا تھا کہ جج ایک ایسا قانون داں ہونا چاہیے، جو ایک لیجسلیٹری کی طرح دانشمند ہو، ایک تاریخ داں کی طرح سچائی کا متلاشی ہو، بصارت پیغمبری کا حامل ہو اور اس میں حال و مستقبل کے تقاضوں کو پورا کرنے کی بھرپور صلاحیت ہو، تاکہ وہ کسی اثر و رسوخ کے بغیر میلان طبع یا جانبدارانہ فکر و عمل سے پہلوتہی کرتے ہوئے ایک معروضی اور غیر جانبدارانہ فیصلہ کرسکے۔ مگر افسوس کچھ جج صاحبان نے خواہ وہ جسٹس سمترا اسین ہوں یا پی ایف معاملے میں ملوث دیگر جج، ان تمام صفات اور صلاحیتوں کو نہ صرف نظر انداز کرتے ہوئے بلکہ بالائے طاق رکھتے ہوئے، مبینہ طور پر ایسی غلط روی، بداعمالی اور بداطواری کا ثبوت دیا ہے کہ عدلیہ سے متعلق ہر شخص شرمسار ہے اور چیف جسٹس آف انڈیا نے کولکاتہ ہائی کورٹ کے جج جسٹس سمترا اسین کو ان کی بداطواری کی پاداش میں عہدے سے ہٹانے کی سفارش کی ہے، مگر ان کی اس سفارش کو قانون کی قوی حمایت حاصل نہیں، کیونکہ ججز انکوائری ایکٹ 1968 میں، جس کا اطلاق اس معاملے میں ہوتا ہے، اس قسم کی کوئی توضیح نہیں ہے کہ چیف جسٹس عاملہ سے کسی جج کو ہٹانے کی درخواست کرسکیں۔ اس ایکٹ میں محض سپریم کورٹ و ہائی

کورٹ کے ججوں کی بداطواری یا نااہلیت کی تحقیق وثبوت کے لیے طریق کار منضبط کرنے اور دیگر باتوں کے ساتھ ساتھ ایک کمیٹی بنانے کی بات کہی گئی ہے۔ اگر کمیٹی اس نتیجے پر پہنچتی ہے کہ بد اطواری کا ارتکاب ہوا ہے، تو اس کی رپورٹ پارلیمنٹ میں پیش کی جائے گی اور پھر آئین کی دفعہ 124(4) کے تحت مواخذہ کی کارروائی شروع ہوگی۔

دفعہ 124(4): سپریم کورٹ کے کسی جج کو اپنے عہدے سے اس وقت تک علاحدہ نہیں کیا جائے گا، جب تک کہ ثابت شدہ بداطواری یا نااہلیت کی بنا پر ایسی علاحدگی کے لیے پارلیمنٹ کے ہر ایوان سے اس ایوان کی جملہ رکنیت کی اکثریت اور اس ایوان کے ایسے ارکان کی کم سے کم دو تہائی اکثریت کی تائید سے، جو موجود ہوں اور رائے دیں، صدر کو ایسے اجلاس میں عرض داشت پیش ہونے پر صدر حکم صادر نہ کریں۔

اسی دفعہ کے فقرہ (5) میں یہ بات بھی کہی گئی ہے کہ پارلیمنٹ فقرہ (4) کے تحت عرض داشت پیش کرنے اور کسی جج کی بداطواری یا نااہلیت کی تفتیش اور ثبوت کا طریق کار قانون کے ذریعہ منضبط کر سکے گی۔

(1) مواخذہ کا طریق کار: لوک سبھا کے 100 یا راجیہ سبھا کے 50 ارکان اپنے دستخط کر کے اسپیکر یا چیئر پرسن کو مواخذہ کی کارروائی شروع کرنے کے لیے ایک نوٹس بھیجیں گے۔

(2) اسپیکر یا چیئر پرسن آئین کی دفعہ 124(4) کے تحت بداطواری یا نااہلیت کے الزامات کی جانچ کرنے کے لیے ایک کمیٹی تشکیل دیں گے۔ یہ کمیٹی سپریم کورٹ کے ایک جج، کسی ہائی کورٹ کے چیف جسٹس اور ایک شہرت یافتہ ماہر قانون پر مشتمل ہوگی۔ یہ کمیٹی معاملے کی جانچ کرے گی اور متعلقہ جج کو اپنے دفاع کا پورا پورا موقع دے گی۔ اگر یہ کمیٹی یہ نتیجہ اخذ کرتی ہے کہ متعلقہ جج بداطواری کا مرتکب ہے، تو پارلیمنٹ کے کسی بھی ایوان میں مواخذہ کا موشن لایا جا سکتا ہے۔

(3) مواخذہ کی کارروائی کے دوران بھی متعلقہ جج کو حق دفاع اور اپنی بات کہنے کا پورا پورا حق حاصل ہوگا۔

(4) متذکرہ مواخذہ کو پارلیمنٹ کے ہر ایوان سے اس ایوان کی جملہ رکنیت کی اکثریت اور

اس ایوان کے ایسے ارکان کی کم سے کم دو تہائی اکثریت کی تائید سے، جو ہاؤس میں موجود ہوں اور رائے دیں، منظور کرے گی۔ اس کے بعد ہی جج کو عہدے سے علاحدہ کرنے کے لیے نوٹیفکیشن جاری کرنے کی غرض سے معاملہ صدر جمہوریہ کو بھیجا جائے گا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

انصاف کا طالب ہر مدعی عدالت کا دروازہ انصاف حاصل کرنے کے لیے ہی کھٹکھٹاتا ہے۔ اس لیے عدل گستری کو اہم ترین انسانی فرائض میں شامل کیا گیا ہے اور اسے مملکت کا فرض اولین قرار دیا گیا ہے۔ لہٰذا ہمارے ججوں کو چاہیے کہ وہ والسما پال والے معاملے میں محولہ و مطلوبہ مثالی ایمانداری کا مظاہرہ کریں اور ممبئی ہائی کورٹ کی مندرجہ نظیر کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیں۔

''عدالت کو انصاف کا مندر کہا جاتا ہے۔ مندر کو ایک مقدس مقام کی حیثیت حاصل ہے اور عدالت کو بھی یہی درجہ حاصل ہے۔ عدالت کو چاہیے کہ وہ ہمیشہ غیر جانبدار رہے اور متضرر افراد کے وقار اور حرمت کا پورا پورا خیال رکھے۔ ان کی خوشی اس کے لیے ہمیشہ مقدم ہونی چاہیے۔ عدالت کو چاہیے کہ وہ ذاتی مفادات کو اپنے فرائض منصبی پر کبھی نہ غالب آنے دے۔'' (بابا رے خان بنام اے ڈی ساونت، جے ایم ایف سی ناگپور۔ 1994 کریمنل لاء جرنل 2836 ممبئی)

مختصر یہ کہ عدالت کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنے فرائض منصبی نہایت ایمانداری کے ساتھ انجام دے۔ قوانین کی غیر جانبدارانہ تعبیر کرے اور اس کے فیصلے میں اس کے ذاتی رجحانات کی کوئی جھلک نظر نہ آئے، چونکہ ذاتی رجحانات فیصلوں کی بنیاد بننے لگے تو انصاف، انصاف نہیں رہے گا اور عدلیہ، عدلیہ۔ عدلیہ کی آزادی کا مطلب بھی یہی ہے کہ وہ بغیر کسی دباؤ یا دخل اندازی کے قانون کی صحیح تعبیر کرے اور غیر جانبدارانہ فیصلہ دے، نہ کہ بے لگام آزادی۔ اس کے ساتھ ساتھ کسی جج پر بد اطواری کا الزام لگانے سے پہلے اس بات کو بھی یقینی بنانا ضروری ہے۔ کہ کیا قصوروار جج نے مقررہ طریق عمل سے روگردانی دیدہ ودانستہ اور جان بوجھ کر کی ہے اور اس کی اس غلط کارانہ کوتاہی سے انصاف کا خون ہوا ہے۔''

ہر مہذب معاشرے کا تقاضا ہے کہ وہاں عدلیہ کو مکمل آزادی حاصل ہوں اور انتظامیہ وقانون ساز اداروں کو اس بات کی اجازت نہ ہو کہ وہ عدالت کے کام کاج میں دخل اندازی

کرسکیں۔لہٰذا عدالت کا بھی یہ فرض ہے کہ وہ قانون کی بالادستی کا پورا پورا لحاظ رکھے۔ 1961 میں ہمارے لاء کمیشن نے بھی اپنی رپورٹ میں یہ کہا تھا کہ کوئی قوم جمہوری ڈھنگ سے تب تک آگے نہیں بڑھ سکتی جب تک کہ اسے قانون کی بالادستی اور اس کی اہمیت کا احساس نہ ہو۔قانون کی بالادستی کی جھلک ہمارے آئین کی تمہید، بنیادی حقوق، ہدایتی اصولوں اور دیگر توضیحات میں بالکل صاف صاف نظر آتی ہے۔اس سلسلے میں خاص طور پر آئین کی دفعات 14 تا 18، 19 تا 28، 29، 30، 32، 37 تا 47 و 50 کا حوالہ دیا جاسکتا ہے۔(ان دفعات کے مکمل متن کے لیے قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان نئی دہلی کے ذریعے وزارت قانون وانصاف کی جانب سے شائع کردہ ''بھارت کا آئین (الی الآن ترمیم شدہ)'' کا مطالعہ کیجیے)۔

آئین کی دفعہ 50 میں یہ بات واضح کردی گئی تھی کہ عدلیہ کی آزادی کو برقرار رکھنے کے لیے مملکت عدلیہ کو عاملہ سے علاحدہ کرنے کے اقدامات کرے گی اور بعد میں عدلیہ کو عاملہ سے الگ کردیا گیا۔لیکن اب بھی کچھ ایسی ریاستیں ہیں جنھوں نے اسے عملی جامہ نہیں پہنایا ہے۔عدلیہ کو عاملہ سے الگ کرنے کی بنیاد دراصل ایک فرانسیسی فلاسفر Montesquieu نے اپنی Theory of separation کے ذریعے ڈالی تھی۔آج بھی بہت سے ممالک میں جیسے روس وانگلینڈ میں عدلیہ مکمل طور پر آزاد نہیں ہے۔ان دونوں ممالک میں آج بھی عدلیہ کو اس بات کا حق حاصل نہیں ہے کہ وہ کسی بھی قانون کو غیر آئینی قرار دے سکے جبکہ ہمارے ملک میں عدلیہ کو قانون کی بالادستی کو برقرار رکھنے اور عدالتی نظر ثانی کا حق حاصل ہے۔

ایس پی گپتا بنام یونین آف انڈیا والے معاملے میں (1981 سپلیمنٹری ایس سی سی 87) بھی سپریم کورٹ نے عدلیہ کی آزادی کے بارے میں جس درج ذیل رائے کا اظہار اب سے تقریباً 30 سال پہلے کیا تھا اس رائے کو آج بھی کلیدی حیثیت حاصل ہے۔

''عدلیہ کی آزادی کا تصور ایک ایسا اعلیٰ ترین تصور ہے جس سے خاکۂ آئینی میں تحریک پیدا ہوتی ہے اور یہ ایک ایسی بنیاد فراہم کرتی ہے جس پر ہمارے جمہوری نظام کی عالیشان عمارت کھڑی ہوسکے۔اگر کوئی ایک اصول ایسا ہے جو اس کا جز لاینفک اور اس کی روح ہے تو وہ ہے

قانون کی بالادستی کا اصول۔ عدلیہ کو یہ کام سونپا گیا ہے کہ وہ اس بات کو یقینی بنائے کہ مملکت کا ہر ستون یعنی خود عدلیہ، قانون ساز یہ و عاملہ قانون کی حدود میں رہ کر ہی کام کریں تا کہ قانون کی بالادستی کا جو تصور ہے وہ بامعنی اور بااثر ثابت ہو۔"

یہاں پر نومبر 2002 میں عدلیہ کی آزادی سے متعلق جو اصول Judicial Group on Strengthening Judicial Integrity نے امریکہ و یورپ کے وکلاء وججوں کی انجمن کے اشتراک سے تیار کیے تھے ان کا حوالہ دینا بے محل نہ ہوگا۔ یہ اصول اقوام متحدہ کے انسانی حقوق سے متعلق کمیشن کے روبرو 2003 میں پیش کیے گئے تھے اور وہاں پر اتفاق رائے سے یہ تجویز پیش کی گئی تھی کہ تمام رکن ملکتیں، اقوام متحدہ کے ادارے، این جی اوز وغیرہ ان پر غور کریں اور ان کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش کریں۔ ان میں سے کچھ اہم اصول درج ذیل ہیں:

1- انصاف میں تاخیر نہ ہو۔

2- عوام کو عدلیہ پر بھروسہ ہو تا کہ وہ اس کے فیصلوں پر خوشی سے عمل کریں۔

3- عدلیہ جوابدہ ہو اور اس کے کام میں شفافیت ہو اور عدلیہ کے بارے میں جو شکایات آئیں ان کا نمٹارہ اس طرح کیا جائے کہ شکایت کنندہ یہ سمجھے کہ ان کے ساتھ انصاف کیا گیا ہے۔

4- سیاسی طاقتیں اور مفاد پرست افراد ان کا اپنے مقصد کے لیے استعمال نہ کریں۔ ساتھ ہی ساتھ یہ بات بھی کہی گئی تھی کہ ایک مضبوط عدلیہ ایک مستحکم سیاسی نظام کو یقینی بناتی ہے۔

5- عدلیہ قانون کی بالادستی کو برقرار رکھے اور انصاف رسانی کا بہترین معیار قائم کرے۔

6- عدلیہ بین الاقوامی قوانین وانسانی حقوق سے متعلق تمام دستاویزوں کا احترام کرے۔

یہاں یہ بات بلا مبالغہ کہی جاسکتی ہے کہ ہمارے ملک کی عدلیہ ان تمام اصولوں پر حتی المقدور عمل کرتی ہے اور اپنے قیام کی تاریخ سے تاہنوز اس نے ایک نہایت مثبت کردار ادا کیا ہے۔ اس نے مفاد عامہ کا بھی پورا پورا خیال رکھا ہے۔

■ عدلیہ کی کارکردگی اور ذرائع ابلاغ

میڈیا کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ زندگی کے ہر شعبہ میں سرگرم عمل افراد و اداروں کی

سرگرمیوں پر نظر رکھے تاکہ معاشرے میں پیدا ہونے والی برائیوں یا ان برائیوں پر نظر رکھی جاسکے جن کے مستقبل میں پیدا ہونے کا امکان ہے۔ اس طرح میڈیا نہ صرف دور حاضر میں مانیٹرنگ کا کام کرتا ہے بلکہ وہ آنے والی کسی برائی کو روکنے کے لیے ارباب حکومت کو تدارکی اور انسدادی کارروائی کرنے کی بھی دعوت دیتا ہے بشرطیکہ میڈیا اس ضمن میں مثبت کردار ادا کرے۔ حال ہی میں یعنی 20 اپریل 2010 کو عدلیہ نے جیسیکا لال والے معاملے میں اس بات کی طرف واضح اشارہ کیا ہے کہ میڈیا نے اس معاملے میں اس طرح میڈیا ٹرائل کی کہ اس نے اپنی ان حدود کو پار کرلیا جنھیں اسے پار نہیں کرنا چاہیے تھا۔ عدالت نے میڈیا کے ذریعے ملزمان کی تصاویر سب کے سامنے پیش کردیں جبکہ ابھی ملزمان کی شناخت پریڈ بھی نہیں ہوئی تھی اور ملزموں کو اس طرح پیش کیا کہ جیسے وہی مجرم ہوں جبکہ ابھی تک عدالت نے ایسا حکم صادر نہیں کیا تھا۔ عدالت نے یہ بات بھی کہی کہ میڈیا کو کوئی بھی ایسا کام نہیں کرنا چاہیے جس سے معاملے کی تفتیش میں کوئی رکاوٹ پڑے یا یہ کہ فریق ثانی کے حق دفاع پر اس کا کوئی منفی اثر پڑے۔ اگر ایسا کیا جاتا ہے تو اس سے یقینی طور پر معاملے کی منصفانہ کارروائی پر اثر پڑے گا۔ عدالت نے یہ بات بھی کہی کہ اس معاملے میں اخبارات میں بہت سے ایسے مضامین اور خبریں شائع ہوئیں جن سے لوگوں کے دماغ میں ملزمین یا ان افراد کے بارے میں جن پر اس قسم کے جرم کرنے کا شک تھا، کنفیوزن پیدا ہوا۔ اس کے علاوہ عدالت نے ایک اور بہت اچھی بات کہی وہ یہ کہ قانون کی بالادستی کا یہ ایک بنیادی اصول ہے کہ کسی بھی زیر سماعت معاملے میں کسی بھی طرح کی تنقید مناسب حدود کے اندر کی جانی چاہیے اور رپورٹنگ کی بابت بھی اسی قسم کا رویہ اختیار کیا جانا چاہیے تاکہ نظام عدل گستری میں کسی بھی طرح کی مداخلت کی گنجائش نہ رہے۔

انسانی حقوق کے تحفظ میں میڈیا ایک اہم کردار ادا کرسکتا ہے اور عام طور پر ایسا کردار ادا کرتا بھی رہا ہے۔ میڈیا کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ انسانی حقوق کی خلاف ورزی سے متعلق واقعات کو عوام کے سامنے لائے اور ارباب حکومت کو بھی اس سے آگاہ کرے۔

میڈیا کو کسی بھی ملزم، انتظامیہ و عدلیہ کی بابت کوئی بھی رپورٹ تیار اور مشتہر کرتے وقت اس

بات کا دھیان رکھنا چاہیے کہ کوئی بھی ملزم تب تک بے گناہ ہوتا ہے جب تک وہ مجرم ثابت نہیں ہو جاتا۔ میڈیا کا قبل از وقت کسی ملزم کو عوام کے سامنے اس طرح پیش کرنا جیسے کہ وہ مجرم ثابت ہو چکا ہو، ایک نارو ااور نامناسب رویہ ہے اور میڈیا کے لوگ خود بھی اس بات کا پورا پورا خیال رکھتے ہیں کہ اس قسم کی رپورٹنگ سے گریز کریں، مگر کبھی کبھی غیر ارادی لغزش تو ہو ہی جاتی ہے جس کا احساس میڈیا کو بعد میں خود بھی ہو جاتا ہے اور وہ ضمنی کارروائی کے طور پر مزید حقائق کو عوام کے سامنے لاتا ہے تا کہ وہ لغزش جو ان سے ہوئی ہے اس سے رائے عامہ پر کوئی منفی اثر نہ پڑے۔ کبھی کبھی کسی معاملے کو میڈیا ٹرائل کے ذریعے عوام کے روبرو اس طرح پیش کیا جاتا ہے کہ اس سے ہماری عدلیہ پر بھی اثر پڑنے کا امکان پیدا ہو سکتا ہے یا عدلیہ کے تئیں عوام کے رویے میں تبدیلی آسکتی ہے اور کچھ معاملات میں عدلیہ کو اپنا فیصلہ آزادانہ طور پر دینے میں دقت پیدا ہو سکتی ہے۔ آخر ہمارے جج بھی اسی معاشرے کا حصہ ہیں اور وہ بھی اپنے چاروں طرف رونما ہونے والے حالات سے متاثر ہو سکتے ہیں اور وہ فیصلہ دیتے وقت کبھی کبھی اس ردعمل کا خدشہ بھی محسوس کر سکتے ہیں جو ان کے فیصلے کے تئیں عوام کی جانب سے ہو سکتا ہے۔ یہ مانا کہ منصف کسی ردعمل کی پرواہ نہیں کرتا اور اس کا فیصلہ قانون اور حقائق پر مبنی ہوتا ہے لیکن بہت سے معاملات ایسی حساس نوعیت کے ہوتے ہیں کہ اس سے کبھی کبھی عدلیہ کے متاثر ہونے کا امکان پیدا ہو سکتا ہے۔

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ انسانی حقوق کے عالمگیر اعلامیہ کی دفعہ 11 میں بھی یہ بات صاف طور پر کہی گئی ہے کہ بے گناہی کا قیاس ایک بنیادی انسانی حق ہے اور کسی بھی شخص کو قبل از وقت مجرم نہیں ٹھہرایا جا سکتا۔ لہٰذا عدالتی معاملات کی رپورٹنگ کے وقت میڈیا کو اس بات کا مکمل احساس ہونا چاہیے اور اسے اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ اس کی رپورٹنگ سے عدالت کے کام کاج میں کوئی دخل اندازی نہ ہو اور یہ کہ اس کی رپورٹنگ اس قسم کی نہ ہو جس سے عدلیہ کی قوت فیصلہ پر کوئی منافی اثر پڑے یا یہ کہ وہ اس رپورٹ کی بنیاد پر کوئی اپنی رائے قائم کر لے اور اس کی جھلک اس کے دیے گئے فیصلے میں نظر آئے۔ اگر باریکی سے دیکھا جائے تو کسی بھی فوجداری معاملے میں کسی ملزم کے خلاف کوئی عام رائے قائم کرنا اور اس سے عوام کو گمراہ کرنا توہین عدالت

کے زمرے میں آتا ہے LORD RIED نے میڈیا کی رپورٹنگ کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار ان الفاظ میں کیا تھا:

''کسی بھی معاملے یا اس کے کسی خاص مدعے کی بابت قبل از وقت فیصلہ جیسی کوئی بات نہ صرف اس لیے قابل اعتراض ہے کہ اس کی وجہ سے اس خاص معاملے پر اثر پڑتا ہے، بلکہ اس لیے بھی قابل اعتراض ہے کہ اس کے اور بہت سے ایسے ذیلی اثرات ہوں گے جن کے دور رس اثرات ہوتے ہیں۔ ذمہ دار ماس میڈیا کی یہ کوشش ہونی چاہیے کہ وہ غیر جانبدار ہو۔ عوام کو متاثر کرنے کے لیے غلط جانکاری پر مبنی اندھا دھند یا بیجا کوششیں کی جائیں گی تو ایسی صورتحال پیدا ہو جائیگی جس سے عوام یہ سمجھنے لگیں گے کہ سچائی کا پتہ لگانا تو بہت آسان ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ عوام کی نظر میں عدالتی نظام کی عزت کم ہو جائے گی۔''

لیکن اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ میڈیا عدالتی کارروائی کو کور نہ کرے، یہ رپورٹنگ تو صحت مند عدلیہ کا ایک جز ہے۔ میڈیا کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اس بات پر زور دے کہ ملزموں کے بنیادی و انسانی حقوق کی حفاظت کی جائے اور مناسب طریقے سے قانونی چارہ جوئی ہو اور وہ ضمانت کے مستحق ہیں تو انھیں ضمانت ملے۔ اسے عدل گستری یا عدلیہ کے کام میں مداخلت نہیں کہا جا سکتا۔ فوجداری، عدالتی نظام، خواہ جرم کی نوعیت کچھ بھی ہو اور ملزم کی حیثیت کوئی بھی ہو، سب کے لیے ایک ہے۔ محمود و ایاز، غریب و امیر، بڑا اور چھوٹا سب پر ایک ہی قانون اور ایک ہی نظام لاگو ہوگا۔ ہر ادارے اور ہر شخص کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ انسانی حقوق کا احترام کرے، ان پر عمل درآمد کرے اور ان کی عمل درآمدگی کے لیے کوشاں رہے۔

میڈیا کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ وہ عدالت کے سامنے چل رہے کسی بھی ایسے معاملے، جس کا خصوصی طور پر انسانی حقوق کی خلاف ورزی سے تعلق ہو، کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کرے۔ ان معلومات کو غیر جانبدارانہ طریقے سے عوام کے سامنے رکھے اور عدلیہ کے بارے میں ایسی مناسب تنقید کرے جس سے ملزم کی بے گناہی کے قیاس کو بھی ضرر نہ پہنچے اور عدالت کی بھی توہین نہ ہو۔ اظہار کی آزادی کا حق ایک بنیادی حق ہے، مگر اظہار رائے خود ایک بنیادی انسانی

حق ہے۔ یہ کوئی قطعی حق نہیں ہے۔ اس کا استعمال بھی مناسب طریقے سے کیا جانا چاہیے، نہ کہ من مانے ڈھنگ سے۔ اسی لیے اظہار رائے کے معاملے میں میڈیا پر بھی نہ صرف اخلاقی بلکہ قانونی پابندی بھی عائد ہے کہ وہ اپنے اس حق کا استعمال من مانے ڈھنگ سے نہیں کرے گا اور نہ ہی اس کا استعمال اس طرح کرے گا کہ اس سے عدالت کے روبرو زیر سماعت معاملے کی بابت کسی جج کی قوت فیصلہ پر کوئی منفی اثر پڑے یا یہ کہ ملزم کے معاملے پر اس کا کوئی منفی یا غیر مناسب اثر پڑے۔ میڈیا کا یہ فرض ہے کہ وہ اظہار رائے کے حق کا مکمل احترام کرے، اس کا مناسب استعمال کرے اور یہ سمجھے کہ میڈیا کی غیر جانبداری ہی اس کا سب سے بڑا سرمایہ ہے اور اسی سرمایہ نے آج میڈیا کو اس مقام پر پہنچا دیا ہے جہاں پیچھے مڑ کر دیکھنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے اور آنے والے دنوں میں انسانی حقوق کے تحفظ کے لیے اسے ملکی و بین الاقوامی پیمانے پر اور مؤثر کردار ادا کرنا ہوگا۔

عدالتی کارروائی کی رپورٹنگ کے وقت اگر ججوں کے نام نہ لکھے جائیں تو یہ بہتر ہوگا۔ پریس کونسل کے سابق چیئرمین بی بی ساونت نے بھی اپنی اس رائے کا اظہار کیا تھا کہ میڈیا کو یہ چاہیے کہ وہ عدالت سے متعلق خبریں دیتے وقت ججوں کا نام لکھنے سے گریز کرے۔

■ قانون کی بالادستی

قانون کی بالادستی ایک خود وضاحتی اصطلاح ہے۔ قانون کے ساتھ لفظ بالادستی کا استعمال بلاشبہ قانون کی برتری کی جانب اشارہ کرتا ہے۔ اس میں اس مہذب معاشرے کا بھی اشارہ ہے جس میں ہر شخص کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ قانون کا احترام کرے۔ بالفاظ دیگر قانون کی پیروی انفرادی اور اجتماعی طور پر ہر ایک پر لازم ہے خواہ وہ شہری ہو یا حکومت۔ قانون کی بالادستی کا نظریہ ہمارے جدید قانونی نظام کی دین ہے اور یہ آج کی ترقی یافتہ اور متمدن دنیا کا سب سے بیش قیمت سرمایہ ہے۔

قانون کی بالادستی کی اصطلاح جیسا کہ اوپر کہا گیا ہے، قانون کی برتری کی جانب اشارہ کرتی ہے۔ یہ اصطلاح اس فرانسیسی اصول سے ماخوذ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ سرکار کی جو بھی کارروائی

ہو،اس کا کوئی نہ کوئی قانونی جواز ہونا چاہیے۔سرکار اپنی من مانی نہیں کرسکتی۔اس اصول کا اطلاق ہر قانونی نظام اور ہر حکومت میں تب تک ہوتا ہے جب تک وہ حکومت قانون کی پابند ہو۔

ایڈورڈ کوک کو اقتدار قانون کا بانی کہا جاتا ہے۔ان کا کہنا تھا کہ بادشاہ یعنی حکمران کو کسی شخص کے تحت نہ ہو کر خدا اور قانون کے تحت ہونا چاہیے۔اس نظریے میں بتدریج تبدیلیاں آتی رہیں اور 1885 میں DICEY.A.V نے اس نظریے کو ایک نئی شکل دی۔ان کا کہنا تھا کہ برطانوی آئین کی بنیاد اقتدار قانون ہے اور اس کی مندرجہ ذیل خصوصیات ہیں:

الف: قانون کی برتری، حکام و سرکار کو من مانے ڈھنگ سے کام کرنے کی اجازت نہ دینا۔

ب: کوئی بھی شخص قانون سے بالاتر نہیں ہے۔حاکم اور محکوم یعنی ہر شخص پر ایک ہی قانون لاگو ہوتا ہے اور ان سب کو یکساں قانونی تحفظ عطا کیا گیا ہے۔

ج: عدالتوں کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ قانون کی برتری کو قائم رکھیں۔

قانونی ماہرین کے بین الاقوامی کمیشن نے اپنی ذیلی قرارداد میں قانون کی بالادستی کو تین درجوں میں بانٹا تھا۔لیکن اس میں اب ایک چوتھے درجے کو بھی شامل کرلیا گیا ہے:

1۔عدلیہ اور قانون کی بالادستی

2۔قانون ساز ادارے اور قانون کی بالادستی

3۔عاملہ اور قانون کی بالادستی

4۔فوجداری کارروائی اور قانون کی بالادستی

جب ہم عدلیہ اور قانون کی بالادستی کی بات کرتے ہیں تو اس کے لیے یہ ضروری ہے کہ ہم عاملہ اور قانون ساز اداروں کی بھی ساتھ میں بات کریں کیونکہ یہ تینوں ادارے ایک دوسرے سے اس طرح جڑے ہوئے ہیں جس کے بغیر قانون پر عمل تقریباً ناممکن ہے۔قانون سازیہ قانون بناتی ہے تو عدلیہ اس کی تعبیر کرتی ہے اور انتظامیہ یا عاملہ عدالتوں کے احکام کو عملی جامہ پہناتی ہے۔ اگر ان میں سے کوئی بھی ادارہ قانون کی بالادستی کو قبول نہ کرے یا کوئی ایسا کام کرے جس سے قانون کی بالادستی کے تصور کو زک پہنچے تو انصاف رسانی کا عمل یقینی طور پر نامکمل رہے گا۔

1- عدلیہ اور قانون کی بالادستی

ہر مہذب معاشرے کا تقاضا ہے کہ وہاں عدلیہ کو مکمل آزادی حاصل ہو اور انتظامیہ و قانون ساز اداروں کو اس بات کی اجازت نہ ہو کہ وہ عدالت کے کام کاج میں دخل اندازی کر سکیں۔ لیکن اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ جج اپنے من مانے ڈھنگ سے کام کریں اور در اصل ایسا ہوتا بھی نہیں ہے۔ جج بھی قانونی حدود کے اندر رہ کر ہی اپنے فرائض انجام دیتے ہیں۔ قانون کی بالادستی پر مکمل عمل درآمدگی کے لیے یہ ضروری ہے کہ سماج کے ہر طبقے، غریب یا امیر کی عدالت تک رسائی ہو اور اسے ہر فورم میں چارہ جوئی کرنے کا نہ صرف حق حاصلہو بلکہ اس میں ایسا کرنے کی سکت بھی ہو۔ اب سے تقریباً 5 دہائی قبل ہمارے لاء کمیشن نے 1961 میں اپنی رپورٹ میں کہا تھا کہ کوئی قوم جمہوری ڈھنگ سے تب تک نہیں چل سکتی جب تک کہ اسے قانون کی بالادستی اور اس کی اہمیت کا مکمل احساس نہ ہو۔

قانون کی بالادستی کی جھلک ہمارے آئین کی تمہید، بنیادی حقوق، ہدایتی اصولوں اور دیگر توضیعات میں بالکل صاف نظر آتی ہے۔ اس سلسلے میں خاص طور پر آئین کی دفعات 14 تا 18، 19 تا 28، 29، 30، 32، 37 تا 47 و 50 کا حوالہ دیا جا سکتا ہے۔

ہندوستانی عدلیہ نے قانون کی بالادستی کے اصول کو بھارت کے آئین کے بنیادی ڈھانچے کا ایک حصہ مانا ہے اور سپریم کورٹ کے گزشتہ تین دہائیوں میں دیے گئے فیصلوں نے اس اصول کو جلا بخشی ہے۔ **منروا ملز بنام یونین آف انڈیا والے معاملے** (اے آئی 1980 (30) ایس سی 1789) میں سپریم کورٹ نے واضح طور پر اس بات کا اظہار کیا تھا کہ یہ عدلیہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ آئینی اقتدار کو قائم رکھے اور اس کے ساتھ ساتھ آئینی حدود کا احترام کرے اور ان کی عمل درآمدگی کو یقینی بنائے۔ یہی قانون کی بالادستی کی روح ہے۔ **اندرا گاندھی نہرو بنام راج نرائن والے معاملے** (اے آئی آر 1975 ایس سی 2299) میں آئین کی 39 ویں ترمیم کے ذریعہ آئین میں جو دفعہ 329۔ الف ((4 و (5 شامل کی گئی تھی اس کے قانونی جواز پر غور کیا گیا تھا۔ ان توضیعات کے تحت وزیر اعظم اور لوک سبھا کے اسپیکر کے انتخاب کو صرف ایسے حاکم کے روبرو

چیلنج کیا جاسکتا تھا جس کے بارے میں پارلیمنٹ نے اس مقصد کے لیے توضیح کی ہو۔ سپریم کورٹ نے اس معاملے میں یہ فیصلہ دیا تھا کہ ان دفعات کو آئین میں شامل کرنے کا کوئی قانونی جواز نہیں تھا اور یہ دفعات غیر آئینی ہیں۔ اس کے علاوہ سپریم کورٹ نے یہ بھی کہا تھا کہ اس سے دفعہ 14 کی، جس میں واضح طور پر یہ بات کہی گئی ہے کہ مملکت کسی شخص کو بھارت کے علاقے میں قانون کی نظر میں مساوات یا قوانین کے مساویانہ تحفظ سے محروم نہیں کرے گی، نفی ہوتی ہے۔ عدالت نے اس رائے کا بھی اظہار کیا تھا کہ یہ توضیعات من مانے ڈھنگ سے آئین میں شامل کی گئی ہیں اور ان کا مقصد اقتدار قانون کو نقصان پہنچانا ہے۔

بچن سنگھ بنام ریاست پنجاب والے معاملے (اے آئی آر 1982 ایس سی 1325) میں سپریم کورٹ نے یہ فیصلہ دیا تھا کہ قانون کی بالادستی میں من مانے ڈھنگ سے کام کرنے کے لیے کوئی گنجائش نہیں ہے اور جہاں پر بھی یہ محسوس ہو کہ کوئی کام من مانے ڈھنگ سے کیا گیا ہے یا ایسا کرنے کا کوئی جواز نہیں ہے تو اسے قانون کی بالادستی کی نفی سمجھا جائے گا۔

ڈی ٹی سی بنام دلی ٹرانسپورٹ مزدور کانگریس والے معاملے (اے آئی آر 1991 ایس سی 101) میں دلی روڈ ٹرانسپورٹ اتھارٹی (تقرری اور ملازمت کی شرطیں) ضوابط، 1952 کے ضابطے ((9ب، جس میں اتھارٹی کو یہ اختیار دیا گیا تھا کہ وہ اپنے کسی بھی مستقل ملازم کو بغیر نوٹس دیے یا نوٹس کی جگہ بغیر تنخواہ دیے ملازمت سے برطرف کرسکتی ہے، یہ فیصلہ دیا گیا تھا کہ یہ ضابطہ غیر قانونی، باطل اور بے اثر ہے۔ سپریم کورٹ نے اس معاملے میں یہ بھی کہا تھا کہ کوئی بھی ایسا فیصلہ جو مسلمہ اصولوں اور قاعدوں کے خلاف ہو وہ غیر قانونی ہے اور اس سے قانون کی بالادستی کے اصول کی نفی ہوتی ہے۔ اسی طرح **مینکا گاندھی بنام یونین آف انڈیا والے معاملے** (اے آئی آر 1970 ایس سی 150) میں بھی سپریم کورٹ نے اسی قسم کی رائے کا اظہار کیا تھا اور قانون کی بالادستی کے اصول پر سختی سے عمل درآمد گی کی بات کہی تھی۔

ہمارے آئین میں جز تین اور جز چار میں متذکرہ بالا دفعات کا شامل کیا جانا اس بات کا دستاویزی ثبوت ہے کہ آئین کو وضع کرتے وقت اس بات کا پورا پورا خیال رکھا گیا تھا کہ قانون کی

بالا دستی کو کسی طرح کوئی زک نہ پہنچے۔ یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ ہمارا آئین اس کی کسوٹی پر ہمیشہ پورا اترا ہے۔ اگر قانون ساز اداروں یا انتظامیہ سے کوئی لغزش ہوئی ہے تو عدلیہ نے اس صورتحال سے نمٹنے کے لیے مناسب اقدام کیے ہیں۔ دوسری طرف قانون ساز اداروں اور انتظامیہ نے سپریم کورٹ کی ہدایتوں اور احکام کی عمل درآمدگی کے لیے مناسب اقدام کیے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بھارت کے آئین میں اب تک 95 ترامیم ہو چکی ہیں۔ ایسا وقت کی ضرورت، وقت کے تقاضوں، بدلتے ہوئے سماجی، معاشی اور قانونی حالات و بین الاقوامی تبدیلیوں کو دھیان میں رکھتے ہوئے کیا گیا ہے۔

2- قانون ساز ادارے اور قانون کی بالا دستی

قانون ساز اداروں کا یہ فرض ہے کہ وہ ایسا قانون بنائیں جس سے تمام انسانوں کو ایک باوقار حیثیت حاصل ہو اور انہیں تمام شہری، سیاسی، سماجی، معاشی، تعلیمی اور ثقافتی حقوق حاصل ہوں۔ کسی بھی شخص کے ساتھ مذہب، نسل، ذات، جنس، نسب، بودوباش یا کسی اور بنا پر کوئی امتیاز نہ برتا جائے اور انسانوں کے بیچ خواہ ان کا تعلق اقلیت سے ہو یا اکثریت سے یا دیگر کسی طبقے سے کوئی تفریق نہ کی جائے۔ شہریوں کی مذہبی آزادی، ان کے مذہبی عقائد اور مذہبی معاملات میں کوئی دخل اندازی نہ کی جائے۔ کوئی ایسا کام یا کارروائی نہ کی جائے اور اگر کی جا رہی ہو تو اسے روکا جائے جس سے کسی بھی شخص کے بنیادی حقوق اور آزادی پر منفی اثر پڑے۔

3۔ عاملہ اور قانون کی بالا دستی

ایک مہذب معاشرے میں انتظامیہ مناسب تحفظ اور عدالتی نظر ثانی کے تحت ہونی چاہیے تا کہ اس کے ذریعہ کی جانے والی تمام کارروائیوں پر نظر رکھی جا سکے۔ انتظامیہ کا یہ فرض ہے کہ وہ نظم و نسق قائم رکھے اور وہ اس بات کو یقینی بنائے کہ معاشرے کو مناسب سماجی اور معاشی حالات میسر ہوں۔ اس کے علاوہ انتظامیہ کے پاس ایسی طاقت اور وسائل بھی ہوں جن سے وہ اپنا کام بخوبی انجام دے سکے۔ اس کے علاوہ انتظامیہ کا یہ بھی فرض ہے کہ وہ کسی شخص کے خلاف کوئی کارروائی کرنے سے پہلے اسے اس بات کا موقع دے کہ وہ اپنا دفاع کر سکے۔ بالفاظ دیگر اسے

سنوائی کا پورا پورا موقع ملنا چاہیے تا کہ اسے یہ احساس نہ ہو کہ اس کی بات سنی ہی نہیں گئی اور اسے صفائی پیش کرنے کا موقع نہیں ملا۔ ویسے بھی انصاف سے متعلق تسلیم شدہ اصولوں میں ایک اصول یہ بھی ہے کہ کسی بھی معاملے کا فیصلہ دوسرے فریق کی بات سنے بغیر یا اسے صفائی کا موقع دیے بغیر نہیں کیا جانا چاہیے۔

4۔فوجداری کارروائی اور قانون کی بالادستی

فوجداری کارروائی میں قانون کی بالادستی سے مراد یہ ہے کہ فوجداری قانون مکمل طور پر معین ہونا چاہیے۔ ملزموں کی بابت، جب تک انھیں عدالت مجرم قرار نہ دیدے، یہ قیاس کیا جانا چاہیے کہ وہ بے گناہ ہیں۔ ملزموں کو سنوائی اور دفاع کا پورا پورا موقع دیا جانا چاہیے۔ انھیں سنوائی کا نوٹس دیا جانا چاہیے، قانونی مشیر کی امداد فراہم کی جانی چاہیے اور ساتھ ہی انھیں گواہ پیش کرنے اور مخالف شہادت کی تردید کرنے کا حق ہونا چاہیے۔ کسی شخص کو اس بات کے لیے مجبور نہیں کیا جانا چاہیے کہ وہ خود پر کوئی الزام لگائے۔ کسی بھی ملزم پر کوئی جسمانی یا نفسیاتی دباؤ نہیں ہونا چاہیے۔ فوجداری کارروائی جب قانون میں دیگر توضیعات نہ ہوں تب تک کھلی عدالت میں کی جانی چاہیے۔ اگر کسی شخص کو مجرم قرار دے دیا گیا ہے یا اسے رہا کر دیا گیا ہے تو اس کے خلاف دوبارہ کارروائی نہیں کی جانی چاہیے۔ ہمارا آئین اور ہمارے قوانین بھی اس کی اجازت نہیں دیتے۔ فریق متعلق کو قانونی چارہ جوئی کے لیے جس میں اپیل کرنا بھی شامل ہے، مناسب فورم میسر ہونے چاہیے۔ کم سے کم اوپر کی ایک عدالت میں اپیل کا حق تو ہونا ہی چاہیے۔

■ عدلیہ کی فعال پذیری

اس سے پہلے کہ ہم عدلیہ کی فعال پذیری کی بات کریں یہ جاننا ضروری ہے کہ آخر عدلیہ کی فعال پذیری (Judicial activism) کی اصطلاح سے کیا مراد ہے۔ اکثر یہ کہا جاتا ہے کہ یہ اصطلاح جدید دور کی دین ہے حالانکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ عدلیہ سے ہمیشہ یہ توقع کی جاتی رہی ہے کہ وہ فعال پذیر رہے اور وہ اکثر فعال پذیر رہتی بھی ہے لیکن ہمیں اس کے فعال پذیر ہونے کا احساس اس وقت زیادہ ہونے لگتا ہے جب عاملہ اپنے فرائض کی انجام دہی میں کوتاہی کرنے لگتی

ہے اور عاملہ کو محرک بنانے کے لیے عدلیہ کو اپنے احکامات کے ذریعے آگے آنا پڑتا ہے اور عاملہ سے جہاں جہاں لغزش ہوئی ہے اس کے لیے اس کی تنبیہ کرنی پڑتی ہے۔ تنبیہ سے مراد یہاں کوئی تادیبی کارروائی نہیں بلکہ عاملہ کو اس بات کا احساس دلانا ہے کہ وہ اپنے فرائض کو صحیح طریقے سے انجام دے۔ کبھی کبھی فعال پذیری کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ یہ ان فیصلوں کی طرف اشارہ کرتی ہے جو معروضی نوعیت کے نہیں ہوتے بلکہ جج اپنے ذاتی رجحانات سے متاثر ہو کر دیتے ہیں۔ ایسا کرتے وقت وہ کبھی کبھی سابقہ نظیروں کو بھی نظر انداز کر دیتے ہیں۔ دراصل یہ عدلیہ کے خلاف ایک بے بنیاد الزام ہے۔ عدلیہ بھی چہار طرفہ ماحول سے متاثر ہوتی ہے جو ایک قدرتی عمل ہے اور اسے وقت کے تقاضوں کو بھی پورا کرنا پڑتا ہے۔ سپریم کورٹ نے والستا پال والے معاملے (1996 (3)، جی ایل آر 92 ایس سی) میں اپنی جس درج ذیل رائے کا اظہار کیا تھا وہ نہ صرف آج کے عدلیہ کے لیے بلکہ ہمیشہ قائم رہنے والی عدلیہ کے لیے یقینی طور پر مشعل راہ کا کام کرتی رہے گی اور یہ سپریم کورٹ کی ایک ایسی نظیر بن چکی ہے جس کا نہ معلوم کتنے ہی مصنفین نے، ماہرین قانون نے اور عدالتی حکام نے کتنی ہی بار حوالہ دیا ہے۔ یہ خوبصورت الفاظ ہر جج کے ضمیر کو ہمیشہ جھنجھوڑتے رہیں گے اور اسے اس بات کے لیے مجبور کرتے رہیں گے کہ وہ ہمیشہ فعال پذیر رہیں۔

''جج ایک ایسا قانون داں ہونا چاہیے، جو ایک لیجسلیٹر کی طرح دانشمند ہو، ایک تاریخ داں کی طرح سچائی کا متلاشی ہو، بصارت پیغمبری کا حامل ہو اور اس میں حال و مستقبل کے تقاضوں کو پورا کرنے کی بھرپور صلاحیت ہو، تا کہ وہ کسی اثر و رسوخ کے بغیر میلان طبع یا جانبدارانہ فکر و عمل سے پہلوتہی کرتے ہوئے ایک معروضی اور غیر جانبدارانہ فیصلہ کر سکے۔''

متذکرہ بالا اقتباس سے بھی یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ اگر جج سچائی کا متلاشی ہے اور وہ حال و مستقبل کے تقاضوں کو پورا کرنے کا خواہاں ہے تو اسے فعال پذیری کا دامن تھامنا ہوگا خواہ اس پر یہ الزام ہی کیوں نہ لگے کہ اس نے اپنے حدود سے باہر جا کر قانون سازی کا کام کیا ہے۔ جب آئین کی دفعہ 141 نے سپریم کورٹ کو یہ اختیار عطا کر دیا کہ اس کا قرار دیا گیا قانون سب کے لیے قابل پابندی ہوگا تو پھر اس الزام کا کوئی جواز نہیں۔ ''قرار دیا گیا قانون'' جیسے الفاظ

اس بات کا مظہر ہیں کہ یہ مانا کہ عدالت قانون نہیں بنا سکتی مگر اس کے ذریعے قرار دیا گیا قانون یا بالفاظ دیگر اس کے ذریعے کی گئی قانون کی تعبیر سب کے لیے قابل قبول ہوگی۔ اس کو اگر بالواسطہ قانون سازی یا بلاواسطہ قانون سازی کے لیے راہ ہموار کرنا کہا جائے تو شاید غلط نہ ہوگا۔ سپریم کورٹ کسی بھی قانون کو یا اس کے کسی بھی جز کو کالعدم قرار دے سکتی ہے۔ کالعدم قرار دینا بھی ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی قانون منسوخ کر دیا جائے چونکہ دونوں صورتوں میں قانون بے اثر ہو جاتا ہے۔ دوسری جانب یہ بھی ایک آئینی حقیقت ہے کہ سپریم کورٹ ایک قانون ساز ادارہ نہیں ہے۔

عدلیہ کی فعال پذیری کا یہ مطلب نکالنا بھی غلط ہے کہ وہ قانون کے اصولوں سے ہٹ کر فیصلے دینے لگے اور قانونی تقاضوں کو نظر انداز کر دے۔ یاد رہے کہ عدلیہ کو بھی آئین کی حدود میں ہی رہ کر اپنے فرائض منصبی انجام دینے ہوتے ہیں اور وہ بھی "لکشمن ریکھا" پار نہیں کر سکتی۔ اگر وہ ایسا کرتی ہے تو یہ فعال پذیری کا استعمال بیجا ہوگا۔ آج ماحولیاتی آلودگی، مساوات مرد و زن، قانونی امداد، خواتین و اطفال کے استحصال، پُروقار زندگی، تعلیم، آزدیٔ تقریر و تحریر، ذرائع ابلاغ کی آزادی، بندھوا مزدور اور ان کی باز آبادکاری، کم از کم مزدوری کی ادائیگی، جھگی جھونپڑی اور پٹری پر بسے لوگوں کے حقوق کا تحفظ، کمسن مجرموں، بچہ مزدوروں وغیرہ کے حقوق، غیر قانونی طور پر افراد کی نظر بندی، پولس لوک اپ میں مردوں اور عورتوں دونوں کے ہی ساتھ ناروا سلوک وغیرہ سے متعلق سپریم کورٹ و ہائی کورٹوں کے فیصلے مثبت فعال پذیری کا ناقابل تردید دستاویزی ثبوت ہیں۔

آج دہلی جیسے اتنے بڑے شہر میں لوگ کافی حد تک کھلی فضا میں سانس لے رہے ہیں۔ یہ سپریم کورٹ کی فعال پذیری کا ہی نتیجہ ہے کہ اس شہر میں آج شرح آلودگی پہلے کے مقابلے میں کافی کم ہو چکی ہے حالانکہ تاہنوز یہ اب بھی اپنے حدف سے بہت دور ہے۔ آج وشا کھا والا معاملہ ((1997)6 ایس سی سی 241) ہر کام کرنے والی عورت کی زبان پر ہے اور سپریم کورٹ کی اس نظیر سے ہر آجر اس قدر خوف زدہ ہے کہ اب اس کے لیے اپنی کسی خاتون ملازمہ پر نظر ڈالنا تقریباً ناممکن ہو گیا ہے۔ اسی طرح ایم سی مہتا نے جو ماحولیاتی آلودگی کے خلاف مختلف معاملات داخل کیے، جن کا ذکر اس باب کے بعد کے حصے میں کیا گیا ہے، اس نے آج ہمارے ملک کا ماحولیاتی

نقشہ ہی بدل دیا ہے ورنہ کون جانتا تھا کہ پانی، ہوا یا فضا کی آلودگی کیا ہے اور اس کی کیا اہمیت ہے۔ آج تو صورت حال یہ ہے کہ اگر دوران حمل شکم مادر میں بچے (جنین) کو ماحولی آلودگی کے باعث کوئی نقصان پہنچتا ہے یا پہنچنے کا امکان ہے تو فریق متعلق یا اس کی جانب سے کوئی دیگر شخص عدالت عالیہ یا عدالت عظمیٰ میں رٹ داخل کر کے فریق ثانی کے خلاف قانونی کارروائی کرسکتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ کافی عرصہ پہلے جسٹس وی آر کرشنا ایر نے یہ کہا تھا کہ انسان رحم مادر سے آخری رسوم ادا ہونے تک یعنی مرنے تک انسانی حقوق کا حق دار رہتا ہے۔ اب تو بات اس سے بھی آگے بڑھ چکی ہے۔ مقبرہ ہو یا قبرستان، شمشان گھاٹ ہو یا کسی کی استھیاں ان کا بھی احترام ضروری ہے حالانکہ مرنے والا مر چکا لیکن اس کی عزت اور اس کے وقار کو اس کے مرنے کے بعد بھی کسی طرح کی ٹھیس پہنچانے کا کسی کو بھی قانونی حق حاصل نہیں ہے۔ جس طرح ہر انسان کو ایک باوقار زندگی گزارنے کا حق حاصل ہے اسی طرح کسی بھی شخص کو کسی بھی شخص کی ظالمانہ وسفاکانہ طریقے سے زندگی چھیننے کا حق حاصل نہیں ہے۔ یہ سب کچھ عدلیہ کی فعال پذیری کا ہی نتیجہ ہے اور اگر کوئی بھی شخص، ادارہ یا حکومت اس سے الگ راہ اختیار کرے گی تو اسے یقیناً اس کے نتائج بھگتنے ہوں گے۔ یہ کوئی سیاسی مسئلہ نہیں، اس کا اطلاق سب پر ہوتا ہے۔ اس کا تعلق انسانی حقوق کے تحفظ سے ہے اور انسانی حقوق کو بلاشبہ آفاقی حیثیت حاصل ہے۔ اقوام متحدہ کی انسانی حقوق سے متعلق تمام دستاویزات اس بات کی گواہ ہیں اور ہماری عدلیہ آئین کی دفعہ 51 کے تحت ان بین الاقوامی دستاویزات کا احترام کرنے کی پابند ہے۔

یہاں اس بات کا ذکر بے محل نہ ہوگا کہ عدلیہ کی فعال پذیری اور مفاد عامہ میں قانونی چارہ جوئی میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ دراصل اولذکر آخرالذکر کا منطقی نتیجہ ہے۔

گزشتہ دو دہائیوں میں مفاد عامہ سے متعلق قانونی چارہ جوئی کی اہمیت بہت بڑھ گئی ہے اس میں ایسی راحت کے لیے قانونی چارہ جوئی یا دادرسی شامل ہے جو کسی نجی فائدے کے لیے نہیں بلکہ عوام کے وسیع تر مفاد میں کی جائے۔ ایسی عرضی آئین کی دفعہ 32 کے تحت سپریم کورٹ میں اور دفعہ 226 کے تحت ہائی کورٹ میں داخل کی جاسکتی ہے۔ اگر ایسا معاملہ سپریم کورٹ کے سامنے

داخل کیا جاتا ہے اور سپریم کورٹ یہ سمجھتی ہے کہ اس معاملے کی سماعت ہائی کورٹ میں کی جانی چاہیے تو سپریم کورٹ اس معاملے کو بغرض سماعت متعلقہ ہائی کورٹ کو بھیج سکتی ہے جیسا کہ سبرامنیم بنام یونین آف انڈیا والے معاملے (1990 سپلیمنٹری ایس سی سی 775) میں فیصلہ کیا گیا تھا۔ یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ اگر اس قسم کی چارہ جوئی کے لیے کوئی مراسلہ بھیجا جاتا ہے تو وہ مراسلہ عدالت کے نام ہونا چاہیے نہ کہ کسی جج کے نام۔ سپریم کورٹ نے اپنی اس رائے کا اظہار سچد یو بنام یونین آف انڈیا والے معاملے ((1991) ایس سی سی 605) میں کیا تھا۔

مفاد عامہ سے متعلق چارہ جوئی کے معاملات میں عدالت یا تو کوئی راحت دے سکتی ہے یا کسی معاملے کے حل کے لیے ضروری ہدایت دے سکتی ہے یا حسب صورت وحسب ضرورت معاوضہ کی ادائیگی کے احکام جاری کر سکتی ہے۔ ایم سی مہتا بنام یونین آف انڈیا والے معاملے (اے آئی آر 1987 ایس سی 1086) میں سپریم کورٹ نے ماحولیاتی تحفظ کے سلسلے میں معاوضہ کا حکم صادر کیا تھا۔

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ اس قسم کا مقدمہ دائر کرنے کے لیے یہ ضروری نہیں کہ متاثر شخص ہی دائر کرے۔ کوئی بھی ایسا شخص جس کے دل میں عوام کے لیے ہمدردی ہو اور وہ عوام کا بہی خواہ ہو ایسا مقدمہ دائر کر سکتا ہے۔ اس سلسلے میں ونسنٹ بنام یونین آف انڈیا (اے آئی آر 1987 ایس سی 990) پیپلز یونین بنام پولس کمشنر ((1989) 4 ایس سی سی 730) جیسی نظیروں کا حوالہ دیا جا سکتا ہے۔

مفاد عامہ سے متعلق دادرسی کے معاملوں میں مندرجہ ذیل شرائط میں سے کوئی نہ کوئی شرط پوری ہونی چاہیے۔

(1) کسی فرض عامہ کا نقض یا خلاف ورزی یا

(2) آئین کی کسی توضیح کی خلاف ورزی یا

(3) قانون کی کسی توضیح کی خلاف ورزی

یہاں ایم سی مہتا بنام یونین آف انڈیا والا معاملہ (اے آئی آر 1988 ایس سی

1115) قابل ذکر ہے۔ یہ معاملہ دریائے گنگا میں آلودگی سے متعلق تھا اس معاملہ میں گنگا میں ہونے والی آلودگی کے بارے میں یہ کہا گیا تھا کہ یہ امر باعث تکلیف ہے۔ اس معاملے میں یہ بات بھی کہی گئی تھی کہ قانون عامہ میں کسی ایسے شخص کے ذریعہ کی جانے والی کارروائی میں جو ایسی اراضی کا مالک ہو جس کے چاروں طرف دریا واقع ہو اور اس دریا میں ایسا سیوریج جس کو استعمال کے قابل بنانے کے لیے مکمل طور پر نئی شکل نہیں دی گئی ہے چھوڑ دیا جائے جو فریق متعلق کے لیے پریشانی کا باعث ہے، حکم امتناعی جاری کر کے میونسپل کارپوریشن کو ایسا کرنے سے روک سکتی ہے۔

گنگا کی آلودگی سے متعلق اور ماحولیاتی تحفظ کی بابت جب شروع شروع میں یہ معاملات داخل کیے گئے تھے اس وقت تک مفاد عامہ سے متعلق دادرسی کے معاملات بالکل ایک نئی بات معلوم ہوتے تھے لیکن اب مفاد عامہ سے متعلق دادرسی ایک عام سی بات ہو گئی ہے۔ جس کی وجہ صرف عوام کے بڑھتے ہوئے مسائل ہی نہیں بلکہ ان میں ان عام مسائل کی بابت بڑھتا ہوا جذبہ بیداری بھی شامل ہے جو کسی بھی ملک میں جمہوری اقدار کی ترقی کی علامت ہے۔

کچھ دنوں سے یہ بات دیکھنے میں آتی ہے کہ کچھ لوگ اپنے ذاتی مفادات یا شہرت حاصل کرنے کے لیے اس قسم کے مقدمات داخل کرنے لگے ہیں اور عدالتوں نے بھی اس معاملے پر اظہار تشویش کیا ہے اور اس قسم کے لوگوں پر جرمانہ بھی عائد کیا ہے دراصل اس قانونی گنجائش کا فائدہ اٹھانے کے لئے نیک نیت ہونا بہت ضروری ہے اور اس جذبہ کا احترام کیا جانا چاہیے جس کا اظہار اس وقت کے بھارت کے چیف جسٹس، جسٹس بھگوتی نے، بندھوا مکتی مورچہ بنام یونین آف انڈیا والے معاملے (اے آئی آر 1992 ایس سی 38) میں ان الفاظ میں کیا تھا۔

''مفاد عامہ کے لئے قانونی چارہ جوئی کوئی مخالفانہ چارہ جوئی نہیں ہے بلکہ یہ تو حکومت اور اس کے افسران کے لئے سماج کے محروم اور مجروح طبقوں کو حقیقی بنیادی انسانی حقوق عطا کرنے اور انھیں سماجی، معاشی وسیاسی انصاف کا یقین دلانے کے لئے ایک چنوتی اور موقع ہے اور یہی آئین کا علامتی معیار ہے۔''

آج اسے عدالت کی فعال پذیری کہیے یا اس کی راست گوئی کہیے یا اسے قانون کی

معروضی تعبیر کا درجہ دیجیے یہ سب اسی کا نتیجہ ہے کہ آج ہمارے ملک میں شہری آزادی اور بنیادی حقوق کے تحفظ کا ایک ایسا مضبوط نظام قائم ہو چکا ہے جس پر ساری دنیا کو رشک ہے۔ رہی کچھ استثنائی لغزشوں کی بات تو یہ سہواً کسی سے بھی ہو سکتی ہے اور ایسی لغزشوں کے منفی نتائج کو دور کرنے اور متاثرین کی شکایات کا ازالہ کرنے کے لیے وضع قانون یا موجودہ قانون میں ترمیم کا سہارا لیا جا سکتا ہے اور لیا جا تا رہا ہے۔

■ انصاف میں تاخیر

فیصلوں میں تاخیر انسانی حقوق کی خلاف ورزی کا سب سے بڑا ثبوت ہے کیونکہ ہر انسانی حق کی بنیاد انصاف پر ہے۔ ہندوستان کی پارلیمنٹ میں دیے گئے اعداد و شمار کے مطابق آج ہندوستان میں بھی سپریم کورٹ، ہائی کورٹ اور نچلی عدالتوں میں لاکھوں معاملے ایک دہائی سے زیادہ عرصے سے زیر سماعت ہیں یا یہ کہ ان کا ابھی تک فیصلہ نہیں ہوا ہے۔ 31 دسمبر، 2009 تک سپریم کورٹ میں تصفیہ طلب، زیر التوا و زیر سماعت معاملات کی تعداد 791,55 تھی اور اندازے کے مطابق 2015 میں یہ تعداد بڑھ کر 909,87 ہو جائے گی۔ سپریم کورٹ میں ہر سال نئے 611,69 معاملات فائل کیے جاتے ہیں جبکہ سپریم کورٹ ہر سال 259,64 معاملوں میں فیصلہ دیتی ہے۔ اس طرح ہر سال 353,5 معاملات کا بیک لاگ میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔ اس طرح 31 دسمبر، 2009 تک ہائی کورٹ میں یہ تعداد 49.4 ملین تک پہنچ چکی ہے اور ان کے نمٹانے کے لیے نہ صرف مزید ججوں بلکہ اضافی وسائل کی بھی ضرورت ہے۔ سپریم کورٹ و ہائی کورٹ کے علاوہ ہماری نچلی عدالتوں کی صورت حال بھی زیادہ اطمینان بخش نہیں ہے۔ آج ہماری نچلی عدالتوں میں ایسے معاملات کی تعداد 2.27 ملین ہے اور ان کے نمٹانے کے لیے بھی نہ صرف اور ججوں بلکہ اضافی وسائل بھی درکار ہیں۔ بروقت فیصلہ نہ ہونا ناانصافی کا سب سے بڑا ثبوت ہے اور امریکہ کی ایک سپریم کورٹ کے ایک جج نے کہا تھا کہ ناانصافی کا احساس ایک ایسا احساس ہے جس کی چبھن یا کسک دل میں سب سے زیادہ محسوس ہوتی ہے۔ تاریخ بھی اس بات کی گواہ ہے کہ ناانصافی نے بہت سی تحریکوں کو جنم دیا ہے اور ترقی پذیر جمہوری نظام اس بات کا سب سے بڑا

ثبوت ہے کہ جمہوریت میں خواہ کتنی بھی خامیاں ہوں لیکن اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اس میں انسانی حقوق کے تحفظ اور انصاف رسانی کی زیادہ سے زیادہ گنجائش ہوتی ہے۔

جہاں تک مقدمات کے فیصلوں میں تاخیر کی بات ہے اس کی مختلف وجوہات ہیں سب سے بڑی وجہ سماجی تبدیلیاں اور عوام میں جذبۂ بیداری ہے۔ حالانکہ اکثر یہ کہا جاتا ہے کہ ہندوستان جیسے ملک میں اس کی وجہ ججوں کی کم تعداد یا عدالتوں کا ناقص انتظام ہے۔ کسی حد تک تو یہ بات صحیح ہوسکتی ہے مگر اس کی دیگر وجوہات بھی ہیں۔ سماجی ترقی سے لوگوں میں جذبۂ بیداری پیدا ہوتا ہے۔ آج کوئی بھی شخص جس کے کسی بھی قانونی حق کی تلفی ہوتی ہے وہ فوراً عدالت کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے۔ اگر اس کے پاس وسائل نہیں ہیں تو وہ مختلف سرکاری ایجنسیوں، غیرسرکاری تنظیموں، خیراتی اداروں سے قانونی امداد حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ ذرائع نقل وحمل ورسل ورسائل، ذرائع ابلاغ اور بڑھتی ہوئی تعلیم کے نتیجے میں بھی لوگوں میں بیداری آئی ہے اور اپنے حقوق کے بارے میں انھیں اپنی ذمہ داری کا احساس ہوا ہے اور وقت کے ساتھ ساتھ یہ بڑھتا ہی جارہا ہے۔ نہ صرف ملکی، غیرملکی بلکہ بین الاقوامی پیمانے پر بھی آج ان کی سنوائی ہورہی ہے۔ اقوام متحدہ کے بہت سے ادارے، بین الاقوامی عدالت، ملکی وغیرملکی انجمنیں ناانصافی کے خلاف کی گئی شکایتوں کو اپنی حسب نوعیت اجاگر کرتی ہیں یا فیصلہ سناتی ہیں۔

ہندوستان میں مقدمات کے فیصلوں میں ہونے والی تاخیر کی وجوہات میں سے سب سے بڑی وجہ مقدمات کی بڑھتی ہوئی تعداد ہے۔ اس سے نمٹنے کے لیے سرکار نے ججوں کی تعداد میں اضافہ کیا ہے۔ اس کے علاوہ لوک عدالتیں قائم کی گئی ہیں حال ہی میں فاسٹ ٹریک عدالتیں بھی قائم کی گئی ہیں اور بہت سے ٹریبونل بھی وجود میں آئے ہیں۔ مثلاً کیٹ، آئی ٹی اے ٹی، بکری ٹیکس ٹریبونل، کرایہ کنٹرول ٹریبونل وغیرہ۔

کچھ لوگ مقدمات میں فیصلوں کی تاخیر کو عدالتوں کی کارکردگی صحیح نہ ہونے سے منسوب کرتے ہیں۔ اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا لیکن سرکار نے کمپیوٹر ٹکنالوجی کے استعمال سے اس کارکردگی کو بہتر بنانے کی کوشش کی ہے۔ سپریم کورٹ اور ہائی کورٹوں میں یہ کام لگ بھگ مکمل

ہو چکا ہے۔ٹریبونل اور نچلی عدالتوں میں اسے عملی جامہ پہنایا جارہا ہے اس کے علاوہ حکومت وقتاً فوقتاً ججوں کی تعداد بڑھاتی رہتی ہے۔ اس اضافے میں سرکار کو اپنے مالی وسائل کی حدود کو بھی دیکھنا ہوتا ہے۔

تاخیر کے سلسلے میں لوگوں کو ججوں کی کارکردگی کے بارے میں بھی شکایت ہے لیکن اس الزام میں بہت کم صداقت ہے۔ ہر جج کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ وہ کم وقت میں زیادہ سے زیادہ فیصلے دے لیکن اس میں بہت سی رکاوٹیں آتی ہیں۔اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ان پر کام کا وزن بہت زیادہ ہے لیکن اس سے بڑی وجہ وکلا اور مقدمے بازوں کے ذاتی رجحانات ہیں۔

1- وکلا کا رویہ

جیسا کہ باب-9 بعنوان ''پیشۂ وکالت'' میں کہا گیا ہے دراصل وکلا کا کام عدالت کے سامنے ایمانداری اور غیر جانبداری سے ایسی نظیریں پیش کرنا ہے جو فریقین کے حقوق کو متعین کرتی ہوں۔ اگر وکلا صحیح نظیریں پیش نہیں کریں گے اور فریقین کو دکھانے کے لیے غیر متعلقہ نظیریں پیش کر کے زیادہ سے زیادہ وقت لینے کا اور محنت کرنے کا مظاہرہ کر کے اپنے موکل پر اچھا اثر ڈالنے کی کوشش کریں گے تو اس سے اغراض انصاف پورے نہیں ہوں گے بلکہ عدالت کا وقت ضائع ہوگا۔ کہا جاتا ہے کہ وہ وکیل جس میں جذبہ انصاف نہ ہو وہ ایک اچھا وکیل نہیں ہوسکتا۔ دراصل ایک اچھے وکیل کا کام انصاف دلانا ہے نہ کہ انصاف رسانی کے راستے میں دشواریاں پیدا کرنا، کبھی کبھی دیکھنے میں آتا ہے کہ وکلا صرف اپنے موکل کو خوش کرنے کے لیے اور اسے زیادہ وقت یا مہلت دلانے کے لیے کارروائی کی التوا کی کوشش کرتے رہتے ہیں اور تاریخیں پڑتی رہتی ہیں۔ قانون کا کام عوام کی بھلائی کا خیال رکھنا اور مفاد عام کا تحفظ کرنا ہے۔ وکلا بھی سماج کا ایک حصہ ہیں اور وہ بھی قانون کا اتنا ہی احترام کرتے ہیں جتنا کہ عام آدمی۔ لہٰذا ان کا یہ فرض بنتا ہے کہ وہ کوئی بھی ایسا کام نہ کریں جس سے انصاف رسانی میں تاخیر ہو یا عدالت کے ذریعہ کیے جانے والے فیصلے پر کوئی منفی اثر پڑے چونکہ عدالت کے دیے گئے فیصلے کو سچائی کی شہادت یا ثبوت سمجھا جاتا ہے۔

اگر وکلا عدالت کے سامنے سچائی نہیں رکھیں گے اور عدالت ان کی بات کو مان لے گی تو عدالت کا دیا گیا فیصلہ سچائی کی عکاسی نہیں کرے گا اور اس سے انصاف کے عمل میں رکاوٹ پیدا ہوگی۔ (یہ جاننے کے لیے کہ وکلا انصاف رسانی کے کام میں اور کیا مدد بہم پہنچا سکتے ہیں یا یہ کہ خود ان کا رویہ بھی کبھی کبھی انصاف میں تاخیر کا سبب بنتا ہے باب ۔۔۔ ''وکلا کا قانونی وعدلیاتی نظام میں کردار'' کا مطالعہ کیجیے۔

2- مؤکلوں کا رویہ

انصاف رسانی کے معاملے میں مؤکل کا کردار بھی بہت اہم ہے، ہر مؤکل کا یہ فرض ہے کہ وہ جب بھی کوئی معاملہ عدالت کے سامنے لے کر جائے تو اس کی نیت صاف ہونی چاہیے۔ جو خود ہی داغدار ہو یا جس کی نیت صاف نہ ہو یا جو نیک نیتی سے عدالت کا دروازہ نہ کھٹکھٹائے تو اسے اس بات کا کوئی حق نہیں کہ وہ فریق ثانی کے خلاف دادرسی کا کوئی بھی دعویٰ کر سکے۔ لہٰذا یہ ضروری ہے کہ جب بھی کوئی شخص انصاف کا طالب ہو اور وہ عدالت کا سہارا لے تو خود اس کو بے قصور ہونا چاہیے۔ مگر یہاں یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے کہ اس اصول سے یہ فقرہ شرطیہ بھی جڑا ہوا ہے کہ اس کا طرز عمل شے متدعویہ یا شے متنازعہ کے تعلق سے ہی قابل لحاظ ہوگا اور کسی بھی دیگر شے کی کوئی اہمیت نہیں ہوگی۔

جب بھی کوئی مقدمہ زیر سماعت ہوتا ہے تو بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ فریقین معاملے کا جلد از جلد فیصلہ چاہیں۔ دونوں میں سے ایک فریق ہمیشہ اس بات میں دلچسپی رکھتا ہے کہ معاملہ کچھ دن ٹل جائے اور تاریخ مل جائے جب کہ دوسرے فریق کی دلچسپی اس بات میں ہوتی ہے کہ معاملے کا فیصلہ جلد از جلد ہو۔ حالانکہ ضابطہ دیوانی اور دیگر قوانین میں یہ توضیح کی گئی ہے کہ مہلت مانگنے کی صورت میں مہلت مانگنے والے فریق پر ہرجانہ عائد کیا جانا چاہیے۔ لیکن اس کی بھی حدود ہیں اور آج کے اس دور میں ہرجانے کی رقم کی ادائیگی کوئی مشکل کام نہیں۔ ایسی صورت بھی انصاف رسانی میں تاخیر کا باعث ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ کبھی کبھی فریقین، ان کے وکلا یا گواہ تاریخ پر حاضر نہیں ہوتے اور اس سے تاخیر ہوتی ہے۔ فوجداری عدالتوں میں قانون کی توضیعات اور ہائی

کورٹ و سپریم کورٹ کے احکام کے باوجود بھی ایک معاملے میں شہادت روزانہ قلم بند نہیں کی جاتی اور کئی کئی مہینے کی تاریخیں دے دی جاتی ہیں اس سے بھی انصاف رسانی کے عمل میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے۔ اخلاقی اور پیشہ ورانہ اصولوں کے مطابق کوئی بھی ڈاکٹر یا طبیب بیماری کا جھوٹا سرٹیفکٹ نہیں دے سکتا لیکن اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ایسے جھوٹے سرٹیفکٹ جاری کیے جاتے ہیں اور اس بات کو عدالتوں نے بھی نوٹ کیا ہے۔ لیکن ایسے معاملات میں عدالتوں کا رویہ نرم ہوتا ہے۔ چونکہ ہر ڈاکٹر یا ہر طبیب کو جھوٹا سمجھنا اخلاقی اور قانونی دونوں اعتبار سے مناسب نہیں ہے اور دوسرے یہ پتہ لگانا بھی آسان کام نہیں ہے کہ کون سا سرٹیفکٹ جھوٹا ہے اور کون سا سرٹیفکٹ سچا ہے۔

3- فریقین کو سمن وغیرہ کی تعمیل میں دشواریاں

انصاف رسانی میں ایک اور رکاوٹ فریقین پر یا گواہوں پر سمن وغیرہ کی تعمیل میں پیدا ہونے والی دشواریاں ہیں۔ جب بھی کوئی ہرکارہ سمن لے کر کسی فریق کے پاس آتا ہے اور وہ فریق اس سمن کو نہیں لینا چاہتا تو اسے کچھ رشوت وغیرہ دے کر تعمیل کو ٹال دیتا ہے اور وہ ہرکارہ اس پر اپنی یہ رپورٹ دے دیتا ہے کہ فریق مخالف گھر پر نہیں ملا یا شہر سے باہر گیا ہوا ہے یا گھر چھوڑ کر چلا گیا ہے یا پاس پڑوسیوں نے بتایا ہے کہ وہ کسی دیگر ملک میں چلا گیا ہے۔ یہ سلسلہ کبھی کبھی مستقل چلتا رہتا ہے اور سمن کی تعمیل نہیں ہو پاتی۔ ایسی صورت میں فریق متعلق عدالت سے متبادل تعمیل کی درخواست کرتا ہے کیونکہ ضابطہ دیوانی کے تحت عدالت ایسی صورت میں جب کسی فریق پر بطریق معمول سمن کی تعمیل نہ ہو، فریق متعلق کی متبادل تعمیل کے احکام جاری کر سکتی ہے۔ اس میں اخبار میں نوٹس کی اشاعت، گھر پر نوٹس یا سمن چسپاں کرنا یا بذریعہ نقارہ یا ڈھول منادی وغیرہ شامل ہیں۔ ایسا کرنے میں کافی وقت ضائع ہو جاتا ہے اور معاملے کی سماعت اور نتیجتاً انصاف رسانی میں بے حد تاخیر ہوتی ہے۔

کبھی کبھی ضرورت کے تحت اور کبھی کبھی فریق ثانی کے لیے دشواریاں پیدا کرنے کیلئے، فریق ثانی کی تعداد اتنی بڑھا دی جاتی ہے جو کبھی کبھی سینکڑوں یا ہزاروں تک بھی پہنچ سکتی ہے کہ ان

کی تعمیل کرنا نہایت دشوار کام بن جاتا ہے۔کبھی کسی کی تعمیل نہیں ہو پاتی تو کبھی کسی کی۔اور کبھی کبھی اس عمل میں سالہا سال ضائع ہو جاتے ہیں۔ 1947 میں ہندوستان کی تقسیم کے بعد بہت سے خاندان آپس میں بٹ گئے کچھ لوگ ہندوستان میں رہ گئے اور کچھ لوگ پاکستان چلے گئے یا کچھ لوگ پاکستان سے ہندوستان آ گئے اور کچھ لوگ ہندوستان سے پاکستان چلے گئے۔ایسے معاملوں میں جائداد کی تقسیم اور اسی قسم کے دیگر امور سے متعلق مقدموں میں تعمیل نہایت دشوار تھی،کبھی سمن پہنچتے ہی نہیں تھے تو کبھی رپورٹیں بروقت نہیں مل پاتی تھیں۔

■ عدلیاتی نظام میں انفارمیشن ٹیکنالوجی کی اہمیت

آج کے اس ترقی یافتہ دور میں زندگی کا کوئی بھی شعبہ یا کسی بھی قسم کی سرگرمی کا کوئی بھی میدان ایسا نہیں ہے جس میں انفارمیشن ٹیکنالوجی کا استعمال نہ ہو رہا ہو یا ایک عام آدمی کی زبان میں کمپیوٹر کا استعمال نہ ہو رہا ہو۔ہماری عدلیہ بھی ہمارے معاشرے کا ایک حصہ ہے اور اس کا تعلق معاشرے کے ہر حصے سے ہے یعنی اس کے روبرو زندگی کے ہر شعبے اور ہر سرگرمی سے متعلق تنازعات و معاملات بغرض فیصلہ پیش کیے جاتے ہیں یا کبھی کبھی وہ اپنے اختیارات تمیزی کا استعمال کرتے ہوئے مفاد عامہ سے متعلق معاملات کی طرف خود اپنی توجہ بھی مرکوز کرتی ہے اور بہت سے معاملات میں خود دست اندازی کرتی ہے۔آج کوئی بھی مظلوم یا محروم شخص اپنی شکایات انٹرنیٹ کے ذریعے بڑی سے بڑی عدالت تک پہنچا سکتا ہے۔فرض کیجیے کہ کوئی شخص ای میل کے ذریعے سپریم کورٹ کو اپنے کسی بنیادی حقوق کی خلاف ورزی کی بابت کوئی شکایات بھیجتا ہے تو سپریم کورٹ کو اس بات کا قانونی حق حاصل ہے کہ اس کی اس شکایت کو ایک رٹ سمجھ کر اس پر غور کرے اور فریق متعلق کو حسب صورت،کوئی راحت دے یا معاملے کے حل کے لیے کوئی ضروری ہدایت دے۔آج یہ بات ہم سب کو ہی معلوم ہے کہ سپریم کورٹ نے کتنے ہی معاملوں میں صرف ایک پوسٹ کارڈ پر بھیجی ہوئی اطلاع کو باقاعدہ ایک پٹیشن مان کر فریقین کو راحت دی ہے۔یہاں اس بات کا ذکر بے محل نہ ہوگا کہ یہ ضروری نہیں کہ متاثرہ شخص ہی عدالت کو شکایت بھیجے۔کوئی بھی ایسا شخص جس کے دل میں عوام کے لیے ہمدردی ہو اور وہ عوام کا بھی خواہ ہو اور معاملہ ایسا ہو جس

سے نہ صرف اس شخص کے حقوق پر آنچ آتی ہو بلکہ اس سے آئین میں ضمانت دیے گئے کسی بھی بنیادی حق کی خلاف ورزی ہوتی ہو، ایسی شکایت عدالت کو بھیج سکتا ہے۔ آج خود ہمارے ملک میں عدالتی نظام میں انفارمیشن ٹیکنالوجی ایک انتہائی اہم کردار ادا کر رہی ہے اور نہ صرف سپریم کورٹ اور مختلف ہائی کورٹوں کے روبرو زیر سماعت یا فیصل شدہ معاملات کے بارے میں ہمیں انٹرنیٹ پر ضروری اطلاعات مل جاتی ہے بلکہ اب تو کچھ ضلعی سطح کی عدالتوں میں بھی یہ اطلاعات دستیاب ہیں۔ آج ایک بٹن دبانے سے سپریم کورٹ میں کسی بھی معاملے کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کی جاسکتی ہے۔ انفارمیشن ٹیکنالوجی نہ صرف عدلیہ، وکلا و مؤکلوں کے لیے وجۂ راحت نہیں بلکہ اس سے ہمارے قانون دانوں، قانون کے طالب علموں، قانونی تاریخ رقم کرنے والوں، قانونی رپورٹیں تیار کرنے والوں، قانونی جریدوں کے ایڈیٹروں، قانونی موضوعات پر کتابیں لکھنے والے مصنفوں کو بھی پوری پوری مدد مل رہی ہے۔ ایک وہ وقت تھا کہ اگر کسی شخص کو یہ یاد نہ آئے کہ سائمن کمیشن کب آیا تھا تو اسے یا تو کسی اپنے ساتھی سے اس کے بارے میں معلومات حاصل کرنی ہوتی تھی یا کسی لائبریری میں جا کر کتابوں کی ورق گردانی کرنی پڑتی تھی۔ آج انٹرنیٹ پر یہ تمام معلومات موجود ہیں مگر افسوس کی بات یہ ہے کہ اس قسم کی معلومات کے بے جا استعمال سے آج Intellectual Property کی خلاف ورزی کے بہت سے معاملات سامنے آرہے ہیں اور یہ کوئی نئی بات نہیں۔ ہر سکے کے دو پہلو ہوتے ہیں وہی چیز اس میدان میں بھی صادق آرہی ہے لیکن اس مسئلے سے نمٹنے کے لیے بھی بین الاقوامی اور ملکی سطح پر بہت سے اقدامات کیے جارہے ہیں۔ سائبر جرائم سے نمٹنے کے لیے ہمارے ملک میں بھی انفارمیشن ٹیکنالوجی ایکٹ، 2001 وضع کیا گیا ہے۔ جس کی اہم توضیعات کا ذکر اس باب کے آخر میں کیا گیا ہے۔

ہر مقدمے باز یا وکیل جب بھی کوئی مقدمہ داخل کرتا ہے یا مقدمے کی بابت کوئی معلومات حاصل کرنا چاہتا ہے تو وہ سب سے پہلے اس عدالت جو ہائی کورٹ ہو یا سپریم کورٹ کی رجسٹری سے رابطہ قائم کرتا ہے لہٰذا رجسٹری کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ مندرجہ ذیل امور کی خاطر الی الآن

ترمیم شدہ ڈاٹا رکھے تاکہ فریق متعلق کو بروقت و برموقع معلومات حاصل ہو سکے اور کسی کا وقت بھی ضائع نہ ہو۔ وکلا، ججوں، مقدمہ بازوں، میڈیا، رپورٹروں ورجسٹری کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہاں متعلقہ اپلیکیشن کے ذریعے کمپیوٹر پر مندرجہ ذیل کی بابت ڈاٹا فراہم کر کے متذکرہ بالا کو ضروری معلومات بہم پہنچائی جائیں:

1-وکلا سے متعلق تفاصیل

اس مد کے تحت وکلا کے بارے میں مکمل تفصیل موجود ہونی چاہیے تاکہ مؤکل یا متعلقین اس بات سے واقف ہو سکیں کہ کس معاملے میں کون سا وکیل پیش ہو رہا ہے۔ اس کے علاوہ بار کونسل کی مدد سے ایک ایسی لسٹ بھی تیار کی جاسکتی ہے جس سے یہ معلوم ہو سکے کہ کن وکلا کو کس میدان میں مہارت حاصل ہے۔ اس کے علاوہ اس میں ان وکلا کے بارے میں بھی معلومات فراہم کی جانی چاہئیں جو مختلف سرکاری محکموں کے اسٹینڈنگ کونسل ہیں یا ان کی طرف سے عدالت میں پیش ہو رہے ہیں۔

2-فیصلوں سے متعلق معلومات

اس مد کے تحت جن معاملات میں فیصلے ہوئے ہیں ان کی تفصیل درج ہونی چاہیے۔ مثلاً کیس نمبر، فیصلے کی تاریخ، جج (ججوں) کا نام، فیصلے کی مختصر تفصیل ونوعیت یعنی معاملہ رپورٹ کیے جانے کے قابل ہے یا نہیں۔

3-فائلنگ کی صورت حال

اس مد کے تحت جو بھی مقدمہ، پٹیشن، درخواست، عبوری درخواست، متفرق امور سے متعلق درخواست (درخواستیں) کی جانچ پڑتال کے بعد جو پوزیشن ہو وہ درج ہونی چاہیے۔ اگر متعلقہ دستاویز صحیح پائی گئی ہے تو وہاں اس امر کا اندراج ہونا چاہیے تاکہ فریق متعلق کو یہ معلوم ہو جائے کہ اس کا معاملہ عدالت کے روبرو پیش کیے جانے کے لیے صحیح حالت میں ہے اور اسے بغرض سماعت عدالت کے روبرو کسی بھی وقت حسب ہدایت پیش کیا جاسکتا ہے۔

4-فائلنگ سے متعلق کمیاں/کمیوں کو بذریعہ ای میل دور کرنا

فائلنگ کاؤنٹر پر کوئی بھی کاغذ، دستاویز، پٹیشن وغیرہ فائل کرنے کے بعد فریق متعلق یا وکیل فریق کو یہ نہیں سمجھ لینا چاہیے کہ اس کی ذمہ داری پوری ہوگئی۔ ہوسکتا ہے کہ پٹیشن پر کم فیس لگائی گئی ہو یا مقررہ مدت معیاد کے بعد فائل کی گئی ہو اور اس کے ساتھ تاخیر کی معافی کی بابت درخواست نہ لگائی گئی ہو یا معاملہ عدالت کے اختیار سماعت کے اندر نہ آتا ہو۔ اس مد کے تحت پٹیشن میں کوئی بھی کمی ہو تو اس کی تفصیل دی جانی چاہیے تاکہ فریق متعلق اس کمی کو دور کرنے اور انصاف رسانی کے کام میں تاخیر نہ ہو۔ اگر عدالت متعلقہ کے قواعد وضوابط میں یہ بات بھی واضح کردی جائے کہ کچھ خامیاں ای میل کے ذریعے بھی دور کی جاسکتی ہے تو اس سے فریقین کو کافی آسانی ہوجائے گی۔

5-رجسٹریشن

اس مد کے تحت معاملے کی رجسٹری کی تفصیل درج ہونی چاہیے یعنی معاملے کا نمبر کیا ہے اور اسے کس زمرے میں درج کیا گیا ہے۔ مان لیجئے کسی شخص نے کوئی سول رٹ پٹیشن سنہ 2010ء میں داخل کیا ہے تو اس کا نمبر اس طرح دیا جائے گا کہ جس سے یہ پتہ لگ سکے کہ اس معاملے کا نمبر کیا ہے اور کب داخل کیا گیا ہے۔ یعنی،۔

سول رٹ پٹیشن نمبر-/2011

6-فہرست مقدمات

اس مد کے تحت ان مقدمات کی مکمل فہرست آتی ہے جو آئندہ کسی تاریخ میں عدالت کے روبرو کسی غرض سے پیش کیے جائیں گے۔ ہوسکتا ہے کہ معاملہ ابھی ایڈمیشن اسٹیج پر ہو یا اس میں گواہان کے بیان قلم بند کیے جارہے ہوں یا ابھی بحث چل رہی ہو، اس سب کی تفصیل درج ہوتی ہے۔ اس میں کیس کا نمبر، فریقین کے نام، تاریخ سماعت وعدالت کا نام، متعلقہ وکلا کا نام وغیرہ درج ہوتے ہیں۔

7-روزانہ صادر کیے گئے احکامات

اس میں ان تمام احکامات کی تفصیل درج ہوتی ہے جو متعلقہ مقدمے میں اس دن صادر کیے گئے ہیں۔

8-مصدقہ نقول

مقدمے کے کاغذات میں سے کسی بھی کاغذ کی مصدقہ کاپی کی کسی بھی شخص کو ضرورت پڑ سکتی ہے۔ اس معاملے میں جس کا فیصلہ ہو چکا ہے مصدقہ کاپی کوئی بھی شخص لے سکتا ہے لیکن اگر معاملہ زیر سماعت ہے تو صرف وہی شخص کاپی لے سکتا ہے جو اس مقدمے میں فریق ہو۔ اس مد کے تحت کونسل کاپی کب تیار ہوئی یا تیار نہیں ہوئی اس کی پوری تفصیل درج ہونی چاہیے۔ کیونکہ اگر کوئی کاپی خاص کر کسی فیصلے کی کاپی اگر وقت پر تیار نہیں ہوتی ہے تو اس میں جتنی تاخیر ہوئی ہے اس حد تک اس فیصلے کے خلاف اپیل کرنے کی مدت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

9-پیپر بک کی تیاری/ دستاویزات کا ترجمہ

اس مد کے تحت حصول آراضی و فوجداری مقدموں سے متعلق پیپر بک تیار کی جاتی ہیں۔ پیپر بک میں بہت سی دستاویزات اس زبان میں ہوتی ہے جو عدالت کی زبان نہیں ہوتی ہے۔ مان لیجئے کہ ہائی کورٹ کی کام کاج کی زبان انگریزی ہے اور کوئی دستاویز اردو، ہندی یا کسی دیگر زبان میں ہے تو اس کا ترجمہ انگریزی میں کیا جائے گا اور اسے پیپر بک میں شامل کیا جائے گا۔ لہٰذا پیپر بک تیار ہے کہ نہیں اور ضروری دستاویزات کا ترجمہ ہو چکا ہے یا نہیں اس کی تفصیل باقاعدہ درج ہونی چاہیے تاکہ فریق متعلق کو یہ معلوم ہو سکے کہ اس کے معاملے کی سماعت کسی بھی وقت ہو سکتی ہے۔

10-ویڈیو کانفرنسنگ

ویڈیو کانفرنس کی بھی اہمیت اب کافی بڑھ چکی ہے اور اس کے ذریعے اب تو گواہی و بحث بھی ہونے لگی ہے۔ لہٰذا کب ویڈیو کانفرنسنگ ہونی ہے اس کی پوری تفصیل انٹرنیٹ پر موجود ہونی چاہیے۔

11-معاملات ملتوی ہونے کی تاریخ

اس مد کے تحت کون سا معاملہ کس تاریخ کے لیے ملتوی ہوا ہے اس کی پوری تفصیل ہونی چاہیے کیونکہ ایسی معلومات حاصل کرنے میں مؤکلوں کو کبھی وکیل کے پاس جانا پڑتا ہے تو کبھی عدالت کے عملے کے پاس جہاں انھیں مختلف دقتیں پیش آسکتی ہیں اور عملے کچھ بدعنوان افراد بھی انھیں پریشان کرسکتے ہیں۔ اس کے علاوہ ان کے بتانے اور فریق متعلق کے سننے میں بھی فرق ہوسکتا ہے اگر ایسی جانکاری انٹرنیٹ پر موجود ہوگی تو کوئی بھی فریق یہ بہانہ نہیں بنا سکے گا کہ اسے یہ نہیں معلوم تھا کہ معاملہ کس تاریخ کے لیے ملتوی ہوا ہے۔

12- سمعی وبصری پیشکش (Audio-visual presentation)

اس مد کے تحت ان معلومات کی پوری تفصیل دی جاسکتی ہے جو اس قسم کے پرزینٹیشن کے ذریعے فراہم کرنا مقصود ہو اور اس میں اس بات کی بھی جانکاری ہونی چاہیے کہ ایسی معلومات کس کو فراہم کرنا مقصود ہے، عدلیہ کو، وکلا کو، مؤکلوں کو یا عام آدمی کو۔

13-عدالتی قواعد وطریقۂ کار

انٹرنیٹ پر کورٹ کے تمام قواعد وضوابط وطریقۂ کار دستیاب ہونا چاہیے تاکہ فریقین اس کے مطابق اپنے مقدمات عدالت میں داخل کرسکیں۔

14-نظائر عدالت

مختلف موضوعات پر عدالت کی اہم نظیریں اگر انٹرنیٹ پر موجود ہوں تو اس سے سبھی کو فائدہ ہوگا۔ جج ووکلا ان نظیروں کا حسب ضرورت حوالہ دے سکیں گے اور فریقین دادرسی حاصل کرسکیں گے۔

15-زیر اعتراض فیصلہ

اس مد کے تحت اس فیصلے کی تفصیل درج ہونی چاہیے جسے چیلنج کیا گیا ہے یعنی جس کے خلاف اپیل کی جائے۔ اس تفصیل میں، پرانے مقدمے کا نمبر، فریقین کے نام، فیصلے کی تاریخ اور فیصلہ [illegible]

16-بنچنگ/گروپنگ

اس مد کے تحت ان تمام معاملات کی مکمل تفصیل یعنی ہر معاملے کا نمبر، فریقین کے نام، معاملے کی مختصر تفصیل، وکلا کا نام وغیرہ درج ہونے چاہیے تاکہ فریقین کو یہ معلوم ہو سکے کہ ان کے معاملے کا نمٹارا بنچنگ یا گروپنگ کے ذریعے ہو رہا ہے۔ یہ ایک ایسا طریقہ ہے جس میں عدالت ایک نوعیت کے معاملات کو یکجا کر کے ان سب کا نمٹارا ایک ہی فیصلے کے ذریعے کر دیتی ہے۔

17-عذرداری انتباہ/کیویٹ

اس مد کے تحت ہر caveat کا پورا ریکارڈ رکھا جانا چاہیے تاکہ دوسرا فریق بھی ہوشیار رہے۔ یہ اصطلاح عام طور سے دیوانی عدالتوں میں خصوصاً جائیداد سے جڑے مقدمات میں استعمال ہوتی ہے حالانکہ ان تک محدود نہیں۔ دراصل یہ ایک ایسی اطلاع ہے جو عدالت کے رجسٹرار کو اس امر کی دی جاتی ہے کہ وہ اطلاع دیے بغیر کوئی یکطرفہ کارروائی عمل میں نہ لائے۔

18-جاری کردہ نوٹسوں کے بابت معلومات

اس مد کے تحت جن جن مقدمات میں جن جن افراد کو نوٹس ایشو ہوئے ہیں اس کی پوری تفصیل مع تاریخ کے درج ہونی چاہیے۔

19- نظر ثانی کے لیے مطلوب معاملات کی تفصیل

جن معاملات پر نظر ثانی کی جانی ہو ان کی تفصیل اس مد کے تحت درج کی جانی چاہیے۔

20-مفضلہ معاملات کی تفصیل

اس مد کے تحت ان معاملات کی پوری تفصیل درج ہونی چاہیے جن کا نمٹارا ہو چکا ہے۔

21- متعین مدت کے دوران فیصلہ کیے جانے والے معاملات کی مانیٹرنگ

اس مد کے تحت وہ ضروری اندراجات رکھے جانے چاہیے جس سے اس بات پر نظر رکھی جا سکے کہ ان معاملات کا نمٹارا اس مدت کے دوران کیا جا رہا ہے یا نہیں جو عدالت نے مقرر کی تھی۔

22-معاملات کی موجودہ صورت حال

اس مد کے تحت ہر کیس کی موجودہ نوعیت کی پوری پوری تفصیل درج ہونی چاہیے۔ مثلاً یہ کہ معاملہ کس اسٹیج پر ہے، اس میں کیا کارروائی ہوچکی ہے اور کیا کارروائی ہونی باقی ہے۔

23-معاملات کی فہرست

اس مد کے تحت حروف وار و ترتیب وار ہر معاملے کی نوعیت کے حساب سے تفصیل رکھی جانی چاہیے۔

24- قوانین میں ترامیم

اس مد کے تحت قوانین میں جو بھی تبدیلیاں کی جائیں اور جن کی متعلقہ عدالت میں زیادہ ضرورت ہو ان کی تفصیل درج ہونی چاہیے۔

25-بہیاں و کاغذات لوٹانا

وہ بہیاں یا دستاویزات جو فریقین کو یا متعلقین کو واپس دے دی گئی ہو اس کی پوری تفصیل یہاں درج ہونی چاہیے تاکہ آئندہ کبھی کسی کو ضرورت پڑے تو اسے یہ معلوم ہونا چاہیے کہ وہ دستاویزات کس کی تحویل میں ہیں۔

26- نجی معلومات

اس مد کے تحت جو معقول سوالات کسی بھی فریق کی طرف سے کوئی بھی جائز معلومات حاصل کرنے کی نیت سے کیے جائیں ان کی تفصیل یعنی ان سوالات کا کیا جواب دیا گیا یا کیا تعاقبی کارروائی کی گئی درج کی جاسکتی ہیں۔

اس کے علاوہ ذاتی معلومات، حساب کتاب، Inventory کے بارے میں بھی تفاصیل انٹرنیٹ پر درج کی جاسکتی ہے اور انفارمیشن ٹیکنالوجی کا پورا پورا فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔

ہمارے ملک میں سپریم کورٹ، تمام ہائی کورٹس اور کچھ ذیلی عدالتوں میں بھی انفارمیشن ٹیکنالوجی کا پورا پورا فائدہ اٹھایا جارہا ہے۔ اس کے علاوہ وزارت قانون، وزارت پارلیمانی امور، لاء کمیشن و دیگر قانونی و نیم قانونی اداروں نے اپنی اپنی ویب سائٹ بنائی ہوئی ہیں جس میں قوانین، قواعد و ضوابط، اسمبلی کی بحث، قوانین کا تاریخی پس منظر وغیرہ کی مکمل تفاصیل موجود ہیں۔

سپریم کورٹ میں تو کمپیوٹرائزیشن کا کام مکمل ہو چکا ہے اور سپریم کورٹ کی ویب سائٹ پر مندرجہ ذیل کی بابت تمام ضروری معلومات موجود ہیں اور ان سب کا کوئی بھی شخص ایک معمولی کمپیوٹر کی مدد سے اپنے پرسنل کمپیوٹر پر یا سائبر کیفے میں جا کر اپنی ضرورت کے مطابق پورا پورا فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

سپریم کورٹ کی ویب سائٹ

بھارت کے آئین کا مکمل متن، سپریم کورٹ کا اختیار سماعت، گولڈن جبلی تقریبات، قواعد وضوابط، سپریم کورٹ کے سابق وموجودہ چیف جسٹس و جج صاحبان ورجسٹرار کی بابت تفصیل۔

اس سائٹ کا درج ذیل سائٹ سے بھی لنک ہے یعنی،۔

"Indian Courts", "JUDIS", "Daily Orders", "Case Status" "Cause List", "Courts Websites", and India Code.

اس کے علاوہ اس ویب سائٹ پر فیصل معاملات کی فہرست کے ساتھ ساتھ اس کی سپریم کورٹ کی لائبریری کے ذریعے تیار کردہ "Equivalent Citation Table" جس میں ہر معاملے کی ہندوستان کی چار اہم لاء رپورٹوں کی مماثل نظائر دی گئی ہیں یعنی ایس سی سی، اے آئی آر (ایس سی)، ججمینٹ ٹوڈے اور اسکیل ("Supreme Court Cases", "AIR(SC)", "JT" and "SCALE,") بھی دیکھی جا سکتی ہے۔

اس کے علاوہ مندرجہ ذیل ویب سائٹس بھی قانونی اعتبار سے کافی اہمیت کی حامل ہیں۔

وزرات قانون وانصاف کی ویب سائٹ

اس ویب سائٹ پر انڈیا کوڈ یعنی ہمارے ملک کے تمام مرکزی قوانین کا متن موجود ہے۔

اس کے علاوہ یہ سائٹ دیگر اہم قانونی ویب سائٹس کے لیے بھی لنک فراہم کرتی ہے۔

لاء کمیشن کی ویب سائٹ

اس ویب سائٹ پر لاء کمیشن کی تمام رپورٹوں کی فہرست اور ان کا مکمل متن موجود ہے۔ اس کے علاوہ قانون سے جڑے مختلف موضوعات پر لاء کمیشن کے مشاورتی کاغذات بھی موجود ہیں۔

اس وزارت کے قانون ساز محکمے نے بھی India Code Information System
(incodis) کے نام سے ایک ویب سائٹ تیار کی ہے۔ اس ویب سائٹ پر تمام مرکزی قوانین
کے الی الآن ترمیم شدہ متن موجود ہیں۔ جب بھی قانون میں کوئی ترمیم ہوتی ہے یا کوئی قانون
منسوخ ہوتا ہے یا کوئی نیا قانون وضع کیا جاتا ہے تو اس کی تفصیل اس سائٹ پر درج کر دی جاتی
ہے۔ اس کام میں کبھی کبھی معمولی تاخیر ہو سکتی ہے اس لیے کسی بھی ایکٹ کے متن کو قانونی یا دیگر
اغراض کے لیے استعمال کرنے سے قبل یہ ضروری ہے کہ اس بات کو یقینی بنایا جائے کہ متعلقہ
ایکٹ الی الآن ترمیم شدہ ہے یا نہیں۔ اس سائٹ پر بھارت کے آئین کا مکمل متن بھی موجود
ہے۔ علاوہ ازیں پارلیمنٹ کے موجودہ سیشن میں جتنے بھی بل لائے جاتے ہیں یا جو بھی لیجسلیٹو بل
ہوتے ہیں اور جو منظور کیے جاتے ہیں یا نہیں کیے جاتے ہیں ان سب کی تفصیل اس ویب سائٹ
پر موجود رہتی ہے۔ اس کے علاوہ اس سائٹ پر ایک ایسا فارم موجود ہے جسے اگر آپ بھر کر بھیجیں تو
آپ کو بھارت کے آئین اور ایکشن قوانین کا CD-Rom version حاصل ہو سکتا ہے۔

ملک کی عدلیہ کی ویب سائٹ

عدلیہ سے متعلق یہ حکومت ہند کی سب سے اہم ویب سائٹ ہے۔ اس میں سپریم کورٹ اور
ہائی کورٹوں کے تمام رپورٹ کیے گئے نہیں کیے گئے تمام معاملات اور تصفیہ طلب معاملات کی تفصیل
موجود ہے۔ اس کے علاوہ مندرجہ ذیل کی بابت متعلقہ مد کے تحت متعلقہ تفاصیل موجود ہیں۔

Judis: اس میں سپریم کورٹ میں جتنے بھی معاملات کا 1950 سے لے کر آج تک فیصلہ
کیا ہے ان تمام فیصلوں کی بابت معلومات درج ہیں۔ اس میں ہائی کورٹوں کے فیصلوں کا بھی احاطہ
کیا گیا ہے۔

Daily Orders: اس میں روزانہ سپریم کورٹ و ہائی کورٹوں کے ذریعے صادر کیے گئے
احکامات کی تفصیل درج کی جاتی ہے۔

Courtnic: اس میں جو بھی معاملے تصفیہ طلب ہیں یا جن کا نمٹارہ ہو چکا ہے مع آئندہ
سماعت کی تاریخ، نمٹارے کی تاریخ وغیرہ کے درج کیے جاتے ہیں اس میں تمام حالیہ احکامات کا

متن بھی درج کیا جاتا ہے۔

Causelists: ان فہرستوں میں جو معاملے سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ کے روبرو بغرض سماعت پیش ہونے والے ہیں مع اس تاریخ کے جس دن ان کی سنوائی ہونی ہے درج ہوتے ہیں۔ یہ فہرست تین حصوں میں بٹی ہوتی ہے یعنی ہفتے واری فہرست، پیشگی فہرست، روزانہ کی فہرست اور سپلیمنٹری لسٹ۔

Court Web Sites: عدالتوں سے متعلق اس ویب سائٹ پر ہائی کورٹ اور کچھ ضلع عدالتوں کی بابت Links فراہم کیے گئے ہیں۔

India Code: انڈیا کورٹ تک رسائی فراہم کردہ Link یا متذکرہ بالا دیگر سائٹوں کے توسط سے بآسانی ہوسکتی ہے۔

اس طرح ایک چھوٹے سے چھوٹے شہر میں بھی ایک عام آدمی کی رسائی قانون کی بڑی سے بڑی بات تک ممکن ہوگئی ہے۔ یقینی طور پر یہ انفارمیشن ٹیکنالوجی کی ہی دین ہے۔ اس سلسلے میں بہت کچھ ہو چکا ہے، بہت کچھ ہورہا ہے، بہت کچھ ہونا باقی ہے اور تکنیکی تبدیلیوں کے ساتھ ساتھ بہت کچھ ہوتا رہے گا۔ انفارمیشن ٹیکنالوجی کی وزارت میں خود اپنی سائٹ پر اس ضمن میں جو کام ہوا ہے اس کی اس طرح تفصیل دی ہے۔

ملک کی عدالتوں میں انفارمیشن ٹیکنالوجی کا استعمال

جب سے این آئی سی یعنی National Informatics Centre نے سپریم کورٹ کے computerization کے کام کا 1990 سے آغاز کیا ہے تب سے ہمارے عدلیاتی نظام میں بہت تیزی سے تبدیلی آئی ہے اور اس سے نہ صرف مقدمے بازوں، ججوں، وکلا و مؤکلوں کو ہی فائدہ ہوا ہے بلکہ اس کا ایک عام آدمی پر مثبت اثر ہوا ہے اور آج ہر قانون اور قانونی مدعے سے متعلق تفاصیل تک ہر آدمی کی رسائی ممکن ہے۔ آیئے اب ان اقدامات پر غور کریں جن کو سپریم کورٹ اور 18 ہائی کورٹوں میں عملی جامہ پہنایا گیا ہے اور اس کا ہمارے عوام پر بالواسطہ یا بلاواسطہ یقینی طور پر اثر پڑا ہے۔

سپریم کورٹ

List of Business Information System(LOBIS): اس فہرست میں جو بھی معاملے سپریم کورٹ اور ہائی کورٹوں کے روبرو اگلے دن پیش ہونے ہیں۔ وہ تفصیل درج ہوتی ہے۔ یہ بالکل نئے معاملے، تصفیہ طلب معاملے، زیر التوا معاملے یا ایسے معاملے ہو سکتے ہیں جن کا نمشارہ ہو چکا ہے۔ مفاد پرست لوگ اب مؤکلوں کو بآسانی بے وقوف نہیں بنا سکتے چونکہ اب ہر تفصیل انٹرنیٹ پر موجود ہیں۔ فہرست میں معاملات ترتیب وار درج کیے جاتے ہیں تا کہ کسی قسم کی گڑبڑ کی گنجائش نہ رہے اور ایسے معاملات جن میں قانون کا ایک ہی مدعا زیر غور ہو انھیں بنچنگ کے ذریعے یکجا کر دیا جاتا ہے تا کہ عدالت کا وقت ان معاملات کو بار بار سننے میں ضائع نہ ہو۔

فائلنگ کاؤنٹر پر کمپیوٹر کا استعمال

Filing Counter Computerization

سپریم کورٹ اور ہائی کورٹوں میں اب فائلنگ کاؤنٹر کمپیوٹرائزڈ ہو چکے ہیں۔ کاغذات داخل کرتے وقت ان کی موقع پر جانچ پڑتال ہو جاتی ہے۔ کمپیوٹر آپریٹر ضروری معلومات کمپیوٹر میں درج کر دیتا ہے، جس میں فریقین کا نام، فیس وغیرہ کی تفصیل ہوتی ہے۔ انکوائری کاؤنٹر پر مقدمے بازوں کو برموقع معلومات فراہم کرنے کے لیے کمپیوٹر ٹرمنل کا استعمال کیا جاتا ہے۔ مقدمے کے کاغذات میں اگر کوئی کمی ہو تو وہ موقع پر ہی سامنے آ جاتی ہے اور اس طرح ان میں کسی بھی قسم کی خامی کو بآسانی دور کیا جا سکتا ہے۔ بہت سی خامیوں کی کمپیوٹر خود بخود نشاندہی کر دیتا ہے جیسے میعاد مقدمہ، فیس وغیرہ کی بابت۔ اس طرح ان خامیوں کو دور کرنے میں وقت نہیں لگتا اور کاغذات موقع پر ہی فریق متعلق یا اس کے وکیل کو خامیاں دور کرنے کے لیے دے دیے جاتے ہیں۔ اس پروسس کے ذریعے فائلنگ کاؤنٹر پر کتنی کورٹ فیس آئی ہے اس کا خود بخود حساب سامنے آتا رہتا ہے۔

کورٹنک (Courtnic)

جیسا کہ اوپر درج ہے اس کے ذریعے جو معاملات زیر التوا ہیں یا زیر سماعت ہیں ان کی بابت NICNET کے کسی بھی NODE کے ذریعے تفصیل حاصل کی جا سکتی ہے۔ اس پروسس

کے ذریعے کم سے کم دوسو سوالات کا جواب دیا جاسکتا ہے۔ یہ خدمت بہت ہی معمولی فیس کی ادائیگی پر حاصل کی جاسکتی ہے اور یہ سہولت تمام NIC-High Court Computer Cells اور کچھ ضلع عدالتوں میں موجود ہے۔

جوڈس (JUDIS)

Judgement Information System (JUDIS) کے تحت 1950 سے لے کر آج تک جو بھی فیصلے سپریم کورٹ نے دیے ہیں اور جو رپورٹڈ فیصلوں کے زمرے میں آتے ہیں ان کا مکمل متن اس سائٹ پر موجود ہیں http://judis.nic.in۔

سپریم کورٹ میں تصفیہ طلب معاملات کی بابت تفصیل IVR پر دستیاب

Supreme Court's pending Cases on IVR

متعلقہ فریقین اور ان کے وکلا سپریم کورٹ میں پینڈنگ کسی بھی معاملے کی بابت Interactive Voice. Response System (IVR) کے ذریعے بغیر کوئی پیسہ خرچ کیے معلومات حاصل کرسکتے ہیں۔ یہ معلومات درج ذیل ٹیلی فون نمبروں پر فون کرکے حاصل کی جاسکتی ہیں:۔ 011-4362062, 4360112

عدالت کے روبرو سماعت کے لیے پیش کیے جانے والے معاملات کی فہرست کی انٹرنیٹ پر دستیابی (http://causelists.nic.in/)

اس کی تفصیل اس باب کے آغاز میں سپریم کورٹ اور دیگر عدالتوں سے متعلق ویب سائٹوں کے حوالہ جات کے ذریعے فراہم کی جاچکی ہے۔ این آئی سی سپریم کورٹ کے علاوہ اپنے ویب سرور پر مندرجہ ذیل ہائی کورٹوں میں مقدمات کی فہرست بھی فراہم کرتی ہے۔

الہ آباد، آندھرا پردیش، ممبئی، کلکتہ، چھتیس گڑھ، چنئی، دہلی، گجرات، گوہاٹی، ہماچل پردیش، جبل پور، جموں وکشمیر، جھارکھنڈ، جودھپور، کرناٹک، کیرالہ، پٹنہ، پنجاب وہریانہ، اڑیسہ، اترانچل اور سکم۔

روزانہ کم از کم دس ہزار افراد اس کا فائدہ اٹھاتے ہیں۔ این آئی سی سپریم کورٹ / ہائی کورٹ

کی سطح پر افسران کی تربیت کا کام تقریباً مکمل کر چکی ہے حالانکہ وقتاً فوقتاً تکنیکی تبدیلیوں کے باعث یہ سلسلہ تقریباً ہمیشہ ہی جاری رہتا ہے۔ ضلع عدالتوں کے افسران اور ضلع مجسٹریٹوں کے عملے کو تربیت دینے کے لیے یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے اور اس میں کافی پیش رفت ہو چکی ہے مگر ابھی بہت کچھ ہونا باقی ہے۔ یہ تربیت DCIS Software کے ذریعے دی گئی ہے۔ اسی سسٹم کو ضلع عدالتوں کے کمپیوٹرائزیشن کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔

....

باب-7

نیم عدلیاتی ادارے

ٹریبیونلوں کا نظام

ہمارے ملک میں آئین کی دفعہ 323 الف کے تحت انتظامی ٹریبیونل (CAT) کے علاوہ آئین کی دفعہ 323 ب کے تحت مختلف امور سے متعلق تصفیہ طلب تنازعات کے نمٹانے کے لیے ملکی اور ریاستی سطح پر مختلف مرکزی قوانین وریاستی قوانین کے تحت مختلف ٹریبیونل بنانے کی بات کہی گئی ہے اور ان دفعات کو روبہ عمل لانے کے لیے اور دیگر قوانین میں کی گئی توضیعات کو عملی جامہ پہنانے کے لیے نہ صرف بہت سے ٹریبیونل بنائے گئے ہیں بلکہ بہت سے ایسے مختلف بورڈ اور کمیٹیاں بھی بنائی گئی ہیں جو مختلف تصفیہ طلب امور کا نمٹارہ کرتی ہیں۔ مرکزی وریاستی حکومتوں کے ذریعے قائم کیے گئے ٹریبیونلوں، بورڈوں اور کمیٹیوں وغیرہ کی اتنی طویل فہرست ہے کہ ان سب کی تفصیل دینا یہاں ممکن نہیں ہے۔ البتہ اگر کوئی بھی قاری یا کوئی بھی شخص کسی بھی ٹریبیونل یا بورڈ کی تفصیل جاننے کا خواہش مند ہے تو وہ اس کتاب کے آخر میں دی گئی قوانین کی فہرست میں ان ٹریبیونلوں وغیرہ سے متعلق قوانین کا مطالعہ کرسکتا ہے چونکہ بیشتر ٹریبیونل و بورڈ انھیں قوانین کے

تحت بنائے گئے ہیں۔البتہ ریاستی حکومتوں کے ذریعے بنائے گئے اس قسم کے اداروں کی بابت ریاستی قوانین کا مطالعہ کرنا ہوگا۔علاوہ ازیں ان اداروں کی تفاصیل انٹرنیٹ کے ذریعے بھی حاصل کی جاسکتی ہیں۔آیئے اب بہ تفصیل دفعات 323الف و ب، دیگر قوانین واحکامات کے تحت بنائے گئے مختلف ٹریبونلوں کا مختصراً جائزہ لیں۔اس ضمن میں سب سے پہلے انتظامی ٹریبونلوں کا جائزہ لیں:

■ انتظامی ٹریبونل

پارلیمنٹ قانون کے ذریعے ایسے اشخاص کی جو یونین یا کسی ریاست یا بھارت کے علاقے کے اندر یا بھارت کی حکومت کے زیر اختیار یا حکومت کی ملکیتی یا زیر اختیار کسی کارپوریشن کے امور سے متعلق سرکاری ملازمتوں اور عہدوں پر مقرر کیے گئے ہوں ملازمت میں بھرتی اور شرائط ملازمت کے بارے میں انتظامی ٹریبونل کے ذریعہ تنازعات وشکایات کے تصفیہ یا سماعت کے لیے توضیع کر سکے گی۔

فقرہ (1) کے تحت بنائے ہوئے قانون میں حسب ذیل امور کے لیے توضیع کی جاسکے گی۔۔۔

(الف) یونین کے لیے انتظامی ٹریبونل کا ہر ریاست کے لیے یا دو یا زیادہ ریاستوں کے لیے علاحدہ انتظامی ٹریبونل کا قیام عمل میں لانا،

(ب) اس اختیار سماعت، ان اختیارات کی (جن میں توہین عدالت کے لیے سزا تجویز کرنے کا اختیار شامل ہے) نیز ایسے قانونی اختیار کی نسبت صراحت جس کا استعمال ہر متذکرہ ٹریبونل کر سکے گا،

(ج) ایسے طریق کار کی (جس میں قانون میعاد سماعت کی توضیعات اور قانون اور شہادت کے قواعد شامل ہیں) توضیع کرنا جن پر متذکرہ ٹریبونل عمل پیرا ہوں گے،

(د) دفعہ 136 کے تحت سپریم کورٹ کے اختیار سماعت کے سوا تمام عدالتوں کے اختیار سماعت کو فقرہ (1) میں متذکرہ تنازعات وشکایات کی نسبت خارج کرنا،

(ہ) مذکورہ ٹریبونل کے قیام کے فوراً قبل کسی عدالت یا حاکم کے زیر غور مقدمات کو جو ایسے

ٹریبونل کے اختیارِ سماعت کے اندر ہوتے اگر ایسے بنائے دعویٰ جن پر ایسے مقدمات یا کارروائیاں مبنی ہوں، ایسے قیام کے بعد وجود میں آنے، مذکورہ ہر انتظامی ٹریبونل کو منتقل کرنے کی توضیح کرنا،

(د) دفعہ 371 د کے فقرہ (3) کے تحت صدر کے صادر کیے ہوئے کسی حکم کو منسوخ کرنا یا اس میں ترمیم کرنا،

(ز) ایسی ضمنی، اتفاقی اور نتیجی توضیعات (جن میں فیس کی توضیعات شامل ہیں) شامل کرنا جن کو پارلیمنٹ مذکورہ ٹریبونل کی موثر کارکردگی اور مقدمات کے فوری فیصلوں اور احکام کی عمل آوری کے لیے ضروری تصور کرے۔

اس آئین کی کسی دیگر توضیح میں یا فی الوقت کسی قانون میں اس بارے میں کسی امر کے ہوتے ہوئے بھی اس دفعہ کی توضیعات موثر ہوں گی۔

آئین کی دفعہ 323الف کے مطابق مرکزی انتظامی ٹریبونل ایکٹ، 1986 کے تحت دہلی میں انتظامی ٹریبونل کی پرنسپل بینچ قائم کی گئی اور ہندوستان کے مختلف شہروں میں انتظامی ٹریبونل کی بینچیں قائم کی گئیں۔ یہ شہر ہیں الٰہ آباد، جبل پور، جودھ پور، چنڈی گڑھ، ارناکلم، چنئی، ممبئی، پٹنہ، احمد آباد، گوہاٹی، کلکتہ، بنگلور، کٹک اور حیدر آباد۔ اس کے علاوہ مختلف مقامات پر ان بینچوں کی سرکٹ بینچ بھی ہیں جیسے لکھنؤ، جے پور، گوالیار، رانچی اور ناگپور۔

یہ ٹریبونل ایسے اشخاص کی جو پارلیمنٹ کے ذریعہ بنائے گئے کسی قانون کی رو سے یونین یا کسی ریاست یا بھارت کے علاقے میں یا بھارت کی حکومت کے زیرِ اختیار یا حکومت کی ملکیتی یا زیرِ اختیار کسی کارپوریشن کے امور سے متعلق سرکاری ملازمتوں اور عہدوں پر مقرر کیے گئے ہوں ملازمت میں بھرتی اور شرائط ملازمت کے بارے میں انتظامی ٹریبونل کے ذریعہ تنازعات وشکایات کی سماعت وتصفیہ کرتا ہے۔ اگرچہ یہ ادارہ کافی اہم خدمات انجام دے رہا ہے مگر اس سے انصاف رسانی کے کام میں اتنی تیزی نہیں آپائی جتنی کہ اس سے توقع کی گئی تھی۔ اس کی وجہ ان ٹریبونلوں کی کارکردگی سے زیادہ قانون کی اپنی کمی ہے۔ چونکہ اس ٹریبونل کے فیصلے کی اپیل

متعلقہ ہائی کورٹ کے روبرو کی جاسکتی ہے اس لیے اس ٹریبیونل کی حیثیت ایک ذیلی عدالت کی سی ہوگئی ہے۔ چونکہ ہائی کورٹ میں تصفیہ طلب معاملات کی ایک لمبی فہرست ہوتی ہے اس لیے اس قسم کے معاملات کے نمٹارے میں بھی تقریباً اتنا ہی وقت لگتا ہے جتنا کہ دیگر معاملوں میں۔ یہی وجہ ہے کہ یہ بات بار بار پارلیمنٹ کے سامنے آئی ہے کہ ان ٹریبیونلوں کو ختم کر دیا جائے لیکن ہمیشہ یہی بہتر ہوتا ہے کہ کسی بھی ادارے کو ختم کرنے کے بجائے اسے مزید فعال بنایا جائے۔

دیگر امور کے لیے بنائے گئے ٹریبیونل، بورڈ وغیرہ

آئین کی دفعہ 323ب کے مطابق کسی بھی مجلس قانون ساز کو اسی دفعہ کے فقرہ (2) میں مصرحہ تمام امور یا ان میں سے کسی ایسے امر کی نسبت، جن کے بارے میں مذکورہ مجلس قانون ساز کو قوانین بنانے کے اختیار حاصل ہیں، ٹریبیونل قائم کرسکتی ہے۔ ان امور میں دیگر امور کے ساتھ ساتھ کوئی ٹیکس عائد کرنا، اس کی تشخیص، وصولی اور اس کا نفاذ، زرمبادلہ، کسٹم درآمد اور آمد، صنعتی اور مزدوروں کی نسبت تنازعات، زرعی اصلاحات وغیرہ شامل ہیں۔

جیسا کہ اوپر کہا گیا ہے مرکزی وریاستی حکومتوں کے ذریعے قائم کیے گئے ٹریبیونلوں، بورڈوں اور کمیٹیوں وغیرہ کی اتنی طویل فہرست ہے کہ ان سب کی تفصیل دینا یہاں ممکن نہیں ہے۔ ان میں سے کچھ کے بارے میں یہاں ضروری تفاصیل درج کی جارہی ہیں۔ مکمل تفصیل کے لیے قارئین کو ان قوانین کا مطالعہ کرنا ضروری ہے جن کے تحت ان ٹریبیونلوں وغیرہ کو قائم کیا گیا ہے۔ یہ ٹریبیونل اپنے اپنے میدان میں نہایت اہم خدمات انجام دے رہے ہیں اور ان کی فعالیت سے انصاف رسانی کے عمل میں کافی تیزی آئی ہے۔ خواہ یہ معاملات انکم ٹیکس سے جڑے ہوئے ہوں، کسٹم سے متعلق ہوں، بینک کے قرضہ جات کی وصولی کے بارے میں ہوں یا دیگر ان امور کے بارے میں جن کے تصفیے کے لیے انھیں قائم کیا گیا ہے۔ ان ٹریبیونلوں میں سب سے زیادہ اہمیت کے حامل ٹریبیونل مندرجہ ذیل ہیں:

■ آئی ٹی اے ٹی یعنی انکم ٹیکس اپیلی ٹریبیونل

تاحال ترمیم شدہ انکم ٹیکس ایکٹ کے تحت آئی ٹی اے ٹی سب سے بڑی اپیلی اتھارٹی ہے۔

اس ایکٹ کے ممبران ودیگر عہدیداران کا انتخاب مرکزی سرکار کرتی ہے۔اس اتھارٹی کے روبرو کوئی بھی شخص یا انکم ٹیکس کمشنر جو کمشنر (اپیل) کے فیصلے سے مطمئن نہ ہوتو وہ اس ٹریبیونل میں اپیل کرسکتا ہے۔ باالفاظ دیگر سادہ الفاظ میں یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ اس ٹریبیونل کا بنیادی کام کمشنر (اپیل) کے فیصلوں کے خلاف کی جانے والی اپیلوں کی سماعت ہے۔اس ٹریبیونل کے سربراہ کو چیئرمین کہاجاتا ہے۔ چیئرمین کا انتخاب عام طور پر جوڈیشنل ممبروں میں سے ہی کیا جاتا ہے حالانکہ اس ٹریبیونل میں جوڈیشنل ممبروں کے علاوہ اکاؤنٹینٹ ممبر بھی ہوتے ہیں۔

اس اپیلی ٹریبیونل کا حقائق سے جڑے مدعوں کی بابت فیصلہ حتمی ہوتا ہے لیکن اگر معاملے میں کوئی قانونی مدعا تصفیہ طلب ہوتو اس ٹریبیونل کے فیصلے کے خلاف ہائی کورٹ میں اپیل کی جاسکتی ہے۔اس ٹریبیونل کے بینچز کہاں کہاں پر ہوں گے اس کا فیصلہ چیئرمین اور ارکان مل کر کرتے ہیں۔ جیسے جیسے ضرورت پڑتی ہے ویسے ویسے خصوصی بینچز بنائی جاتی ہیں اورانھیں نوٹیفائی کیاجاتا ہے۔

■ قرضہ جات کی وصولی سے متعلق ٹریبیونل اوراپیلی ٹریبیونل

ہمارے ملک کے بینکوں کے لیے ان لوگوں سے قرضہ وصول کرنا انتہائی مشکل کام ہوگیا تھا جنھیں مختلف اغراض کے لیے قرضہ دیا گیا ہواور جب معاملہ عدالت کے روبرو جاتا تھاتو اس میں بھی اپیل دراپیل ہونے کی وجہ سے کافی وقت ضائع ہوتا تھا۔ ایک وقت وہ آیا جب ناقابل وصول قرضہ جات کی تعداد سیکڑوں بلین سے تجاوز کرگئی۔ اس صورت حال سے نمٹنے کے لیے ہمارے ملک کی پارلیمنٹ نے ایک قانون بنایا جس کا نام تھا بینکوں اور مالی اداروں کے قرضہ جات کی وصولیابی کے لیے ایکٹ، 1993۔

اس ٹریبیونل کو بینک اور مالی اداروں کے قرضہ جات کی وصولی سے متعلق ابتدائی اختیار سماعت حاصل ہے۔1993 کے ایکٹ کے نفاذ کے بعد قرضہ جات کی وصولیابی سے متعلق مقدمات ان ٹریبیونلوں کے علاوہ کسی دیگر عدالت میں داخل نہیں کیے جاسکتے۔ یہ ٹریبیونل کسی بھی زیرسماعت معاملے میں اگر مناسب سمجھیں تو وہ کسی بھی سیکورٹی، جایداد منقولہ وغیر منقولہ جو کسی ایسے

شخص کے قبضہ میں ہو جس سے قرض کی وصولیابی میں دقت پیدا ہو بشمول کسی ضمانت دار کو روکے رکھنے اور اس پر پابندی لگانے کے لیے عبوری حکم جاری کر سکتے ہیں تاکہ فریق متعلق اس جایداد کو کسی دوسرے کو کسی بھی طرح سے منتقل نہ کر سکے۔ یہ بینک و دیگر مالیاتی ادارے جن کی تفصیل متذکرہ ایکٹ میں درج ہے قرضہ جات کی وصولی کے لیے اس ٹریبیونل سے رجوع کر سکتے ہیں۔

ٹریبیونل کے فیصلے کے خلاف اپیل قرضہ جات کی وصولی سے متعلق اپیلی ٹریبیونل میں کی جاسکتی ہے لیکن اگر فیصلہ دونوں فریقین کی رضامندی سے دیا گیا ہے تو اس کے خلاف کوئی اپیل نہیں کی جاسکتی۔ وصولیابی سے متعلق ٹریبیونلوں اور اپیلی ٹریبیونلوں کا پورے ملک میں جال بچھا دیا گیا ہے۔ اس سے حکومت کا سیکڑوں بلین قرضہ وصول ہو چکا ہے اور یہ ایک بہت کامیاب تجربہ رہا ہے۔ یہ بات دوسری ہے کہ اس ایکٹ کی کئی بنیادوں پر تنقید کی گئی ہے مثلاً یہ کہ سرسری کارروائی کا حق حاصل ہے، اور یہ کہ دیگر عدالتوں کو اس قسم کے معاملات سننے کے اختیار سے محروم کر دیا گیا ہے۔ مزید یہ کہ قرضہ لینے والا بھی ان ٹریبیونلوں سے رجوع کر سکتا ہے۔ دراصل The Securitisation and Reconstruction of Financial Assets and Enforcement of Security Interests Act (SRFAESI Act) وضع کیے جانے کے بعد قرضہ لینے والا قرضہ وصولی ٹریبیونل کے روبرو پہلے درخواست گزار کی حیثیت سے رجوع کر سکتا ہے۔ پہلے صرف قرضہ دینے والے ادارے ہی رجوع کر سکتے تھے۔ یہ تینوں اعتراضات ناقابل قبول ہیں چونکہ اس قانون سے انصاف رسانی کے کام اور بقایا جات کی وصولی میں کافی کامیابی حاصل ہوئی ہے۔

ان ٹریبیونلوں کو سول عدالت کی طرح تفصیلی احکامات جاری کرنے، متخالف دعوؤں کی سماعت کرنے اور مجرائی کی منظوری دینے کا اختیار حاصل ہے۔ البتہ انھیں نقصان، خدمات میں کسی کمی یا کسی معاہدے کے خلاف ورزی یا تعزیری کوتاہی کی بابت کسی معاملے کی سماعت کا اختیار نہیں ہے۔ یہ ٹریبیونل ریسوروں اور کمشنروں کا تقرر کر سکتا ہے۔ اسے یکطرفہ احکامات صادر کرنے اور جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے عبوری احکامات صادر کرنے کا اختیار حاصل ہے۔ اس کے

علاوہ وہ اپنے دیے گئے فیصلوں پر بھی نظر ثانی کر سکتا ہے۔

اس ٹریبونل کے روبرو گواہی کا بھی ایک مخصوص طریقہ ہے۔ گواہ اپنا بیان حلف نامے کی شکل میں دے سکتا ہے۔ فریق ثانی کو جرح کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ البتہ اگر مفاد عامہ میں ایسا کرنا اشد ضروری ہو تو جرح کی بھی اجازت دی جا سکتی ہے۔ ٹریبونل اپنے احکامات پر عمل درآمد کرنے کے لیے قرضہ وصولی افسر، دیگر ایجنسیوں وافراد کی، جن کی اس ایکٹ کے تحت وضع کیے گئے قواعد وضوابط میں صراحت کی گئی ہے، مدد حاصل کر سکتا ہے۔ یہاں تک کہ پولس سے بھی مدد لے سکتا ہے۔

■ CEGAT (کسٹم، ایکسائز اور گولڈ (کنٹرول) اپیلی ٹریبونل یعنی CEGAT (جس کا اب نیا نام CESTAT ہے) یعنی کسٹم، ایکسائز اور سروس ٹیکس اپیلی ٹریبونل

مالیات (تعدادی 2) ایکٹ، 1980 میں کسٹم، ایکسائز اور گولڈ (کنٹرول) اپیلی ٹریبونل یعنی CEGAT (جس کا اب نیا نام CESTAT ہے) یعنی کسٹم، ایکسائز اور سروس ٹیکس اپیلی ٹریبونل، 11 اکتوبر 1982 کو قائم کیا گیا تھا۔ یہ کمیشن عدالتی وتکنیکی ممبران پر مشتمل ہوتا ہے اس کے سربراہ کو پریزیڈنٹ کہا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ ٹریبونل کا ایک وائس پریزیڈنٹ بھی ہوتا ہے۔ اس ٹریبونل کی مختلف اسپیشل بینچز ہیں جو بڑے شہروں جیسے دہلی، ممبئی، کلکتہ، بنگلور اور چنئی میں قائم کی گئی ہیں۔ یہ بینچیں کسٹم وایکسائز ڈیوٹی سے متعلق تنازعات کا فیصلہ کرتی ہیں۔ اس کے علاوہ ٹریبونل کی علاقائی بینچیں ان معاملات کی سماعت کرتی ہیں جو اسپیشل بینچوں کے دائرۂ اختیار میں نہیں آتے۔ یہ ٹریبونل ان اپیلوں اور نگرانی کی درخواستوں کی سماعت کرتا ہے جن میں مرکزی ایکسائز وکسٹم بورڈ، وزرات خزانہ (محکمۂ مالگزاری) نے کسٹم ایکٹ، 1962، مرکزی آبکاری ونمک ایکٹ، 1944، وسونا (کنٹرول) ایکٹ، 1968، کے تحت 11/10/1982 سے قبل کارروائی کی ہو اور جو 10 اکتوبر 1982 کو تصفیہ طلب ہوں۔

اس کے علاوہ یہ 11 اکتوبر 1982 کے بعد فائل کی گئی دیگر اپیلوں کا، جو کلکٹر کسٹم (اپیل)

اور کلکٹر سینٹرل ایکسائز (اپیل) کے احکام کے خلاف درج ذیل امور میں سے کسی کی بابت فائل کی گئی ہوں، بھی نمٹارہ کرتا ہے۔ ان میں بیگیج، ڈرابیک ڈیوٹی، اسٹور دآمد و رفت کے دوران ہونے والے نقصانات وغیرہ شامل ہیں۔

یہاں اس کا ذکر بے محل نہ ہوگا کہ یہ ٹریبونل انتہائی بااختیار ٹریبونل ہے اور اس کا دیا ہوا فیصلہ، جو ڈیوٹی لگانے سے متعلق ہو، حتمی ہوتا ہے اور اس کے خلاف اپیل صرف سپریم کورٹ میں ہی کی جاسکتی ہے البتہ دیگر کسی معاملے میں، ٹریبونل کا حکم صرف حقائق سے جڑے مدعوں کی بابت حتمی ہوتا ہے البتہ اگر کسی معاملے میں قانون کا کوئی مدعا تصفیہ طلب ہو تو ٹریبونل کے حکم کے خلاف ہائی کورٹ یا سپریم کورٹ میں اپیل کی جاسکتی ہے۔

■ بجلی کے لیے اپیلی ٹریبونل

اس ٹریبونل کا نام خود وضاحتی ہے اور ایک عام آدمی بھی یہ نام سنتے ہی یہ قیاس کر لے گا کہ اس کا تعلق بجلی سے متعلق امور سے ہے۔ 10 جون 2003 میں بجلی ایکٹ نافذ العمل ہوا تھا۔ اس کا مقصد بجلی کی پیداوار، فراہمی، تقسیم، تجارت، ٹرانسمشن واس کے استعمال سے متعلق قوانین کو یکجا کرنا تھا اور اس کے ساتھ ساتھ اس کی غرض یہ بھی تھی کہ بجلی کی صنعت کی ترقی کے لیے مناسب اقدامات کیے جائیں، اس شعبے میں مقابلہ جاتی سرگرمیوں کو فروغ دیا جائے، بجلی صارفین کے مفادات کا تحفظ کیا جائے، سبھی علاقوں کو بجلی دی جائے، بجلی ٹیرف کو موضوع حد تک لایا جائے تا کہ عوام کے فائدے کے لیے پالیسیاں بنائی جاسکیں اور مرکزی بجلی اتھارٹی، ریگولیٹری کمیشنوں، اپیلی ٹریبونلوں کو قائم کیا جاسکے۔ عنوان بالا کے تحت بجلی اپیلی ٹریبونل اسی ایکٹ کے تحت قائم کیا گیا ہے اور اس ایکٹ کے تحت قائم کیے گئے کسی بھی کمیشن وغیرہ کے فیصلے کی اپیلی کمیشن کے روبرو کی جاسکتی ہے۔ البتہ اس اپیلی کمیشن کے خلاف اپیل صرف سپریم کورٹ میں ہی کی جاسکتی ہے۔

■ انٹی لیکچول پروپرٹی (یعنی ہر ایسی چیز جسے کوئی ایجاد کرتا ہے یا اسے بنانے کا حق رکھتا ہے) اپیلی بورڈ

2003 میں قائم کیا جانے والا یہ بورڈ نشانات تجارت ایکٹ، 1999 اور مال کی جغرافیائی
علامات (رجسٹری وتحفظ) ایکٹ، 1999 کے تحت رجسٹرار کے ذریعے دیے گئے فیصلوں کے
خلاف اپیلوں کی سماعت کرتا ہے۔ اس کا صدر مقام چینئی ہے مگر اس کے اجلاس کا انعقاد ممبئی، دہلی،
کلکتہ اور احمد آباد میں بھی ہوتا ہے۔ چونکہ حکومت ہند کی کامرس منسٹری کے ذریعے جاری کیے گئے
نوٹیفکیشن مؤرخہ 2/4/2007 کی رو سے پیٹنٹ ترمیم ایکٹ، 2002 اور پیٹنٹ ترمیم
ایکٹ، 2005 کی متذکرہ بالا بورڈ سے متعلق توضیحات نافذ ہو چکی ہیں لہٰذا مختلف ہائی کورٹوں
کے روبرو زیر سماعت تمام اپیلیں اس بورڈ کو منتقل ہو جائیں گی۔ اس بورڈ کے روبرو ٹریڈ مارکس
قواعد 2002 کے قاعدہ تعدادی 162 کے تحت رجسٹرار آف ٹریڈ مارکس کے تحت دیے گئے حکم یا
فیصلے کے خلاف اس بورڈ کے روبرو اپیل کی جاسکتی ہے۔ ٹریڈ مارکس ایکٹ، 1999 کی دفعہ 47 یا
دفعہ 57 کے تحت ٹریڈ مارکس کے رجسٹر میں تصحیح کے لیے ابتدائی درخواست بھی اس بورڈ کے روبرو
داخل کی جاسکتی ہے۔ اس کے علاوہ ٹریڈ مارکس ایکٹ کی دفعہ 125 کے تحت رجسٹر میں تصحیح کے
لیے ابتدائی درخواست بھی دی جاسکتی ہے۔ یہ اپیل اس تاریخ سے جس تاریخ کو فریق متعلق کو اس
حکم یا فیصلے کی اطلاع دی گئی ہو تین ماہ کے اندر اندر کی جاسکتی ہے۔ اگر اپیل فائل نہ کرنے کی کوئی
معقول وجہ ہو اور بورڈ اس بات سے مطمئن ہو جائے کہ ایسا کرنے کی حقیقتاً معقول وجہ ہے تو تین
ماہ کی مدت کے بعد بھی اپیل فائل کرنے کی بورڈ اجازت دے سکتا ہے۔

■ ریلوے کلیم ٹریبیونل

ریل ایکٹ، 1989 کے تحت ریل افسران کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اس مال کی جو لوگوں
نے ایک جگہ سے دوسری جگہ بھیجنے کے لیے اس کے حوالے یا سپرد کیا گیا ہو وہ اس کی حفاظت
کرے اور مال صحیح شخص کو صحیح مقام پر صحیح حالت میں صحیح وقت پر پہنچائے۔ اگر اس ضمن میں
ریلوے کی جانب سے کوئی لغزش ہوتی ہے تو متضرر شخص یا فریق کو اس بات کا حق حاصل ہے کہ وہ

اس ٹریبیونل کے روبرو اپنا دعویٰ پیش کرے۔ اس کے علاوہ مسافروں اور ان کے سامان کی حفاظت بھی ریلوے کی ذمہ داری ہے۔ اگر مسافروں کے سامان کو کسی حادثے کے دوران کوئی نقصان پہنچتا ہے یا مسافر کی جان چلی جاتی ہے تو ریلوے کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اس نقصان کو پورا کرے۔ چونکہ ریل کے حکام کو اس قسم کے دعوؤں کے نمٹارے میں بہت زیادہ وقت لگتا تھا اس لیے اس ٹریبونل کا قیام وجود میں آیا۔ اب کوئی بھی ایسا شخص جو متذکرہ بالا صورت حال کا شکار ہوا ہو وہ اپنی شکایت اور دعویٰ اس ٹریبیونل کے روبرو پیش کر سکتا ہے۔

■ سیکورٹیز اینڈ ایکسچینج بورڈ آف انڈیا (SEBI)

شیئر مارکیٹ کے بڑھتے ہوئے کاروبار، سرمایہ لگانے والوں کی اس کاروبار میں دلچسپی اور اس کاروبار سے مختلف منازل پر جڑے ہوئے لوگوں کی رہنمائی، کارکردگی اور نگرانی کے نقطۂ نظر سے سیکورٹیز اینڈ ایکسچینج بورڈ آف انڈیا ایکٹ، 1992 کے تحت یہ بورڈ بنایا گیا تھا۔ یہ بورڈ تین میدانوں میں اہم کردار ادا کر رہا ہے۔ پہلا سیکورٹیز جاری کرنے والوں کے لیے، دوسرا سرمایہ کاروں کے لیے اور تیسرا شیئر مارکیٹ سے وابستہ بچولیوں اور دیگر لوگوں کے لیے۔ اگر یہ کہا جائے کہ اس بورڈ کو بیک وقت تین کام دیے گئے ہیں جنھیں نوعیت کے اعتبار سے تحتی قانون سازی، نیم عدالتی و نیم عاملانہ درجات میں رکھا جا سکتا ہے۔ جہاں تک قانونی سازی کے عمل کا سوال ہے بورڈ متذکرہ امور سے متعلق قواعد وضوابط وضع کرتا ہے۔ جہاں تک اس کی نیم عاملانہ نوعیت کا سوال ہے جس جس شعبے میں بے قاعدگی کے جو معاملات اس کے روبرو آتے ہیں وہ ان کی تفتیش کرتا ہے اور جہاں جہاں احکامات کی پابندی کی تعمیل نہیں کی جاتی اس صورت حال سے نمٹنے کے لیے ضروری کارروائی کرتا ہے۔ جہاں تک اس کے نیم عدالتی ادارے کی حیثیت کا سوال ہے یہ بورڈ اپنے روبرو آنے والے معاملوں میں ہر معاملے کی نوعیت کے اعتبار سے اس کے ہر پہلو پر غور کرنے کے بعد اپنا فیصلہ سناتا ہے۔ اس بورڈ کے فیصلوں کے خلاف پہلی اپیل سیکورٹیز اپیلی بورڈ کے روبرو کی جا سکتی ہے اور اپیلی بورڈ کے فیصلے کے خلاف اپیل یعنی دوسری اپیل سپریم کورٹ کے روبرو کی جا سکتی ہے۔

باب-8

ثالثی اور مصالحت

قانونی اعتبار سے ترقی یافتہ دیگر ممالک کی طرح ہمارے ملک میں بھی تنازعات کے نمٹارے کے لیے ہمیشہ سے متبادل نظام رہا ہے البتہ وقت اور حالات کے ساتھ ساتھ اس کی نوعیت بدلتی رہی ہے۔ ہمارے ثالثی اور مصالحت کے نظام میں معززین شہر و پنچایتوں نے ہمیشہ سے ایک اہم کردار ادا کیا ہے۔ قدیم زمانے سے متعلق قانونی تاریخ بھی اس بات کی گواہ ہے کہ یہ نظام ہمارے ملک میں عرصہ دراز سے چلا آ رہا ہے۔

1- ثالثی

جہاں تک ثالثی کی بات ہے اسے 1940 میں ثالثی ایکٹ پاس کر کے قانونی شکل دی گئی تھی۔ اس ایکٹ کے تحت جب فریقین یہ اقرار کرلیں کہ ان کے مابین کسی معاہدے سے متعلق جو تنازعہ پیدا ہوگا وہ عدالت کے بجائے ثالثی کے ذریعے طے کیا جائے گا تو ایسی صورت میں کوئی بھی فریق عدالت سے رجوع کرنے کا مجاز نہیں ہوگا اور اگر کوئی فریق تنازع کے تصفیہ کے لیے عدالت سے رجوع کرے تو دوسرا فریق عدالتی کارروائی کو رکوا سکتا تھا اور فریق ثانی کو بذریعہ ثالثی فیصلہ کرانے پر مجبور کرسکتا تھا۔ اقرارنامہ ثالثی کی تکمیل کے بعد کوئی بھی فریق اس سے منحرف نہیں ہوسکتا تھا بجز اس کے کہ ایسی صورت حال پیدا ہوجائے کہ اقرارنامے کا مقصد قابل تعمیل نہ رہے یا

یہ کہ اگر اقرار نامہ باقی رہے تو شدید ناانصافی کا امکان ہے۔

ثالثی اور مصالحت سے متعلق بین الاقوامی تجاویز کے مدنظر UNCITRAL ماڈل کو دھیان میں رکھتے ہوئے ہمارے ملک میں بھی ایک نیا قانون بنایا گیا ہے جو ثالثی ومصالحت ایکٹ، 1996 کے نام سے جانا جاتا ہے۔اس کے لیے مجموعہ ضابطہ دیوانی میں بھی ترمیم کی گئی ہے اور اس میں ایک نئی دفعہ 89 شامل کی گئی ہے۔اس دفعہ کے تحت فریقین کو اس بات کا اختیار دیا گیا ہے کہ وہ اپنے تنازع کا فیصلہ عدالت کے باہر بھی کر سکتے ہیں۔اس دفعہ میں یہ بات واضح کر دی گئی ہے کہ عدالت اگر یہ سمجھتی ہے کہ کچھ بنیادوں پر فریقین اپنے معاملے کو سلجھانے کے لیے تیار ہیں تو وہ ایسے ممکنہ سمجھوتے کی شرائط طے کرتی ہے اور وہ معاملہ ثالثی، مصالحت، صلح یا عدلیاتی سمجھوتے کے لیے ریفر کر سکتی ہے۔

ثالثی ومصالحت ایکٹ، 1996 کے تحت ثالثی کارروائی تبھی شروع ہو سکتی ہے جب فریقین نے تحریری طور پر اس امر کا سمجھوتہ کیا ہو کہ وہ تنازعہ پیدا ہونے کی صورت میں معاملے کا حل ثالثی کے ذریعہ نکالیں گے۔ثالثوں کے تقرر کے سلسلے میں Arbitration Council of India بھی کافی اہم کردار ادا کر رہی ہے چونکہ یہ مختلف شعبوں سے متعلق ثالثی کے ماہرین کا پینل تیار کرتی ہے۔اس طرح ہر طرح کے معاملے میں ثالث مقرر کرنے کے لیے اس کونسل کی خدمات حاصل کی جا سکتی ہیں۔پینل عام طور پر رٹائرڈ ججز و ماہرین قانون پر مشتمل ہوتا ہے۔

کبھی کبھی فریقین کے مابین ثالثی سے متعلق واضح سمجھوتہ نہیں ہوتا لیکن فریقین کے مابین جو کوئی خط وکتابت ہوئی ہو یا ٹیلکس یا تار کے ذریعے جو کچھ پیغامات ایک دوسرے کو پہنچائے گئے ہوں اس سے بھی اس بات کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ وہ ثالثی کے لیے تیار تھے۔فریقین میں سے کوئی ثالث کی تقرری کی کارروائی شروع کر سکتا ہے اور اگر دوسرا فریق اس کے اس کام میں رکاوٹ ڈالتا ہے یا اس کے ساتھ تعاون نہیں کرتا ہے تو وہ عدالت سے رجوع کر سکتا ہے۔ثالث کی تقرری کو صرف دو بنیادوں پر چیلنج کیا جا سکتا ہے۔پہلی بنیاد یہ کہ ثالث کی غیر جانبداری کے بارے میں شبہ ہو اور دوسری یہ کہ اس کے پاس مطلوبہ صلاحیت یا اہلیت نہ ہو۔سوائے کسی عارضی

اقدام کے، عدالت کے کسی بھی ثالثی سے متعلق معاملے میں مداخلت کا امکان بہت کم ہے۔ کبھی کبھی ٹریبونل کے اختیار سماعت کی بابت بھی شکایت ہوسکتی ہے۔ اگر ایسی کوئی شکایت ہے تو وہ بھی ٹریبونل کے روبرو کی جاسکتی ہے۔ البتہ اگر ٹریبونل فیصلہ اس کے خلاف دے دیتا ہے تو فریق متعلق عدالت کا دروازہ صرف ایوارڈ دیے جانے کے بعد ہی کھٹکھٹا سکتا ہے۔ ایکٹ کی دفعہ 34 میں وہ تمام بنیادیں وعذرات درج کیے گئے ہیں جن کی بنا پر اپیل کی جاسکتی ہے اور یہ درخواست کی جاسکتی ہے کہ ایوارڈ کو منسوخ کردیا جائے۔ یہ اپیل ابتدائی اختیار سماعت والی پرنسپل سول عدالت میں کی جاسکتی ہے۔ اپیل فائل کرنے کی مدت ختم ہونے یا اپیل نامنظور ہونے کی صورت میں فریقین ایوارڈ کے پابند ہوں گے۔

2- مصالحت

جہاں تک لفظ ثالثی کا تعلق ہے وہ خود وضاحتی نوعیت کا ہے لیکن جہاں تک مصالحت کا تعلق ہے اس کی نوعیت رسمی اعتبار سے ثالثی سے کچھ کم ہے۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ مصالحت کے لیے پہلے سے کوئی اقرارنامہ ہونا ضروری نہیں ہے۔ کوئی بھی فریق دوسرے فریق سے کسی بھی شخص کی مصالحت کے لیے تقرری کی درخواست کرسکتا ہے۔ ایسا شخص ایک بھی ہوسکتا ہے اور دو یا تین بھی۔ اگر ایک سے زیادہ افراد کا مصالحت کے لیے انتخاب کیا جائے تو انھیں یہ کام مل جل کر کرنا ہوگا۔ اگر کوئی بھی فریق مصالحت کی پیشکش کو نامنظور کردیتا ہے تو مصالحت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

3- صلح

جہاں تک صلح کرانے کا تعلق ہے ہمارے ملک میں قانونی اعتبار سے اس کی نوعیت مصالحت سے مختلف ہے اور اسے ایک غیر رسمی مصالحتی قدم سمجھا جاتا ہے۔ فریقین تنازعہ کبھی کبھی اس بات پر راضی ہوجاتے ہیں کہ کوئی تیسرا فریق ان کے معاملے میں صلح کرادے یا کبھی کبھی تیسرا فریق خود معاملے میں صلح کرانے کی پیشکش کرتا ہے اور فریقین تنازعہ اس کو قبول کرلیتے ہیں۔ تیسرا فریق دونوں فریقین کی بات سنتا ہے، دستاویزات کا جائزہ لیتا ہے اور اس سے یہ توقع کی جاتی ہے

کہ غیر جانبدارانہ و منصفانہ رویہ اختیار کرتے ہوئے متعلقہ تنازعہ میں صحیح فیصلہ دے گا۔ مگر جہاں تک صلح کی قانونی حیثیت کا سوال ہے فریقین کے لیے یہ ضروری نہیں کہ وہ اس کو مان لیں۔ البتہ عام طور پر اس قسم کے فیصلے کو فریقین مان لیتے ہیں مگر کبھی کبھی کوئی فریق اس سے مطمئن نہیں ہوتا اور اس صورت میں اسے اس بات کا حق حاصل ہوتا ہے کہ وہ معاملہ عدالت کے روبرو لے جا سکے۔ البتہ یہ صلح سے متعلق اقرار نامہ کی شرائط پر منحصر ہوتا ہے۔

4۔ لوک عدالت

جہاں تک ثالثی اور مصالحت کی بات ہے ان کی بابت یہ قیاس کیا جا سکتا ہے کہ وہ مغربی مکتب فکر کی دین ہیں لیکن لوک عدالت کا تصور اپنی نوعیت کے اعتبار سے خالصا ہندوستانی ہے۔ ان عدالتوں میں مجموعہ ضابطہ دیوانی یا قانون شہادت کا تکنیکی اعتبار سے مکمل طور پر اطلاق نہیں ہوتا جبکہ عام عدالتوں میں ان کی پابندی، جب تک کہ قانون میں اس کی بابت کوئی استثنائی توضیعات نہ ہو، لازمی ہے۔ شکایت کنندہ عدالت کے روبرو اپنی بات بڑی آسانی سے رکھ سکتا ہے اور افسر جلیس، جو عام طور پر کوئی ریٹائرڈ جج، سماجی کارکن یا قانونی پیشے سے جڑا کوئی فرد ہوتا ہے، کو مخاطب کرتے ہوئے اس طرح بات کر سکتا ہے جس طرح ایک ایسے عام آدمی سے بات کر رہا ہو اور اسے یہ نہیں محسوس ہوتا کہ وہ کسی جج سے بات کر رہا ہے حالانکہ افسر جلیس بھی سول عدالت ہونے کی رو سے اتنے ہی احترام کا مستحق ہوتا ہے جتنی کہ ایک عام عدالت، مگر تکنیکی اعتبار سے ایسا نہ ہونے کی باعث فریق متعلق اس کے روبرو اپنے آپ کو دبا دبا محسوس نہیں کرتا۔

لوک عدالت کا کام مصالحت اور تصفیہ کرانا ہے۔ اسی وجہ سے اسے رسمی تکنیکی باتوں سے دور رکھا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ لوک عدالت میں عام طور سے فیصلہ بر وقت ہو جاتا ہے۔ عام عدالتیں بھی بہت سے معاملات جن میں تصفیہ کا امکان ہوتا ہے ان عدالتوں کو بھیج دیتی ہیں۔ یہ عدالتیں صرف انھیں معاملات پر غور کر سکتی ہیں جن کا تعلق ایسے معاملات سے ہو جو قانون کی رو سے نا قابل مصالحت (Non-Compoundable) نہ ہوں۔ ان عدالتوں کا انعقاد ریاستی حکام، ضلع حکام، سپریم کورٹ لیگل سروسز کمیٹی، ہائی کورٹ لیگل سروسز کمیٹیاں یا تعلقہ لیگل سروسز کمیٹیاں

وقتاً فوقتاً کرتی رہتی ہیں۔لوک عدالت کو عام عدالتیں کوئی معاملہ تب ہی بھیجتی ہیں جب فریقین مقدمہ اس بات کے لیے راضی ہوں۔البتہ اگر لوک عدالت کے روبرو دونوں فریقین کے مابین تصفیہ ہوجاتا ہےتو اس ضمن میں دیا گیا ایوارڈ سول کورٹ کی ایک ڈگری کی طرح نافذ العمل ہوتا ہے۔اس کا ایک اہم پہلو یہ بھی ہے کہ یہ ایوارڈ حتمی ہوتا ہےاور اسے بعد میں عدالت کے روبرو چیلنج نہیں کیا جاسکتا۔یہ مانا کہ ان عدالتوں میں مجموعہ ضابطہ دیوانی یا قانون شہادت کا تکنیکی طور پر مکمل اطلاق نہیں ہوتا لیکن اس کے باوجود بھی لوک عدالت کو ایک سول عدالت کا درجہ حاصل ہےاور اس کے روبرو کی جانے والی یا کی گئی کارروائیوں کی بابت یہ قیاس کیا جائے گا کہ وہ عدلیاتی کارروائیاں ہیں۔قانونی خدمات اتھارٹیز ایکٹ،1987 میں2002میں باب VI A شامل کر کےافادۂ عامہ سے جڑی خدمات(Public Utility Services)سے متعلق تنازعات کے حل کے لیے ایک مستقل لوک عدالت کے قیام کی بابت توضیعات کی گئی ہیں جن میں یہ صراحت کی گئی ہے کہ لوک عدالت کوئی مقدمہ عدالت کے روبرو آنے سے قبل اس قسم کے تنازعات کی بابت مصالحت اور تصفیہ کرانے کی مجاز ہے۔

باب-9

پیشہ وکالت

اصول قانون کی رو سے وکلا کسی بھی ملک کے قانونی نظام کا ایک حصہ ہوتے ہیں اور ان کے بغیر کوئی بھی قانونی نظام ممکن نہیں ہے۔ عالمگیریت کے اس دور میں اس پیشے کی اہمیت روز بروز بڑھتی جارہی ہے۔ ڈبلیوٹی او کی بڑھتی ہوئی اہمیت اور بین ملکی تجارت و معاہدات سے پیدا ہونے والے تنازعات کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہوتا جارہا ہے اور اب یہ معاملات عدالتوں تک پہنچنے لگے ہیں۔ ان معاملات کی پیروی کے لیے زیادہ سے زیادہ وکلاء کی خدمات حاصل کرنی ہوں گی۔ اس سے نہ صرف وکلا کی تعداد میں اضافہ ہوگا بلکہ انتہائی اہل اور قابل وکلا کی ضرورت پیش آئے گی۔ اس کے علاوہ مستقبل قریب میں حکومت کی طرف سے اجازت مل جانے کی صورت میں عدالتوں میں بحث کے دوران ہندوستانی وکلا کو دوسرے ممالک کے وکلا کا بھی سامنا کرنا پڑسکتا ہے۔ ایسی صورت میں انہیں یقینی طور پر بہتر کارکردگی کا مظاہرہ کرنا ہوگا۔

ہندوستان میں اس وقت وکلا کی تعداد 6 لاکھ سے بھی زیادہ ہے اور وکلا کی تعداد کے معاملے میں ہندوستان دنیا میں دوسرے نمبر پر ہے۔ اس پیشے کو نہ صرف ہمارے ملک میں بلکہ دنیا کے دیگر ممالک میں بھی عزت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ بقول جسٹس کرشنا ایئر قانون کوئی تجارت نہیں

ہے اور اس میں مسابقت جیسے عوامل کو شامل کرنا اس پیشے کی شبیہ بگاڑنے کے مترادف ہوگا۔ ہماری عدالتوں نے اس پیشے کو 'خدمت قانونی' کے طور پر تسلیم کیا ہے اور ساتھ ہی اپنی اس رائے کا بھی اظہار کیا ہے کہ یہ پیشہ صارفین کے لیے بہم پہنچائی جانے والی مختلف خدمات کے زمرے میں آتا ہے۔ سری ناتھ بنام یونین آف انڈیا والے معاملے میں (اے آئی آر 1996 مدراس 427) مدراس ہائی کورٹ نے یہ فیصلہ دیا تھا کہ صارفین، تحفظ صارفین ایکٹ، 1986 کی دفعہ 3 کے تحت وکلا کے خلاف شکایات درج کرا سکتے ہیں اور صارفین فورموں کو اس قسم کی شکایات کی سماعت کا حق حاصل ہے۔ کمپٹیشن ایکٹ، 2002 میں بھی 'خدمت' کی اصطلاح کی تعریف تقریباً انھیں الفاظ میں کی گئی ہے۔

ہمارے ملک میں قانون میں گریجویشن کی ڈگری یعنی ایل ایل۔ بی کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد کوئی بھی شخص ایڈووکیٹس ایکٹ، 1961 کے تحت تشکیل کی گئی متعلقہ ریاست کی بار کونسل میں اپنا رجسٹریشن وہاں کے قواعد وضوابط کے مطابق کرا سکتا ہے۔ اب وکالت کرنے کے خواہش مند امیدواروں کو علمی صلاحیت حاصل کرنے کے علاوہ پریکٹس شروع کرنے سے پہلے ایک اور اہلیتی امتحان پاس کرنا ہوگا۔ اس معاملے میں سپریم کورٹ نے بھی اپنی مثبت رائے کا اظہار کیا تھا اور بار کونسل و دیگر طبقات کی طرف سے بھی کافی حد تک اس کی حمایت کی گئی تھی لیکن کچھ لوگ اس کی مخالفت کر رہے تھے مگر اب اسے عملی جامہ پہنایا جا چکا ہے۔ دراصل یہ امتحان وکالت کے پیشے میں آنے والے افراد کی علمی لیاقت کے گرتے ہوئے معیار کے پیش نظر تجویز کیا جا رہا ہے تاکہ صرف وہی لوگ اس پیشے کو اختیار کریں جو حقیقتاً اس پیشے میں دلچسپی رکھتے ہیں اور صرف اس لیے وکالت شروع نہ کر دیں کہ انھیں زندگی کے کسی دیگر شعبے میں حسب دل خواہ روزگار یا ملازمت کا موقع نہیں ملا۔

ریاستی بار کونسل وکلا کے رجسٹریشن ہی کا کام نہیں بلکہ ان کی کارکردگی پر بھی نظر رکھتی ہے۔ اگر کوئی وکیل کسی موکل کو پریشان کرے یا بحیثیت وکیل اپنے فرائض کی انجام دہی میں کوتاہی برتے تو یہ کونسل اس کے خلاف بعد از سماعت کارروائی کر سکتی ہے۔ اسی طرح یہ کونسل وکلا کے

مفادات کو بھی تحفظ فراہم کرتی ہے اس کے علاوہ مرکزی پیمانے پر بار کونسل آف انڈیا کی بھی ایڈووکیٹ ایکٹ کے تحت تشکیل کی جاتی ہے۔ اس کونسل میں اٹارنی جنرل آف انڈیا و سالیسیٹر آف انڈیا کو بااعتبار عہدہ رکنیت عطا کی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ اس میں ہر ریاست کی بار کونسل کے نمائندے بھی ہوتے ہیں۔ اس کونسل کا اہم کام وکلا کے لیے ترتیب دیے گئے ضابطۂ اخلاق پر وقتاً فوقتاً غور کرنا ہے۔ اس ضابطۂ اخلاق کی عمل درآمدگی کی ذمہ داری ریاستی بار کونسلوں پر ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ بار کونسل آف انڈیا اس بات پر بھی نظر رکھتی ہے کہ ملک میں قانونی تعلیم کس قسم کی ہونی چاہیے اور یہ کہ وکلا کو پریکٹس کرنے کے لیے جن شرائط کی پابندی لازمی ہے ان میں کوئی تبدیلی لانے کی ضرورت ہے یا نہیں۔ وکلا کی تربیت وغیرہ کے بارے میں بھی یہی کونسل وقتاً فوقتاً فیصلہ لیتی ہے۔

نئے وکلا کو پریکٹس شروع کرنے سے پہلے ایڈووکیٹس ایکٹ، بار کونسل آف انڈیا و ریاستی بار کونسلوں کے قواعد وضوابط، جس ہائی کورٹ میں یا جس ہائی کورٹ کے تحت عدالتوں میں وہ پریکٹس کرنا چاہتے ہیں اس کے قواعد وضوابط یا اگر وہ سپریم کورٹ میں پریکٹس کرنا چاہتے ہیں تو وہ سپریم کورٹ کے قواعد وضوابط کا بغور مطالعہ کرنا چاہیے تاکہ انھیں یہ معلوم ہو سکے کہ عدالت میں کوئی پٹیشن یا درخواست یا کوئی اس قسم کی دیگر دستاویز کس طرح داخل کی جاتی ہے، کتنی فیس لگتی ہے، عدالت کا دائرۂ اختیار کیا ہے، دستاویزات کو کس طرح قبول کیا جاتا ہے یعنی صحیح تسلیم کیا جاتا ہے اور کس طرح انھیں نکارا جاتا ہے، اپیل وغیرہ فائل کرنے کی میعاد مدت کیا ہے، کاغذات کا معائنہ کس طرح کیا جاتا ہے، احکامات یا دیگر دستاویزات کی نقول کس طرح حاصل کی جاتی ہیں وغیرہ۔ اس کے علاوہ انھیں اگر سول سائڈ میں پریکٹس کرنی ہے تو انھیں مجموعہ ضابطۂ دیوانی کی تمام دفعات، احکام و قواعد کا پورا پورا علم ہونا چاہیے۔ حالانکہ یہ بات دوسری ہے کہ دیوانی امور پر عبور حاصل کرنے کے لیے کافی وقت درکار ہوتا ہے۔ اسی طرح اگر کریمنل سائڈ میں پریکٹس کرنی ہے تو مجموعہ ضابطۂ فوجداری کا بغور مطالعہ بے انتہا ضروری ہے۔ اس کے علاوہ قانون شہادت کی جانکاری بھی اتنی ہی اہم ہے اور اس کی دیوانی و فوجداری دونوں ہی صیغوں میں ضرورت ہوتی

ہے۔اگر کوئی نیا وکیل ان چیزوں کا دھیان نہیں رکھے گا تو ہوسکتا ہے کہ شروع شروع میں اس کو عدالت اور اپنے ساتھی وکلا کے سامنے شرمندہ ہونا پڑے۔بعض اوقات ان چھوٹی چھوٹی باتوں سے نئے وکیلوں کے کیریئر پر بہت برا اثر پڑتا ہے اور وہ مایوسی کا شکار ہو جاتے ہیں۔

ایک عام آدمی کی نظر میں ایک وکیل کا کام صرف یہ ہے کہ معاملہ دائر کیا، شہادت پیش کی، بحث کی، عدالت کے سامنے امور متنازعہ سے متعلق مجاز عدالتوں کی نظیریں پیش کیں اور یہیں پر اس کے فرائض ختم ہو گئے۔دراصل وکلا کا کام عدالت کے سامنے ایمانداری اور غیر جانبداری سے ایسی نظیریں پیش کرنا ہے جو فریقین کے حقوق کو متعین کرتی ہوں یعنی Ratio decidendi یہ کسی فیصلہ کا وہ حاکمانہ عنصر یا نکتہ ہوتا ہے جو فریقین کے حقوق کو متعین کرتا ہے۔اگر وکلا صحیح نظیریں پیش نہیں کریں گے اور فریقین کو دکھانے کے لیے غیر متعلقہ نظیریں پیش کر کے زیادہ سے زیادہ وقت لینے کا اور محنت کرنے کا مظاہرہ کر کے اپنے مؤکل پر اچھا اثر ڈالنے کی کوشش کریں گے تو اس سے اغراض انصاف پورے نہیں ہوں گے بلکہ عدالت کا وقت ضائع ہوگا۔کہا جاتا ہے کہ وہ وکیل جس میں جذبہ انصاف نہ ہو وہ ایک اچھا وکیل نہیں ہوسکتا۔دراصل ایک اچھے وکیل کا کام انصاف دلانا ہے نہ کہ انصاف رسانی کے راستے میں دشواریاں پیدا کرنا، کبھی کبھی دیکھنے میں آتا ہے کہ وکلا صرف اپنے مؤکل کو خوش کرنے کے لیے اور اسے زیادہ وقت یا مہلت دلانے کے لیے کارروائی کی التوا کی کوشش کرتے رہتے ہیں اور تاریخیں پڑتی رہتی ہیں۔قانون کا کام عوام کی بھلائی کا خیال رکھنا اور مفاد عام کا تحفظ کرنا ہے۔وکلا بھی سماج کا ایک حصہ ہیں اور وہ بھی قانون کا اتنا ہی احترام کرتے ہیں جتنا کہ عام آدمی۔لہٰذا ان کا یہ فرض بنتا ہے کہ وہ کوئی بھی ایسا کام نہ کریں جس سے انصاف رسانی میں تاخیر ہو یا عدالت کے ذریعہ کیے جانے والے فیصلے پر کوئی منفی اثر پڑے چونکہ عدالت کے دیے گئے فیصلے کو سچائی کی شہادت یا ثبوت سمجھا جاتا ہے۔

اگر وکلا عدالت کے سامنے سچائی نہیں رکھیں گے اور عدالت ان کی بات کو مان لے گی تو عدالت کا دیا گیا فیصلہ سچائی کی عکاسی نہیں کرے گا اور اس سے انصاف کے عمل میں رکاوٹ پیدا ہوگی۔کسی بھی قانونی نظام میں کچھ قانونی پیمانے یا ماڈل ہوتے ہیں۔جیسے نیک نیتی، صحیح رویہ،

معقولیت وغیرہ اور ہر اس شخص کو جو اس نظام سے جڑا ہوا ہے اپنے فرائض کی انجام دہی میں ان کا پورا پورا خیال رکھنا چاہیے ورنہ وہ اپنے پیشے کے ساتھ انصاف نہیں کر پائے گا۔ یہ بات دوسری ہے کہ بدلتے ہوئے سماجی حالات میں یہ پیمانے یا اخلاقی قدریں بدلتی رہتی ہیں لیکن یہ تبدیلیاں ہمیشہ بہتری کے لیے ہوتی ہیں نہ کہ کسی نظام کو نقصان پہنچانے کے لیے۔ وکلا قانون کے اصولوں کا یا قانون کا کس طرح استعمال کرتے ہیں اور وہ بحیثیت وکیل کس قسم کی زبان کا استعمال کرتے ہیں، یہ باتیں کسی قانونی نظام کے اتحاد کو مضبوط بناتی ہیں چونکہ ان میں جن قانونی فن کے اصولوں یا مہارت کا استعمال کیا جاتا ہے اس سے متذکرہ بالا اتحاد کو تقویت حاصل ہوتی ہے۔

قانونی اصولوں کے ساتھ ساتھ قانون میں روایتوں کا بھی کافی دخل ہے اور دنیا کے تمام ممالک میں وکلا اپنے فرائض کی انجام دہی میں روایتی تکنیکوں کا پورا پورا استعمال کرتے ہیں اور یہ روایتیں قانونی حلقے میں مکمل طور پر تسلیم کی جاتی ہیں اور قانون بھی ان کو تسلیم کرتا ہے۔ لیکن کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ وکلا انصاف کی لڑائی لڑنے سے زیادہ خودنمائی کا راستہ اختیار کر لیتے ہیں۔ انھیں اس سے گریز کرنا چاہیے۔ چونکہ بڑائی بڑا بننے میں نہیں ہے بلکہ انکساری میں ہے۔ عدالت کے سامنے انکساری اور عدالتی حاکموں کا احترام ہماری عدلیہ کو مضبوط سے مضبوط تر بنانے میں معاون ثابت ہوتا ہے۔ اگر لوگوں کی نظر میں عدلیہ کا احترام کم ہو جائے گا تو اس سے اقتدار قانون کو بھی ضرر پہنچے گا۔ کوئی بھی جج صحت مند تنقید کی تنقید نہیں کرتا ہے بلکہ وہ اس کو سراہتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ اس تنقید سے وہ اپنی کارکردگی کو بہتر بنا سکتا ہے، لیکن غیر اخلاقی تنقید کو کوئی بھی پسند نہیں کرتا۔ لہٰذا قانونی نظیریں پیش کرتے وقت اچھے وکلا اس بات کو ملحوظ خاطر رکھتے ہیں کہ وہ ان ججوں کے خلاف جن کے فیصلوں پر وہ نظیریں بنتی ہیں، خواہ وہ نظیریں ان کے مؤکل کے خلاف ہی کیوں نہ جاتی ہوں، کبھی بھی ناشائستہ زبان استعمال نہیں کرتے بلکہ پورا پورا احترام کرتے ہیں اور انھیں اس بات کا احساس ہوتا ہے کہ ہو سکتا ہے جس وقت وہ فیصلہ دیا گیا تھا اس وقت حالات کچھ اور ہوں۔ ویسے بھی نہ صرف وکلا بلکہ سماج کے ہر طبقہ کا یہ فرض ہے کہ وہ کبھی بھی ایسے الفاظ استعمال نہ کرے جس سے عدلیہ کا احترام کم ہو یا ان الفاظ سے توہین عدالت ہوتی ہو۔

کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ وکلا خاص طور سے جنھیں بڑا وکیل کہا جاتا ہے حالانکہ قانون کی نظر میں نہ کوئی وکیل بڑا ہوتا ہے اور نہ چھوٹا، سوائے ان وکلا کے جنھیں سینئر ایڈووکیٹ نامزد کیا گیا ہے، اتنے زیادہ مقدمے لے لیتے ہیں کہ وہ ان کی ٹھیک سے پیروی نہیں کر پاتے۔ ایک دن میں ان کے بہت سے معاملے ہائی کورٹ میں، سپریم کورٹ میں یا دونوں عدالتوں کے مختلف عدالتی کمروں میں زیر سماعت ہوتے ہیں اور وہ قدرتی طور پر سب جگہ حاضر نہیں ہو پاتے۔ اس سے عدالت کا وقت ضائع ہوتا ہے اور مؤکل کا پیسہ اور وقت دونوں ضائع ہوتے ہیں اور انصاف رسانی میں تاخیر ہوتی ہے۔ لہٰذا بہتر صورت حال یہ ہوگی کہ وکلا صرف اتنے ہی مقدمے لیں جن کی وہ بآسانی پیروی کر سکیں، چونکہ وقت پر عدالت میں حاضر نہ ہونا یا بغیر تیاری کے حاضر ہونا دونوں ہی صورتوں میں انصاف رسانی کے عمل کو ضرر پہنچتا ہے۔

ہمارے ملک میں پیشہ ورانہ ضابطۂ اخلاق و دیگر قانونی مجبوریوں کی باعث وکلا کو کچھ دشواریوں کا سامنا بھی کرنا پڑ رہا ہے جن پر ہمارا لاء کمیشن، وزارت قانون و تحقیقی ادارے غور کر سکتے ہیں اور اگر وہ ضروری سمجھیں تو حکومت کو اپنی سفارشات بھیج سکتے ہیں۔

☆ ہمارے ملک میں وکلا کو کسی قسم کے اشتہارات دینے کی اجازت نہیں ہے اور ایسا کرنا پیشہ ورانہ ضابطۂ اخلاق کی خلاف ورزی سمجھا جاتا ہے۔ اس کا سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ صارفین کو وکلا کے انتخاب میں دشواری ہوتی ہے اور ان کا دائرۂ انتخاب بھی مکمل معلومات فراہم نہ کیے جانے کی صورت میں محدود ہو جاتا ہے۔ سستی شہرت کو روکنا تو ہمیشہ مناسب ہوتا ہے لیکن ضرورت تشہیر کی اجازت دی جا سکتی ہے۔

☆ بار کونسل آف انڈیا کے ذریعے 1975 میں بنائے گئے قواعد کے مطابق کوئی بھی وکیل کسی بھی ایسے شخص کے ساتھ شامل شراکت نہیں ہو سکتا جو ایڈووکیٹ نہیں ہے۔ اس پابندی میں انسٹی ٹیوٹ آف چارٹرڈ اکاؤنٹنس و وکلا کے مابین شراکت کی اجازت دے کر کسی حد تک نرمی لائی گئی ہے۔

☆ ہمارے قانونی نظام میں کسی بھی قانونی اسٹیبلشمنٹ سے جڑے افراد کی تعداد کو

محدود کر دیا گیا ہے اور اسے آگے بڑھنے سے روک دیا گیا ہے۔ کمپنی ایکٹ کی دفعہ 11 کے مطابق کوئی بھی ایسی شراکت جس میں 20 افراد سے زیادہ ہوں اور وہ کمپنی کے طور پر رجسٹرڈ نہ ہو غیر قانونی متصور ہوگی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر کسی بھی شراکت میں وکلا کی تعداد 20 سے زیادہ ہے تو وہ اس بات کے لیے مجبور ہوں گے کہ اسے کمپنی کی شکل دی جائے مگر یہاں دشواری یہ ہے کہ ایڈووکیٹس ایکٹ کی دفعہ 24 کے ساتھ پڑھی جانے والی دفعات 29 اور 33 کی رو سے کوئی بھی قانونی ادارہ وکیل کی حیثیت سے کام نہیں کر سکتا یہ کام صرف افراد ہی کر سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ ہمارے وکلا کو اس بات کی بھی اجازت نہیں ہے کہ وہ دیگر ممالک کے وکلا کے ساتھ کسی شراکت کا حصہ بن سکیں۔ اس ضمن میں راگھون کمیٹی نے اپنی تشویش کا اظہار کیا ہے۔

....

باب-10

کمیشنوں کا نظام

ہمارے ملک میں عوام کے قانونی، معاشرتی، اقتصادی ودیگر مسائل سے متعلق معاملات پر غور کرنے اور ان کے حل کے لیے مرکزی وریاستی حکومت کومشورہ دینے اور ضروری سفارشیں کرنے کے لیے مختلف کمیشن قائم کیے گئے ہیں جیسے لاء کمیشن، قومی کمیشن برائے خواتین، قومی کمیشن برائے اطفال، قومی اقلیتی کمیشن، اقلیتی تعلیمی اداروں کے لیے قومی کمیشن، قومی کمیشن برائے مذہبی ولسانی اقلیات، درج فہرست ذاتوں کے لیے قومی کمیشن، درج فہرست قبیلوں کے لیے قومی کمیشن، قومی پسماندہ طبقات کمیشن، قومی انسانی حقوق کمیشن، اجارہ داری وتحدیدی تجارتی اعمال کمیشن، کمپٹیشن کمیشن، قومی تالج کمیشن وغیرہ۔ ان کمیشنوں میں سے بہت سے کمیشنوں کو عدلیاتی ونیم عدلیاتی اختیارات حاصل ہیں یا حاصل رہے ہیں۔ کچھ کمیشن آئین کے تحت قائم کیے گئے ہیں، کچھ مختلف قوانین کے تحت تو کچھ عاملانہ اختیارات کا استعمال کرتے ہوئے۔ ان تمام کمیشنوں کی تشکیل، اختیارات وکارکردگی کی مکمل تفصیل دینا ممکن نہیں ہے۔ البتہ یہاں کچھ اہم کمیشنوں کی تشکیل، اختیارات وکارکردگی کی بابت مختصر تفاصیل قلم بند کی جارہی ہیں تاکہ قارئین کو اس بات کا علم ہوسکے کہ ان کمیشنوں کی قانونی حیثیت، فرائض منصبی واختیارات کیا ہیں۔

■ لاء کمیشن

ہندوستان میں لاء کمیشن کے قیام کی تاریخ کو دو حصوں میں بانٹا جاسکتا ہے، یعنی:

(i) قبل از تقسیم و: (ii) بعد از تقسیم

1- قبل از تقسیم

پہلا لاء کمیشن چارٹر ایکٹ، 1833 کی دفعہ 53 کے تحت 1834 میں قائم کیا گیا تھا۔ اس کمیشن کے سربراہ لارڈ میکالے تھے جنھیں ہندوستان کے قوانین وضع کرنے کے معاملے میں کلیدی حیثیت حاصل رہی ہے اور وہ ہمیشہ یہ کہتے رہے کہ قانون اس طرح بنایا جائے اور اس میں ایسی زبان استعمال کی جائے جسے درمیانی پڑھے لکھے لوگ سمجھ سکیں مگر ان کا یہ خواب آج تک شرمندۂ تعبیر نہیں ہوسکا۔ اس کمیشن کے اہم کاموں میں مجموعہ تعزیرات ہند، ضابطہ فوجداری اور دیگر قوانین کی تدوین کی بابت کی جانے والی سفارشات شامل ہیں۔ اس کے بعد 1853 کے چارٹر کے تحت دوسرا لاء کمیشن قائم کیا گیا۔ اس کمیشن کا مقصد پہلے کمیشن کی سفارشات پر غور کرنا اور عدالتی اداروں، عدالتی طریق کار اور دیگر قوانین میں بہتری لانے سے متعلق دیگر امور کا جائزہ لینا تھا۔ یہ کمیشن سر جان رولی کی سربراہی میں 3 سال کی مدت کے لیے قائم کیا گیا تھا۔ اس مدت میں اس کمیشن نے 4 رپورٹیں دیں۔ تیسرا لاکمیشن 2 دسمبر 1861 کو وجود میں آیا۔

چوتھا لاء کمیشن وٹلے اسٹوکس کی کلیدی حیثیت کے ساتھ 1879 میں قائم کیا گیا۔ اس کمیشن سے یہ کہا گیا تھا کہ وہ مختلف قوانین کے ڈرافٹ پر غور کرے اور ان کی تدوین کے بارے میں سجھاؤ دے۔ اس کمیشن نے نہ صرف ان قوانین کی تدوین بلکہ ان اصول وضوابط کی بھی تفصیل دی جن کی بنیاد پر تدوین کی جاتی تھی۔

بعد از تقسیم

15 اگست 1947 کو آزادی حاصل کرنے کے دو سال سے بھی زیادہ مدت کے بعد 26 نومبر 1949 (متی مارگ شیرش شکلا سپتمی، سموت 2006 وکری) کو آئین ساز اسمبلی نے بھارت کے آئین کو اختیار کیا جبکہ آئین 26 جنوری، 1950 کو نافذ ہوا۔ چونکہ ہندوستان کے آئین میں بنیادی حقوق اور حکمت عملی کے ہدایتی اصولوں کو شامل کیا گیا تھا لہٰذا اس بات کی

گئی کہ وہ قوانین جو انگریزی دور میں بنائے گئے تھے ان پر پھر سے غور کیا جائے اور یہ دیکھا جائے کہ وہ بدلتے ہوئے حالات میں جوں کے توں قائم رہنے چاہئیں یا ان میں کوئی ترمیم یا تبدیلی کی جانی چاہیے یا ان میں سے کچھ کو منسوخ کردینا چاہیے۔ اس امر کو مدنظر رکھتے ہوئے لوک سبھا نے 19 نومبر 1954 کو لاء کمیشن کے قیام کے لیے ایک تجویز پیش کی جس کا مؤثر حصہ یعنی وہ حصہ جس سے دستاویز کا اصل منشا ظاہر ہوتا ہے اس میں واضح طور پر یہ بات کہی گئی تھی کہ ایک ایسا قانونی کمیشن قائم کیا جائے جو موجودہ قوانین خواہ وہ تعزیری ہوں، دیوانی نوعیت کے ہوں یا مالیات و مال گزاری سے متعلق، کی جدید کاری کے ساتھ ساتھ ان پر نظر ثانی بھی کرے اور خاص طور سے مجموعہ تعزیرات ہند، مجموعہ ضابطہ دیوانی و مجموعہ ضابطہ فوجداری کے ان پہلوؤں پر غور کرے جن کی بابت مختلف ہائی کورٹوں نے مختلف رائے ظاہر کی ہے تاکہ انصاف رسانی کے عمل میں تیزی آئے اور لوگ بآسانی کم اخراجات اور کم وقت میں انصاف حاصل کرسکیں۔ اس تجویز سے یہ بات ظاہر ہوجاتی ہے کہ لاء کمیشن کا قیام ہر طرح کے قانون میں وقت اور حالات کے ساتھ مطابقت پیدا کرنے اور انصاف میں تاخیر سے بچنے کی بابت سفارشات کرنے کے لیے عمل میں آیا تھا اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس کمیشن نے اپنے اس کردار کو بخوبی نبھایا ہے اور اب تک 18 لاء کمیشن (جبکہ 19 واں لاء کمیشن بھی قائم ہو چکا ہے) مختلف قوانین و قانونی امور کی بابت 234 رپورٹیں پیش کرچکے ہیں۔ یہاں ان رپورٹوں کی تفصیل دینا ممکن نہیں۔ قارئین اس کے لیے لاء کمیشن کی ویب سائٹ و مطبوعہ رپورٹیں دیکھ سکتے ہیں۔

ہمارے ملک کے موجودہ لاء کمیشن کو حکومت ہند کے ایک عاملانہ حکم کے تحت قائم کیا گیا تھا۔ اس کا مقصد اور سب سے اہم کام ملک کے قوانین میں بہتری لانا اور نئے قوانین بنانے کی بابت سفارش کرنا ہے۔ اس کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ سپریم کورٹ نے اپنے بہت سے فیصلوں میں اس کمیشن کے کام کو سراہا ہے اور اپنے فیصلوں میں اس کی سفارشوں کا حوالہ دیتے ہوئے انھیں اپنے فیصلوں کی بنیاد بنایا ہے۔ ملک کے قوانین میں سدھار لانے کے معاملے میں لاء کمیشن ایک سفارشی ادارے کے طور پر نہایت اہم کردار ادا کرتا ہے۔ یہ حکومت کو

صرف صلاح ہی نہیں دیتا بلکہ حکومت کی پالیسیوں کی بھی، اگر وہ ضرورت سمجھے، تنقید کرتا ہے۔
کمیشن اپنے کارہائے منصبی انجام دیتے ہوئے خصوصی طور پر اس بات پر نظر رکھتا ہے کہ ایسی سفارشات کی جائیں جن سے لوگوں کو بروقت انصاف ملے اور انصاف رسانی کے کام میں کوئی تاخیر نہ ہو لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ اس بات کو بھی ملحوظ خاطر رکھتا ہے کہ اس سے انصاف رسانی کے کام پر منفی اثر نہ پڑے اور موکلوں کو زیادہ اخراجات بھی برداشت نہ کرنا پڑیں۔ اس کے علاوہ اس کی کوشش یہ بھی ہوتی ہے کہ وہ عدالتی کام کاج کے طریقے کو زیادہ سے زیادہ آسان بنانے کے لیے ضروری سفارشات کرے۔

یہ کمیشن قانونی ماہرین پر مشتمل ہوتا ہے۔ اس کمیشن کو جن امور پر غور کرنا ہوتا ہے وہ امور، امور مفوضہ کی شکل میں اس کے پاس بھیج دیے جاتے ہیں۔ یہ کمیشن ایک مخصوص مدت کے لیے قائم کیا جاتا ہے۔ لاء کمیشن وزارت قانون وانصاف کی عام ہدایات کے تحت کام کرتا ہے اور اس کا اس وزارت سے قریبی رابطہ قائم رہتا ہے۔ دراصل لاء کمیشن ایک تحقیقی ادارہ ہے اور اس کے کام میں نہ صرف ماہرین قانون وشہرت یافتہ محققین ہی شامل ہوتے ہیں بلکہ تحقیق کا کچھ کام تحقیقاتی تجزیے کی غرض سے طلبا کو بھی سونپا جاتا ہے۔ اس کمیشن کی سفارشات کو ماننے کے لیے حکومت قانونی طور پر پابند نہیں ہے البتہ ان سفارشات پر معروضی طور پر غور کیا جاتا ہے اور انھیں عملی جامہ پہنانے کی حتی المقدور کوشش کی جاتی ہے۔ اس کے کارہائے منصبی مندرجہ ذیل ہیں:

☆ کمیشن کی نشستوں میں مختلف پروجیکٹوں کے آغاز کی بابت فیصلہ لینا۔

☆ ترجیحات کی بابت تبادلۂ خیال کرنا اور زیر غور آنے والے وتحقیق طلب موضوعات کا انتخاب کرنا اور انھیں پیشگی تیاری کے لیے کمیشن کے اراکین کو سونپنا۔

☆ اعداد وشمار اکٹھا کرنے کے طریقۂ کار اور ضروری معلومات حاصل کرنے کے ضابطۂ کار و تحقیق کی بابت فیصلہ لینا۔

☆ غور طلب مسائل کی نشاندہی کرنا اور اصلاحی کارروائی کا دائرہ تعین کرنا۔

☆ عوام، پیشہ درانہ وتعلیمی اداروں سے صلاح مشورہ کرنا اور ان کے فیڈ بیک یعنی

مشورے، اظہار رائے، تجاویز، تنقید وغیرہ پر تعاقبی کارروائی کے لیے غور کرنااور رپورٹ کاڈرافٹ تیار کرنا۔

☆ رپورٹ کوحتمی شکل دینے کے لیےاس پر تفصیلی بحث وتبادلہ خیال کرنا۔

☆ رپورٹ وزارت قانون کوبھیجنا۔

عام طور پر یہ قیاس کیا جاتا ہے کہ حتمی رپورٹ بھیجنے کے بعد کمیشن کا کام ختم ہوگیالیکن کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ وزارت قانون رپورٹ میں مشمولہ کچھ موضوعات کی مزید وضاحت کی خواہاں ہوتی ہے۔ایسی صورت میں کمیشن سے اس ضمن میں ضروری کارروائی کرنے کی درخواست کی جاتی ہے اور کمیشن پھر ایک بار اپنا کام شروع کردیتا ہے۔رپورٹ ملنے کے بعد یہ وزارت قانون کی ذمہ داری ہے کہ وہ رپورٹ میں کی گئی سفارشوں کو روبہ عمل لانے کے لیے تعاقبی کارروائی کرے۔یہاں اس بات کا ذکر بے محل نہ ہوگا کہ اس کمیشن کی سفارشات کو ماننے کے لیے حکومت قانونی طور پر پابندنہیں ہے۔عام طور پر وزارت قانون رپورٹ میں کی گئی سفارشات کو متعلقہ وزارتوں کو بھیج دیتی ہے تا کہ وہ ان سفارشوں کی بابت اپنی رائے کا اظہار کرسکیں اور یہ مشورہ دے سکیں کہ اس ضمن میں کسی مزید کارروائی کی ضرورت ہے یا نہیں یا ان سفارشوں کو عملی جامہ پہنانے میں کوئی مشکلات درپیش تو نہیں۔اگر متعلقہ وزارت ان سفارشات کو منظور کرلیتی ہے اور انھیں کیبنٹ کی منظوری حاصل ہوجاتی ہے تو وزارت قانون تعاقبی کارروائی کرنے کے لیے پیش رفت کرتی ہے۔یہ کارروائی کوئی نیا قانون بنانے،موجودہ قانون میں ترمیم کرنے،کسی قانون کومنسوخ کرنے یا کسی قانون کے اطلاق کے دائرے میں توسیع کرنے یا کسی مخصوص علاقے میں قانون کا اطلاق ہونے یا نہ ہونے یا کسی دیگر شکل میں ہوسکتی ہے۔آیئے اب ان کمیشنوں کی تشکیل کا مختصراً جائزہ لیں:

- **پہلا لاءکمیشن**

آزادی کے بعد پہلا لاء کمیشن 1955 میں تشکیل دیا گیا۔اس کمیشن کے سربراہ ایم سی سیتلواد تھے جو اس وقت بھارت کے اٹارنی جنرل تھے۔اس کمیشن میں ایم سی چھاگلا جیسے قانونی

دانشور بھی شامل تھے۔اس کے امور مفوضہ جن کے متعلق اس نے اپنی رپورٹیں کیں مندرجہ ذیل تھے:

1- عدلیاتی نظام میں بہتری لانے کے لیے اس کے تمام پہلوؤں کا جائزہ لینا اور انصاف رسانی میں تاخیر سے بچنے اور اسے کم خرچ بنانے کی بابت تدابیر اور ذرائع کے متعلق سجھاؤ دینا، اور

2- مرکزی قوانین کا بہ لحاظ اطلاق و اہمیت جائزہ لینا اور ان میں ترمیم، تبدیلی، یکجائی یا دیگر کسی کارروائی کی بابت سفارش کرنا۔

- دوسرا لاء کمیشن

دوسرا لاکمیشن 1961-1958 کی مدت کے لیے جسٹس ٹی ایل وینکٹ راما ایر کی سربراہی میں قائم کیا گیا۔اس کمیشن نے بھارت میں عیسائیوں کی شادی اور طلاق سے متعلق قانون، ٹرسٹ ایکٹ وغیرہ سے متعلق رپورٹیں پیش کیں۔

- تیسرا لاء کمیشن

یہ کمیشن 1964-1961 کی مدت کے لیے جسٹس جے ایل کپور کی سربراہی میں قائم کیا گیا تھا۔اس کمیشن نے بیرونی ممالک میں ہونے والی شادیوں سے متعلق قانون، کمیشن آف انکوائری ایکٹ مجموعہ ضابطہ دیوانی وغیرہ سے متعلق رپورٹیں پیش کیں۔

- چوتھا لاء کمیشن

یہ کمیشن 1968-1964 کی مدت کے لیے جسٹس جے ایل کپور کی سربراہی میں قائم کیا گیا تھا۔اس کمیشن نے مجموعہ تعزیرات ہند میں بعض سماجی و معاشی جرائم شامل کرنے، سزائے موت، مجموعہ ضابطہ فوجداری، 1898 (دفعات 1 تا 176) وغیرہ سے متعلق رپورٹیں پیش کی۔

- پانچواں لاء کمیشن

یہ کمیشن 1971-1968 کی مدت کے لیے کے وی کے سندرم کی سربراہی میں قائم کیا گیا تھا۔اس کمیشن نے مجموعہ تعزیرات ہند کے تحت عمر قید، مجموعہ ضابطہ فوجداری و دیوانی معاملوں وغیرہ سے متعلق رپورٹیں پیش کیں۔

● چھٹالاءکمیشن

یہ کمیشن 1974–1971 کی مدت کے لیے جسٹس ڈاکٹر پی بی گجیند رگڈکر کی سربراہی میں قائم کیا گیا تھا۔اس کمیشن نے قطنس کا سرٹیفکیٹ دیے جانے پر سپریم کورٹ کے روبرو سول اپیل، آئین (25 ویں ترمیم) بل، سماجی ومعاشی جرائم کی سماعت وسزا، بے نامی سودوں وغیرہ سے متعلق رپورٹیں پیش کیں۔

● ساتواں لاءکمیشن

یہ کمیشن 1977-1974 کی مدت کے لیے جسٹس ڈاکٹر پی بی گجیند رگڈکر کی سربراہی میں قائم کیا گیا تھا۔اس کمیشن نے عورتوں اورلڑکیوں کے فاسخانہ بیوپار کی ممانعت ایکٹ، بیرون ملک طلاق کوتسلیم کرنا، شہادت، انتقال جائیداد وغیرہ سے متعلق رپورٹیں پیش کیں۔

● آٹھواں لاءکمیشن

یہ کمیشن 1979-1977 کی مدت کے لیے جسٹس ایچ آر کھنہ کی سربراہی میں قائم کیا گیا تھا۔اس کمیشن نے ازدواج ہنود، ججوں کی تقرری، ثالثی وغیرہ سے متعلق رپورٹیں پیش کیں۔

● نواں لاءکمیشن

یہ کمیشن 1980-1979 کی مدت کے لیے جسٹس پی وی دیکشت کی سربراہی میں قائم کیا گیا تھا۔اس کمیشن نے ہندو بیوہ کی دوبارہ شادی سے متعلق ایکٹ، تقسیم جائیداد ایکٹ، قیدیوں کی پہچان ایکٹ وغیرہ سے متعلق رپورٹیں پیش کیں۔

● دسواں لاءکمیشن

یہ کمیشن 1985-1981 کی مدت کے لیے جسٹس کے کے میتھیو کی سربراہی میں قائم کیا گیا تھا۔اس کمیشن نے جہیز سے متعلق اموات اور قانون میں اصلاح، ازدواج ہنود ایکٹ، 1955، مجموعہ تعزیرات بھارت، 1860 اور بھارتی شہادت ایکٹ، 1872 میں ترمیم وغیرہ سے متعلق رپورٹیں پیش کیں۔

- گیارھواں لاء کمیشن

یہ کمیشن 1985-1988 کی مدت کے لیے جسٹس ڈی اے دیسائی کی سربراہی میں قائم کیا گیا تھا۔اس کمیشن نے گرام نیایالیہ،ٹیکس عدالتوں، نظام عدل گستری کی غیر مرکوزیت، اعلیٰ تعلیم کے مراکز سے متعلق تنازعات وغیرہ سے متعلق رپورٹیں پیش کیں۔

- بارھواں لاء کمیشن

یہ کمیشن 1988-1991 کی مدت کے لیے جسٹس ایم پی ٹھاکر کی سربراہی میں قائم کیا گیا تھا۔اس کمیشن نے خواتین کو تحویل میں لینے،اومبڈس مین (محتسب اعلیٰ) کا نیا عہدہ بنانے، جھگی جھونپڑی والوں کے لیے قانونی تحفظ، ان مجرموں کے ساتھ رعایت جنھوں نے بغیر کسی سودے بازی (Bargaining) کے اپنا جرم قبول کرلیا ہو وغیرہ سے متعلق رپورٹیں پیش کیں۔

- تیرھواں لاء کمیشن

یہ کمیشن 1991-1994 کی مدت کے لیے جسٹس کے این سنگھ کی سربراہی میں قائم کیا گیا تھا۔اس کمیشن نے مجموعہ ضابطہ دیوانی، 1908 سے متعلق متضاد عدلیاتی فیصلے، خواتین اور بچوں کی فروخت، مجوزہ دفعہ 373-الف، مجموعہ تعزیرات بھارت، تحویلی جرائم، بین ملکی تبنیت وغیرہ سے متعلق رپورٹیں پیش کیں۔

- چودھواں لاء کمیشن

یہ کمیشن 1995-1997 کی مدت کے لیے جسٹس کے جے ریڈی کی سربراہی میں قائم کیا گیا تھا۔اس کمیشن نے مجموعہ ضابطہ فوجداری، نشہ آور ادویہ اور منقلب نفس اشیا ایکٹ، مجموعہ تعزیرات بھارت وغیرہ سے متعلق رپورٹیں پیش کیں۔

- پندرھواں لاء کمیشن

یہ کمیشن 1997-2000 کی مدت کے لیے جسٹس بی پی جیون ریڈی کی سربراہی میں قائم کیا گیا تھا۔اس کمیشن نے کل ہند کونسل برائے تکنیکی تعلیم ایکٹ، 1987 میں ترمیم، بچوں کے لیے مفت و لازمی تعلیم، زنا بالجبر سے متعلق قوانین پر نظر ثانی، انسداد دہشت گردی بل، خواتین کے

جایداد سے متعلق حقوق، قانون ہنود کے تحت مجوزہ اصلاح وغیرہ سے متعلق رپورٹیں پیش کیں۔

- **سولھواں لاء کمیشن**

یہ کمیشن 2000-2001 کی مدت کے لیے جسٹس بی پی جیون ریڈی کی سربراہی میں اور 2002-2003 کی مدت کے لیے جسٹس ایم جگنند هاراؤ کی سربراہی میں قائم کیا گیا تھا۔ اس کمیشن نے ثالثی ومصالحت (ترمیم) بل، سول وتعزیری قوانین میں ترمیم کرنے سے متعلق سفارشات، قانونی تعلیم و پیشہ ورانہ تربیت اور ایڈووکیٹ ایکٹ، 1961 اور یونیورسٹی گرانٹس کمیشن ایکٹ، 1956 میں ترمیم وغیرہ سے متعلق رپورٹیں پیش کیں۔

- **سترھواں لاء کمیشن**

یہ کمیشن 2003-2006 کی مدت کے لیے جسٹس ایم جگنند هاراؤ کی سربراہی میں قائم کیا گیا تھا۔ اس کمیشن نے ماحولیاتی عدالتیں بنانے سے متعلق تجویز، ججز (انکوائری) بل، میڈیا ٹرائل وغیرہ سے متعلق رپورٹیں پیش کیں۔

- **اٹھارھواں لاء کمیشن**

یہ کمیشن 2007-2009 کی مدت کے لیے جسٹس اے آر لکشمنن کی سربراہی میں قائم کیا گیا تھا۔ س کمیشن کے ایک دیگر اہم رکن پروفیسر ڈاکٹر طاہر محمود تھے۔ اس کمیشن نے دیگر سفارشات کے ساتھ ساتھ مجموعہ تعزیرات بھارت کی دفعہ 304ب میں ترمیم، وراثت ہنود ایکٹ، 1956 میں ترمیم، نیا کورونرس ایکٹ وضع کرنے، شادی وطلاق کی رجسٹری سے متعلق قوانین، بھارت میں سول میرج سے متعلق قوانین، انکاری چیک سے متعلق فاسٹ ٹریک یعنی جلد فیصلہ کرنے والی مجسٹریٹوں کی عدالت کے قیام، سپریم کورٹ میں ہندی زبان کے استعمال کو لازمی کرنے میں پیش آنے والی عملی دشواریوں، غیر مقیم ہندوستانیوں کے لیے عائلی قوانین بنانے کی ضرورت، طلاق سے متعلق ایکٹ، 1869 کی دفعہ 2 میں ترمیم (تاکہ ایسی عیسائی خواتین جنھیں مستقل سکونت حاصل نہیں ہے اور جو آپسی رنجش کا شکار ہیں طلاق حاصل کرسکیں) عدلیہ میں اصلاحات وغیرہ سے متعلق رپورٹیں پیش کیں۔

●انیسواں لاء کمیشن

یہ کمیشن 2009-2012 کی مدت کے لیے یکم ستمبر 2009 کو قائم کیا گیا تھا۔ اس کے سربراہ جسٹس پی وی ریڈی ہیں۔ کمیشن کے دیگر اراکین امرجیت سنگھ و جسٹس شیو کمار شرما ہیں۔ اس کمیشن کے امور مفوضہ درج ذیل ہیں:

الف۔ متروک قوانین پر نظر ثانی/تنسیخ

i ان قوانین کی نشاندہی جن کی اب ضرورت نہیں رہی ہے یا اہمیت ختم ہو چکی ہے اور جنھیں فوری طور پر منسوخ کیا جا سکتا ہے۔

ii. ان قوانین کی نشاندہی جو آج کے اقتصادی ماحول سے مطابقت رکھتے ہیں اور ان میں کسی تبدیلی کی ضرورت نہیں ہے۔

iii. ان قوانین کی نشاندہی جن میں تبدیلی یا ترمیم کی ضرورت ہے اور ان میں ترمیم کی بابت سجھاؤ دینا۔

iv. مختلف وزارتوں/محکموں میں ایکسپرٹس گروپوں کے ذریعے تبدیلی/ترمیم کی متعلق دیے گئے سجھاؤ پر وسیع تناظر میں غور کرنا۔

v. ایک سے زیادہ وزارتوں/محکموں کی کارکردگی پر اثر انداز ہونے والے قوانین کی بابت متعلقہ وزارتوں/محکموں کے ذریعے اسے بھیجے گئے معاملات۔

vi. قوانین سے متعلق شہریوں کی شکایات کے جلد ازالے کے لیے مناسب اقدامات کی بابت سجھاؤ دینا۔

ب قانون و غربت

i. ان قوانین پر غور کرنا جن سے غربا اثر انداز ہوتے ہیں اور سماجی و اقتصادی قوانین کا مابعد احتساب۔

ii. غربا کی فلاح سے متعلق قوانین اور قانونی طریقۂ کار کا دفاع کرنے کے لیے تمام ضروری اقدام کرنا۔

ج نظام عدل گستری پر نظر ثانی کرنا تا کہ اس بات کو یقینی بنایا جا سکے کہ یہ وقت کے تقاضوں کو مناسب طور پر اور خصوصاً مندرجہ ذیل اغراض کو پورا کر رہا ہے:

i. تاخیر نہ ہونے دینا، بقایا جات کا جلد فیصلہ اور اخراجات میں کمی تا کہ معاملوں کا جلد اور کفایتی طور پر نمٹارہ ہو سکے اور یہ اصل الاصول بھی متاثر نہ ہو کہ فیصلے صحیح اور مناسب ہونے چاہئیں۔

ii. طریقۂ کار کو آسان بنانا تا کہ ان تکنیکی باتوں اور ان عوامل کو ختم کیا جا سکے جن کی وجہ سے تاخیر ہوتی ہے اور ان سے بجائے انصاف رسانی میں کوئی مدد ملنے کے رکاوٹیں پیدا ہوتی ہیں۔

iii. عدل گستری سے متعلق عملے کی کارکردگی کے معیار میں سدھار لانا۔

د مملکت کی حکمت عملی کے ہدایتی اصولوں کی روشنی میں موجودہ قوانین کا جائزہ لینا اور اس میں بہتری و سدھار لانے کے لیے سجھاؤ دینا اور اس کے ساتھ ساتھ ایسے قوانین کا سجھاؤ دینا جو ہدایتی اصولوں کو عمل در آمد کرنے کے لیے اور آئین کی تمہید میں دیے گئے اغراض کو پورا کرنے کے لیے ضروری ہوں۔

ہ مساوات مرد و زن کے فروغ کے نقطۂ نظر سے موجودہ قوانین کا تجزیہ کرنا اور ان میں ترامیم کا سجھاؤ دینا۔

و عام اہمیت کے مرکزی قوانین پر نظر ثانی کرنا تا کہ انھیں آسان بنایا جا سکے اور ان میں جو بے ترتیبی، ابہام یا بے ربطگی ہے اسے دور کیا جا سکے۔

ز حکومت کو ایسے اقدامات کی بابت سفارش کرنا جس سے قانون کی کتابوں کو الی الآن صورت حال کے مطابق لایا جا سکے اور ایسے متروک قوانین یا ان کے حصوں کو، جن کی اب کوئی اہمیت نہیں رہی ہے اور متروک ہو چکے ہیں، منسوخ کیا جا سکے۔

ح وزارت قانون وانصاف (محکمۂ قانونی امور) کے توسط سے حکومت کے ذریعے بھیجے گئے قانون اور عدل گستری سے متعلق کسی موضوع پر غور کرنا اور اس کی بابت اپنی رائے حکومت کو ارسال کرنا۔

ط وزارت قانون وانصاف (محکمۂ قانونی امور) کے توسط سے بھیجی گئیں بیرونی ممالک

کو تحقیقی امداد فراہم کرنے سے متعلق درخواستوں پر غور کرنا۔

ی عالمگیریت کا غذائی تحفظ و بے روزگاری پر ہونے والے اثر کا تجزیہ کرنا اور حاشیے پر پہنچے لوگوں کے مفادات کے تحفظ کے لیے اقدامات کی سفارش کرنا۔

■ قومی کمیشن برائے خواتین

قومی کمیشن برائے خواتین ایکٹ 1990 کے تحت قومی کمیشن برائے خواتین کے نام سے موسوم ایک کمیشن بنایا گیا ہے۔ اس کمیشن نے خواتین کے حقوق کے تحفظ سے متعلق معاملات میں انتہائی اہم اور مثبت رول ادا کیا ہے۔ یہ کمیشن خواتین کے سیاسی، اقتصادی، قانونی اور یہاں تک کہ طبی حقوق کے تحفظ کے بارے میں متعلقہ ایجنسیوں سے برابر رابطہ قائم کرتا رہا ہے اور حکومت کو خواتین سے متعلق نئے قوانین بنانے اور موجودہ قوانین میں ترامیم کرنے کی بابت مشورہ بھی دیتا رہا ہے۔

کمیشن کی تشکیل

دفعہ 3 میں کمیشن کی تشکیل کی تفصیل درج کی گئی ہے جو اس طرح ہے:

''3۔ قومی کمیشن برائے خواتین کی تشکیل۔ (1) مرکزی حکومت ایک جماعت تشکیل دے گی جسے قومی کمیشن برائے خواتین کہا جائے گا جو ایسے اختیارات کا استعمال کرے گا اور ایسے کارہائے منصبی انجام دے گا جو اسے اس ایکٹ کے تحت تفویض اور سپرد کیے گئے ہوں۔

کمیشن مندرجہ ذیل اشخاص پر مشتمل ہوگا۔

(الف) ایک چیر پرسن جو خواتین کے مفادات کا پابند ہوگا جسے مرکزی حکومت نامزد کرے؛

(ب) پانچ اراکین جنھیں مرکزی حکومت قابلیت، دیانت اور حیثیت والے ایسے اشخاص میں سے نامزد کرے جنھیں قانون یا قانون سازی، مزدوروں کی انجمن سازی، ایسی صنعت یا تنظیم یا تنظیم کی انتظامیہ جو خواتین کی ملازمتی صلاحیت بڑھانے کی پابند ہو، خواتین کی رضاکارانہ تنظیموں، (جس میں خواتین سرگرم اراکین شامل ہیں) انتظامیہ، اقتصادی ترقی، صحت، تعلیم یا

سماجی بہبود کا تجربہ حاصل رہا ہو۔

لیکن ہر ایک میں سے کم از کم ایک رکن ان اشخاص میں سے ہوگا جن کا تعلق بالترتیب درج فہرست ذاتوں اور درج فہرست قبیلوں سے ہو،

(ج) ایک رکن سکریٹری جسے مرکزی حکومت نامزد کرے، جو......

(i) انتظام، تنظیمی ڈھانچے یا سماجیاتی تحریک کے میدان میں ماہر ہو؛ یا

(ii) کوئی افسر جو یونین یا آل انڈیا سروس کی سول سروس کا رکن ہو یا یونین کے تحت مناسب تجربے کے ساتھ سول سروس کا عہدہ رکھتا ہو۔

4- چیرپرسن اور اراکین کی معیاد عہدہ اور شرائط ملازمت۔(1 چیرپرسن اور ہر ایک رکن، زیادہ سے زیادہ تین سال کی ایسی مدت کے لیے عہدہ دار رہے گا جس کی مرکزی حکومت اس بارے میں صراحت کرے۔

(2) چیرپرسن یا رکن (رکن سکریٹری کے سوا جو یونین کے سول سروس یا آل انڈیا سروس کا رکن ہو یا یونین کے تحت سول عہدے دار ہو) کسی بھی وقت چیرپرسن یا جیسی بھی صورت ہو، رکن کے عہدے سے تحریری طور پر اور مرکزی حکومت کے نام اپنا استعفیٰ بھیج سکتا ہے۔

(3) مرکزی حکومت کسی شخص کو ضمن (2) میں محولہ چیرپرسن یا رکن کے عہدے سے ہٹائے گی، اگر وہ شخص۔

(الف) جو بے ادا دیوالیہ ہو جائے؛

(ب) کسی ایسے جرم کا مجرم قرار دیا جائے اور اسے قید کی سزا دی گئی ہو، جس میں مرکزی حکومت کی رائے میں اخلاقی بدچلنی شامل ہو،

(ج) جو مخبوط الحواس ہو جائے اور اسے کسی عدالت مجاز نے ایسا قرار دیا ہو،

(د) جو فعل کرنے سے انکار کرے یا فعل کرنے کے قابل نہ رہے،

(ہ) کمیشن سے غیر حاضری کی اجازت حاصل کیے بغیر، کمیشن کے تین مسلسل اجلاسوں سے غیر حاضر رہے، یا

(و) مرکزی حکومت کی رائے میں چیر پرسن یا رکن کے عہدے کا اس نے ناجائز استعمال کیا ہو جس سے اس شخص کا اس عہدہ پر رہنا مفاد عامہ کے لیے نقصان دہ ہو:

لیکن کسی بھی شخص کو اس فقرے کے تحت اس وقت تک نہیں ہٹایا جائے گا جب تک کہ اس شخص کو اس امر کے سنے جانے کا معقول موقع نہ دیا گیا ہو۔

(4) ضمن (2) کے تحت یا دیگر طور پر خالی واقع ہونے والی اسامی نئی نامزدگی سے پر کی جائے گی۔

(5) چیر پرسن اور اراکین کو واجب الادا مشاہرے اور الاؤنس اور ان کی دیگر شرائط ملازمت ایسی ہوں گی جو مقرر کی جائیں۔"

کمیشن کے کارہائے منصبی

دفعہ 10 میں کمیشن کے کارہائے منصبی کی تفصیل درج کی گئی ہے جو اس طرح ہے:

"10- کمیشن کے کارہائے منصبی۔ (1) کمیشن مندرجہ ذیل تمام کارہائے منصبی یا ان میں سے کوئی کار منصبی انجام دے گا؛ یعنی......

(الف) آئین اور دیگر قوانین کے تحت خواتین کے لیے وضع کیے گئے تحفظات کی نسبت تمام امور کی چھان بین اور جانچ پڑتال کرنا،

(ب) مرکزی حکومت کو ان تحفظات کے عمل پر رپورٹیں سالانہ اور ایسے دیگر اوقات پر جنھیں کمیشن مناسب سمجھے، پیش کرنا،

(ج) ایسی رپورٹوں میں یونین یا کسی ریاست سے خواتین کے حالات کی بہتری کے لیے ان تحفظات کی موثر عمل آوری کی سفارشات کرنا،

(د) وقتاً فوقتاً خواتین کی نسبت آئین اور دیگر قوانین کی موجودہ توضیعات کا جائزہ لینا اور ان میں ترمیمات کی سفارشات کرنا تاکہ ایسے قوانین میں کسی نقائص، کمیوں یا خامیوں کو پورا کرنے کے لیے انسدادی قانون سازی کے اقدام تجویز کرنا،

(ہ) خواتین کی نسبت آئین اور دیگر قوانین کی توضیعات کی خلاف ورزی کے معاملات

متعلقہ حکام کے ساتھ اٹھانا،

(و) مندرجہ ذیل امور کی نسبت شکایات کی چھان بین کرنا اوران پر از خود توجہ دینا۔

(i) خواتین کو حقوق سے محروم رکھنا،

(ii) خواتین کو تحفظ فراہم کرنے کے لیے وضع کیے گئے قوانین اور مساوات اور ترقی کے مقصد کے حصول کی عدم عمل آوری،

(iii) حکمت عملی کے ایسے فیصلوں، رہنما اصولوں یا ہدایات کی عدم تعمیل جن کا مقصد مشکلات کو کم کرنا اور بہبودی کو یقینی بنانا نیز خواتین کو امداد فراہم کرنا ہے اور ایسے امور سے پیدا ہونے والے مسائل کو متعلقہ حکام کے ساتھ اٹھانا،

(ز) خواتین کے خلاف عدم مساوات اور زیادتیوں سے پیدا ہونے والے مخصوص مسائل یا صورت حال کا خصوصی مطالعہ یا تحقیقات کروانا اور بندشوں کی نشاندہی کرنا تا کہ ان کو دور کرنے کی تدابیر کی سفارش کی جائے؛

(ح) ترقیاتی و تعلیمی تحقیق ہاتھ میں لینا تا کہ تمام امور میں خواتین کی مناسب نمائندگی کو یقینی بنانے کے طریقے تجویز کیے جاسکیں اوران کی ترقی کو روکنے کے ذمہ دار عناصر کی نشاندہی کرنا مثلاً مکان اور بنیادی خدمات تک رسائی نہ ہونا، بے جا مشقت اور پیشہ ورانہ مضرات صحت کو کم کرنے اوران کی پیداواری صلاحیت کو بڑھانے کے لیے ناکافی امدادی خدمات اور تکنیکی علم،

(ط) خواتین کو سماجی واقتصادی ترقی کے منصوبہ جاتی عمل میں شرکت کرنا اور مشورہ دینا،

(ی) یونین اور کسی ریاست کے تحت خواتین کی ترقی کی پیش رفت کا اندازہ کرنا،

(ک) کسی جیل ریمانڈ ہوم، خواتین کے ادارے یا تحویل کی ایسی دیگر جگہ کا، جہاں خواتین کو بحیثیت قیدی یا دیگر طور پر رکھا جائے، معائنہ کرنا یا کروانا اور اگر ضروری پایا جائے تو متعلقہ حکام کے ساتھ انسدادی کارروائی کا معاملہ اٹھانا،

(ل) ایسی مقدمہ بازی کے لیے رقوم فراہم کرنا جس میں ایسے مسائل شامل ہوں جن سے خواتین کی ایک بڑی جماعت متاثر ہوئی ہو؛

(م) حکومت کو خواتین کی نسبت کسی امر اور خاص طور پر بعض ایسی مشکلات کی میعادی رپورٹیں دینا جن کے تحت خواتین پریشان ہوں،

(ن) کوئی ایسا دیگر امر جس کی نسبت مرکزی حکومت اس سے رجوع کرے۔

(2) مرکزی حکومت ضمن (1) کے فقرہ (ب) میں محولہ تمام رپورٹیں ایک ایسی یادداشت کے ساتھ پارلیمنٹ کے ہر ایک ایوان میں رکھوائے گی جس میں یونین کی نسبت سفارشات پر کی گئی یا مجوزہ کارروائی کی وضاحت اور ایسی سفارشات میں سے کسی سفارش کی، اگر کوئی ہو، عدم منظوری کی وجوہات درج ہوگی۔

(3) جب ایسی کوئی رپورٹ یا اس کا کوئی حصہ کسی ایسے امر کی نسبت ہو جس سے کسی ریاستی حکومت کا تعلق ہو، تو کمیشن ایسی رپورٹ یا اس کے حصے کی نقل اس ریاستی حکومت کو بھیجے گا جو اسے ایک ایسی یادداشت کے ساتھ ریاستی قانون سازیہ میں رکھوائے گی جس میں ریاست کی نسبت سفارشات پر کی گئی یا مجوزہ کارروائی کی وضاحت اور ایسی سفارشات میں سے کسی سفارش کی، اگر کوئی ہو، عدم منظوری کی وجوہات درج ہوں گی۔

(4) کمیشن کو ضمن (1) کے فقرہ (الف) یا فقرہ (د) کے ذیلی فقرہ (1) میں محولہ کسی امر کی چھان بین کرتے وقت دعوے کی سماعت کرنے والی دیوانی عدالت کے اور خاص طور پر مندرجہ ذیل امور کی نسبت تمام اختیارات حاصل ہوں گے یعنی:۔

(الف) بھارت کے کسی حصے سے کسی شخص کو طلب کرنا اور حاضر کروانا اور حلف پر اس کا بیان لینا،

(ب) کسی دستاویز کے انکشاف اور اسے پیش کرنے کا حکم دینا،

(ج) بیانات حلفی پر شہادت لینا،

(د) کسی عدالت یا دفتر سے کوئی سرکاری ریکارڈ یا اس کی نقل طلب کرنا،

(ہ) گواہوں کے بیان لینے اور دستاویزات کا معائنہ کرنے کے لیے کمیشن جاری کرنا، اور

(و) کوئی دیگر امر جو مقرر کیا جائے۔"

■ قومی کمیشن برائے تحفظ حقوق اطفال

قومی کمیشن برائے تحفظ حقوق اطفال، قومی کمیشن برائے تحفظ حقوق اطفال ایکٹ، 2005 کے تحت مارچ 2007 میں قائم کیا گیا تھا۔ کمیشن کا قیام دیگر باتوں کے ساتھ ساتھ خصوصی طور پر اس بات پر نظر رکھنے کے لیے کیا گیا تھا کہ بچوں کے حقوق سے متعلق تمام قوانین، پالیسیوں، پروگراموں، انتظامی امور وغیرہ جن کی بابت بھارت کے آئین اور اقوام متحدہ کی بچوں سے متعلق کنونشنوں میں توضیعات کی گئی ہیں ان پر ٹھیک ڈھنگ سے عمل کیا جارہا ہے یا نہیں۔ کمیشن کو صرف مرکزی سطح پر ہی نہیں قائم کیا گیا ہے بلکہ متذکرہ بالا ایکٹ کے تحت ریاستی کمیشنوں کے قیام کی بات بھی کہی گئی ہے تاکہ حقوق اطفال کو شہر سے لے کر گاؤں تک تحفظ فراہم کرایا جاسکے اور بچوں کی موجودہ نسل بہتر شہری بن کر ابھر سکے۔

کمیشن ایکٹ کی دفعہ 13 کے مطابق اپنے کارہائے منصبی انجام دیتا ہے اور اختیارات کا استعمال کرتا ہے۔ ان میں سے کچھ اہم کارہائے منصبی و اختیارات درج ذیل ہیں:

- حقوق اطفال کے تحفظ سے متعلق فی الوقت نافذ قانون کے ذریعہ یا ان کے تحت فراہم کردہ تحفظات کی چھان بین کرنا اور ان پر نظر ثانی کرنا اور ان پر مؤثر طریقے سے عمل درآمد کرنے کے لیے اقدام کی سفارش کرنا۔
- مرکزی حکومت کو ان تحفظات کے عمل پر رپورٹیں سالانہ اور ایسے دیگر اوقات پر جنھیں کمیشن مناسب سمجھے، پیش کرنا۔
- حقوق اطفال کی خلاف ورزی کی بابت معلومات حاصل کرنا اور ایسے معاملات میں کارروائی کیے جانے کی بابت سفارش کرنا۔
- ایسے تمام عوامل کا جائزہ لینا جن کا حقوق اطفال پر مختلف وجوہات کی بنا پر اثر پڑتا ہو جیسے فرقہ وارانہ تشدد، فسادات، قدرتی آفات، خانگی تشدد، ایچ آئی وی/ایڈس، ناجائز تجارت، ناروا رویہ، ایذا رسانی، استحصال، فحش نگاری وعصمت فروشی اور اس ضمن میں اصلاحی اقدام کی بابت سفارش کرنا۔

- ان بچوں سے متعلق معاملات پر غور کرنا جنھیں خصوصی دیکھ بھال اور تحفظ کی ضرورت ہے جن میں نوعمر، حاشیے پر پہنچے، قانون کی خلاف ورزی کرنے والے، اپنے خاندان سے جدا تنہا بچے وقیدیوں کے بچے شامل ہیں، اور مناسب اصلاحی کارروائی سے متعلق سفارش کرنا۔
- بین الاقوامی دستاویزات ومعاہدات کا مطالعہ کرنا اور تحفظ حقوق اطفال سے متعلق موجودہ پالیسیوں پروگراموں اور دیگر سرگرمیوں کا وقتاً فوقتاً جائزہ لینا اور ضروری سفارشات کرنا۔
- حقوق اطفال سے متعلق تحقیقاتی کام۔

حقوق اطفال سے متعلق معلومات کو ذرائع ابلاغ، اشتہارات، سیمیناروں اور دیگر ذرائع وطریقوں سے عوام تک پہنچانا۔

- ایسے کسی بھی مرکزی یا ریاستی مرکز کا معائنہ کرنا یا کروانا جہاں کم عمر بچوں کو رکھا جائے تا کہ اس بات کو یقینی بنایا جاسکے کہ ان کو ٹھیک ڈھنگ سے رکھا جارہا ہے یا نہیں اور ان کے ساتھ کوئی ناروا برتاؤ تو نہیں کیا جارہا ہے۔

اس کے علاوہ کمیشن کوئی اور بھی ایسا دیگر کام کرسکتا ہے جو وہ ضروری سمجھے البتہ کمیشن کسی بھی ایسے معاملے کی جانچ یا تفتیش نہیں کرے گا جو کسی ریاستی کمیشن یا باضابطہ تشکیل شدہ کمیشن کے روبرو زیر سماعت ہو۔

■ قومی اقلیتی کمیشن

مرکزی حکومت نے جنوری 1978 میں اپنی ایک تجویز کے ذریعے اقلیتوں کے لیے ایک کمیشن قائم کیا تھا۔ بعد میں یہ کمیشن، قومی اقلیتی کمیشن ایکٹ، 1992 کے تحت قومی اقلیتی کمیشن کے نام سے موسوم کردیا گیا اور اسے قانونی حیثیت عطا کردی گئی۔ یہ کمیشن 1978 سے آج تک باقاعدہ اپنی سالانہ رپورٹیں حکومت کو اپنے سفارشات کے ساتھ بھیجتا رہا ہے۔ 1992 کے بعد بھیجی گئی سفارشوں کی تو باقاعدہ ایک قانونی حیثیت ہے۔ اس کمیشن کو ایک آئینی حیثیت حاصل نہیں ہے چونکہ آئینی حیثیت صرف ان اداروں کو حاصل ہوتی ہے جن کا قیام ملک کے دستور کے تحت کیا جاتا ہے۔ آیئے اس کمیشن کی تشکیل اور اس کے کارہائے منصبی واختیارات کا مختصراً جائزہ لیں۔

کمیشن کی تشکیل

دفعہ 3 میں کمیشن کی تشکیل کی تفصیل درج کی گئی ہے جو اس طرح ہے:

''3۔اقلیتوں کے لیے قومی کمیشنوں کی تشکیل۔(1 مرکزی حکومت اس ایکٹ کے تحت اس کو تفویض کیے جانے والے اختیارات کے استعمال اور سونپے جانے والے کارہائے منصبی کی انجام دہی کے لیے ایک ادارہ تشکیل دے گی جو اقلیتوں کے لیے قومی کمیشن کہلائے گا۔

(2) کمیشن ایک چیر پرسن ایک نائب چیر پرسن اور پانچ اراکین پر مشتمل ہوگا جنھیں مرکزی حکومت ممتاز، قابل اور دیانتدار اشخاص میں سے نامزد کرے گی۔

لیکن پانچ اراکین جن میں چیر پرسن بھی شامل ہے اقلیتی فرقوں میں سے ہوں گے۔''

کمیشن کے کارہائے منصبی

دفعہ 9 میں کمیشن کے کارہائے منصبی کی تفصیل درج کی گئی ہے جو اس طرح ہے:

''9۔ کمیشن کے کارہائے منصبی۔ (1) کمیشن حسب ذیل تمام کارہائے منصبی یا کوئی کارِ منصبی انجام دے گا یعنی کہ:

(الف) یونین اور ریاستوں کے تحت اقلیتوں کی ترقی کی پیش رفت کا جائزہ لینا۔

(ب) پارلیمنٹ اور ریاستی قانون ساز مجالس کے وضع کیے گئے قوانین اور آئین میں فراہم کیے گئے تحفظات کی کارگزاری کی رہنمائی کرنا۔

(ج) مرکزی حکومت یا ریاستی حکومتوں کا اقلیتوں کے مفادات کے تحفظ کے لیے تحفظات کی موثر عمل آوری کے لیے سفارشات پیش کرنا۔

(د) اقلیتوں کی حقوق اور تحفظات سے محرومی کی نسبت مخصوص شکایات کی جانچ پڑتال کرنا اور ایسے امور کو متعلقہ حکام کے ساتھ اٹھانا۔

(ہ) اقلیتوں کے خلاف کسی امتیاز سے پیدا شدہ مسائل کے لیے مطالعے کروانا اور ان کے تدارک کے لیے اقدام کی سفارش کرنا۔

(و) اقلیتوں کی سماجی و اقتصادی نیز تعلیمی ترقی سے متعلق امور پر مطالعہ، تحقیق اور تجزیہ عمل

میں لانا۔

(ز) کسی اقلیت کی نسبت مرکزی حکومت یا ریاستی حکومتوں کے اٹھائے جانے والے مناسب اقدام تجویز کرنا۔

(ح) اقلیتوں سے متعلق کسی معاملے بالخصوص انھیں درپیش مشکلات پر میعادی یا خصوصی رپورٹیں مرکزی حکومت کو پیش کرنا۔

(ط) کوئی دیگر امر جو مرکزی حکومت اسے رجوع کرے۔

(2) مرکزی حکومت ضمن (1) کے فقرہ (ج) میں محولہ سفارشات ایک یادداشت کے ساتھ پارلیمنٹ کے ہر ایک ایوان کے سامنے پیش کروائے گی جس میں یونین سے متعلق سفارشات پر کی گئی یا کی جانے والی کارروائی کی وضاحت ہو نیز ان سفارشات میں سے کسی سفارش کو اگر کوئی ہو منظور نہ کرنے کے وجوہات بھی درج ہوں۔

(3) جب ضمن (1) کے فقرہ (ج) میں محولہ کسی سفارش یا اس کے کسی حصہ کا تعلق کسی ریاستی حکومت سے ہو تو کمیشن ایسی سفارش یا اس کے ایسے حصے کی ایک نقل ریاستی حکومت کو ارسال کرے گا جو اسے ریاستی قانون سازیہ کے سامنے ایک یادداشت کے ہمراہ پیش کروائے گی جس میں ریاست سے متعلق سفارشات پر کی جانے والی کارروائی کی وضاحت ہو نیز ایسی سفارش یا حصہ، اگر کوئی ہو، کو منظور نہ کرنے کے وجوہات درج ہوں۔

(4) کمیشن کو ضمن (1) کے ذیلی فقرہ جات (الف)، (ب) اور (ج) میں متذکرہ کارہائے منصبی میں سے کسی کار منصبی کو انجام دیتے وقت کسی مقدمہ کی سماعت کرنے میں دیوانی عدالت کے تمام اختیارات حاصل ہوں گے بالخصوص حسب ذیل امور کی نسبت یعنی کہ:

(الف) بھارت کے کسی حصے سے کسی شخص کو طلب کرنا اور اسے حاضر کروانا نیز اس سے حلف پر بیان لینا۔

(ب) کسی دستاویز کے انکشاف اور پیش کیے جانے کا حکم دینا۔

(ج) بیان حلفی پر شہادت لینا۔

(د) کسی عدالت یا دفتر سے کوئی سرکاری ریکارڈ یا اس کی نقل طلب کرنا۔

(ہ) گواہوں کے بیانات لینے اور دستاویزات کے ملاحظے کے لیے کمیشن جاری کرنا۔

(و) کوئی دیگر امر جو مقرر کیا جائے۔"

■ اقلیتی تعلیمی اداروں کے لیے قومی کمیشن

اقلیتی تعلیمی اداروں کے لیے قومی کمیشن ایکٹ، 2004 کے تحت اقلیتی تعلیمی اداروں کے لیے قومی کمیشن قائم کیا گیا تھا اور اس کمیشن کو درج ذیل ذمہ داریاں سونپی گئی تھیں۔

1۔ اقلیتوں کی تعلیم سے متعلق کسی بھی ایسے امر کی بابت مرکزی یا ریاستی حکومت کو صلاح دینا جو اس غرض سے اس کے پاس بھیجا جائے۔

2۔ اقلیتی تعلیمی اداروں کے قیام و انتظام و انصرام سے متعلق اقلیتوں کے حقوق کی خلاف ورزی یا محرومئ حقوق کی بابت شکایات پر غور کرنا۔

3۔ ایکٹ کے جدول میں مصرحہ 6 مرکزی یونیورسٹیوں کے ساتھ کسی اقلیتی ادارے کے الحاق کی بابت کسی بھی تنازعہ کا فیصلہ کرنا۔

4۔ مرکزی حکومت کو مختلف اقدامات کی عمل آوری کی بابت رپورٹ وسفارشات بھیجنا۔

2006 میں اس ایکٹ میں کافی ترامیم کی گئیں اور اس کمیشن کو مزید اختیارات عطا کیے گئے جن میں سے کچھ اہم اختیارات اس طرح ہیں:

1- کوئی بھی اقلیتی ادارہ اپنی پسند کی یونیورسٹی سے اس کے قواعد وضوابط کے تابع الحاق کا حقدار ہوگا۔

2۔ اگر کسی اقلیتی ادارے کو 60 دن کی مدت کے اندر نوآبجیکشن سرٹیفکیٹ نہیں دیا جاتا ہے یا اس مدت کے دوران کوئی فیصلہ نہیں کیا جاتا ہے تو درخواست گزار کو اس بات کا حق حاصل ہوگا کہ وہ حسب دلخواہ اقلیتی ادارہ قائم کر سکے اور ایسی صورت میں یہ قیاس کیا جائے گا کہ ایسا ادارہ قائم کرنے کے لیے نوآبجیکشن سرٹیفکیٹ دے دیا گیا ہے۔

3۔ نوآبجیکشن سرٹیفکیٹ دینے یا نہ دینے کی بابت ہر تنازعہ کے حل کے لیے کمیشن سے

رجوع کرنا ہوگا چونکہ اس ضمن میں صرف کمیشن کو ہی اپیلی فورم کے اختیارات حاصل ہیں۔

4۔ اگر کوئی اقلیتی تعلیمی ادارہ اس غرض کو پورا کرنے میں ناکام رہتا ہے جس کے لیے اسے قائم کیا گیا تھا تو کمیشن کو اس بات کا حق حاصل ہوگا کہ وہ اس ادارے کو اس کی اقلیتی حیثیت سے محروم کردے۔

5۔ کسی بھی ذیلی عدالت کو اس بات کا حق حاصل نہیں ہوگا کہ وہ کمیشن کے صادر کیے گئے کسی بھی حکم کے خلاف کسی مقدمے، درخواست وغیرہ کی سماعت کر سکے۔

■ قومی کمیشن برائے مذہبی ولسانی اقلیات

اس کمیشن کا قیام 2004 میں کیا گیا تھا لیکن اس نے اپنا کام 2005 میں شروع کیا۔ اس کمیشن کا شمار ایسے کمیشنوں کے زمرے میں ہوتا ہے جنھیں کسی خاص غرض سے کسی خاص مدت کے لیے عارضی طور پر قائم کیا جاتا ہے۔ اس کمیشن کا مقصد مذہبی ولسانی اقلیتوں میں تعلیمی اور معاشی اعتبار سے پسماندہ طبقات کی شناخت کرنے کے ساتھ ساتھ ان کی فلاح وبہبود کے لیے ضروری سفارشات کرنا تھا جس میں تعلیمی اداروں اور سرکاری ملازموں میں انھیں ریزرویشن دیے جانے سے متعلق معاملات پر غور کرنا، سفارش کرنا اور ان پر عمل آوری کے لیے ضروری آئینی، قانونی اور انتظامی ڈھانچے کی بابت مشورہ دینا تھا۔ بعد میں اس کمیشن کے امور مفوضہ میں اس بات کو بھی شامل کیا گیا کہ وہ اس بات پر غور کرے اور اس ضمن میں سفارش کرے کہ عیسائیوں اور مسلم دلتوں کو درج فہرست ذاتوں میں شامل کیا جائے یا نہیں۔ یہ کمیشن حکومت کے روبرو اپنی رپورٹ پیش کر چکا ہے اور اس نے اقلیتوں کے لیے ملازمت وتعلیمی اداروں میں ریزرویشن کا فارمولا پیش کرنے کے ساتھ ساتھ عیسائیوں اور مسلم دلتوں کو درج فہرست ذاتوں میں شامل کرنے کی بھی سفارش کی ہے جس پر حکومت غور کر رہی ہے۔

■ درج فہرست ذاتوں کے لیے قومی کمیشن

واضعین قانون نے قانون وضع کرتے وقت یہ محسوس کیا کہ ہمارے ملک میں کچھ فرقوں کے ساتھ نہ صرف امتیاز برتا جارہا ہے بلکہ وہ معاشرتی، تعلیمی ومعاشی اعتبار سے بھی نہایت پسماندہ

ہیں اور ان میں سے کچھ کو تو اچھوت بھی سمجھا جاتا ہے اور یہ سلسلہ ایک قدیم عرصے سے چلا آرہا ہے۔ ان فرقوں کو درج فہرست ذاتوں اور درج فہرست قبائل کے طور پر نوٹیفائی کیا گیا اور اس صورت حال سے نمٹنے کے لیے ان کے لیے دو الگ الگ کمیشن قائم کیے گئے ہیں۔ آیئے پہلے آئین کی دفعہ 338 کے تحت درج فہرست ذاتوں کے لیے بنائے گئے کمیشن کی بات کریں۔ آئین کی دفعہ 338 میں اس کمیشن کی تفصیل اور فرائض منصبی کی مکمل تفصیل دی گئی ہے۔ یہ دفعہ اس طرح ہے۔

''338-درج فہرست ذاتوں کے لیے قومی کمیشن۔(1) درج فہرست ذاتوں کے لیے ایک کمیشن ہوگا جو درج فہرست ذاتوں کے لیے قومی کمیشن کے نام سے جانا جائے گا۔

(2) پارلیمنٹ کے ذریعے اس کے ضمن میں بنائے گئے کسی قانون کی توضیعات کے تحت رہتے ہوئے کمیشن ایک میر مجلس، ایک نائب میر مجلس اور تین دیگر ارکان سے ملکر بنے گا اور اس طرح مقرر میر مجلس، نائب میر مجلس اور دیگر ارکان کی خدمات کی شرائط اور عہدہ کی میعاد ایسی ہوں گی جو صدر قانون کے ذریعہ طے کرے۔

(3) صدر اپنے دستخط اور مہر سے حکم نامہ کے ذریعہ میر مجلس، نائب میر مجلس اور دیگر ارکان کا تقرر کرے گا۔

(4) کمیشن کو اپنے ضابطے خود مقرر کرنے کا اختیار ہوگا۔

(5) کمیشن کا یہ فرض ہوگا کہ وہ۔۔۔

(الف) درج فہرست ذاتوں کے لیے یا اس وقت نافذ کسی دیگر قانون یا سرکار کے کسی حکم کے تحت توضیع کیے ہوئے تحفظات سے متعلق سبھی امور کی جانچ کرے اور ان پر نگرانی رکھے اور ایسے تحفظات کے کاموں کا جائزہ لے،

(ب) درج فہرست ذاتوں کو ان کے حقوق اور تحفظات سے محروم کرنے کی بابت مصرحہ شکایتوں کی جانچ کرے،

(ج) درج فہرست ذاتوں کی سماجی اور معاشی ترقی کے منصوبوں کے ضابطے میں حصہ لے

اوران پر صلاح دے اور یونین اور کسی ریاست کے تابع ان کی ترقی کی رفتار کا جائزہ لے۔

(د) ان تحفظات کے کاموں کے بارے میں ہر سال اور ایسے دیگر اوقات پر جو کمیشن ٹھیک سمجھے صدر کو رپورٹ دے،

(ہ) ایسی رپورٹوں میں ان طریقوں کے بارے میں جو ان تحفظات کی موثر تعمیل کے لیے یونین یا کسی ریاست کے ذریعہ کیے جانے چاہئیں اور درج فہرست ذاتوں کے تحفظ، مفاد او رساجی و معاشی ترقی کے لیے دیگر طریقوں کے بارے میں سفارش کرے۔

(و) درج فہرست ذاتوں کے تحفظ، مفاد، ترقی اور فروغ کے متعلق ایسے دیگر کاموں کو انجام دے جو صدر پارلیمنٹ کے ذریعہ بنائے گئے کسی قانون کی توضیعات کے تحت رہتے ہوئے بذریعہ قانون صراحت کرے۔

(6) صدر ایسی سبھی رپورٹوں کو پارلیمنٹ کے ہر ایوان کے روبرو پیش کروائے گا اور اس کے ساتھ یونین سے متعلق سفارشوں پر کی گئی یا کیے جانے کے لیے تجویز کی ہوئی کارروائی اور اگر کوئی ایسی سفارش نامنظور کی گئی ہے تو نامنظوری کی وجوہات کو واضح کرنے والی تشریحی یادداشت بھی ہوگی۔

(7) جہاں کوئی ایسی رپورٹ یا اس کا کوئی حصہ کسی ایسے مضمون سے متعلق ہے جن کا کسی ریاست کی سرکار سے تعلق ہے تو ایسی رپورٹ کی نقل اس ریاست کے گورنر کو بھیجی جائے گی جو اسے ریاست کی قانون ساز مجلس کے روبرو پیش کروائے گا اور اس کے ساتھ ریاست سے متعلق سفارشوں پر کی گئی یا کیے جانے کے .لیے تجویز کی ہوئی کارروائی اور اگر کوئی ایسی سفارش نامنظور کی گئی ہے تو نامنظوری کی وجوہات کو واضح کرنے والی تشریحی یادداشت بھی ہوگی۔

(8) کمیشن کو فقرہ (5) کے ذیلی فقرہ (الف) میں محولہ کسی مضمون کی جانچ کرتے وقت یا ذیلی فقرہ (ب) میں محولہ کسی شکایت کے بارے میں جانچ کرتے وقت بالخصوص مندرجہ ذیل مضامین کے متعلق وہ سبھی اختیارات ہوں گے جو مقدمہ کی ساعت کرتے وقت دیوانی عدالت کو ہیں، یعنی:

(الف) بھارت کے کسی بھی حصہ سے کسی شخص کو سمن کرنا اور حاضر کرانا اور حلف پر اس کا بیان لینا؛

(ب) کسی دستاویز کو ظاہر اور پیش کرنے کا مطالبہ کرنا؛

(ج) حلف ناموں پر شہادت لینا؛

(د) کسی عدالت یا دفتر سے کسی قومی ریکارڈ یا اسکی نقل کا مطالبہ کرنا؛

(ہ) گواہوں اور دستاویزوں کی آزمائش کے لیے کمیشن نکالنا؛

(و) کوئی دیگر معاملہ جو صدر قانون کے ذریعہ طے کرے۔

(9) یونین اور ہر ایک ریاست کی سرکار درج فہرست ذاتوں کو متاثر کرنے والے سبھی اہم پالیسی امور پر کمیشن سے مشورہ کرے گی۔

(10) اس دفعہ میں درج فہرست ذاتوں کے لیے ہدایت کا یہ مطلب سمجھا جائے گا کہ اس کے ضمن میں ایسے دیگر پسماندہ طبقوں کے لیے ہر ہدایت جن کو صدر دفعہ 340 کے فقرہ (1) کے تحت متعین کمیشن کی رپورٹ کو حاصل کرنے پر حکم کے ذریعہ صراحت کرے اور اینگلو انڈین فرقے کے لیے ہدایت بھی ہے۔''

■ درج فہرست قبیلوں کے لیے قومی کمیشن

درج فہرست ذاتوں کے لیے بنائے گئے قومی کمیشن کی طرح درج فہرست قبیلوں کے لیے بھی آئین کی دفعہ 338الف کے تحت ایک قومی کمیشن بنایا گیا ہے۔ اس دفعہ میں اس کمیشن کی تفصیل اور فرائض منصبی کی مکمل تفصیل دی گئی ہے۔ یہ دفعہ اس طرح ہے۔

''338الف ۔ درج فہرست قبیلوں کے لیے قومی کمیشن۔ (1) درج فہرست قبیلوں کے لیے ایک کمیشن ہوگا جو درج فہرست قبیلوں کے لیے قومی کمیشن کے نام سے جانا جائے گا۔

(2) پارلیمنٹ کے ذریعے اس کے ضمن میں بنائے گئے کسی قانون کی توضیعات کے تحت رہتے ہوئے کمیشن ایک میر مجلس، ایک نائب میر مجلس اور تین دیگر ارکان سے مل کر بنے گا اور اس طرح مقرر میر مجلس، نائب میر مجلس اور دیگر ارکان کی خدمات کی شرائط اور عہدہ کی میعاد ایسی ہوں

گی جو صدر قانون کے ذریعہ طے کرے۔

(3) صدر اپنے دستخط اور مہر سے حکم نامہ کے ذریعہ میر مجلس، نائب میر مجلس اور دیگر ارکان کا تقرر کرے گا۔

(4) کمیشن کو اپنے ضابطے خود مقرر کرنے کا اختیار ہوگا۔

(5) کمیشن کا یہ فرض ہوگا کہ وہ۔۔۔

(الف) درج فہرست قبیلوں کے لیے یا اس وقت نافذ کسی دیگر قانون یا سرکار کے کسی حکم کے تحت توضیع کیے ہوئے تحفظات سے متعلق سبھی امور کی جانچ کرے اور ان پر نگرانی رکھے اور ایسے تحفظات کے کاموں کا جائزہ لے،

(ب) درج فہرست قبیلوں کو ان کے حقوق اور تحفظات سے محروم کرنے کی بابت مصرحہ شکایتوں کی جانچ کرے،

(ج) درج فہرست قبیلوں کی سماجی اور معاشی ترقی کے منصوبوں کے ضابطے میں حصہ لے اور ان پر صلاح دے اور یونین اور کسی ریاست کے تابع ان کی ترقی کی رفتار کا جائزہ لے۔

(د) ان تحفظات کے کاموں کے بارے میں ہر سال اور ایسے دیگر اوقات پر جو کمیشن ٹھیک سمجھے صدر کو رپورٹ دے،

(ہ) ایسی رپورٹوں میں ان طریقوں کے بارے میں جو ان تحفظات کی مؤثر تعمیل کے لیے یونین یا کسی ریاست کے ذریعہ کیے جانے چاہئیں اور درج فہرست ذاتوں کے تحفظ، مفاد او رسماجی و معاشی ترقی کے لیے دیگر طریقوں کے بارے میں سفارش کرے۔

(و) درج فہرست قبیلوں کے تحفظ، مفاد، ترقی اور فروغ کے متعلق ایسے دیگر کاموں کو انجام دے جو صدر پارلیمنٹ کے ذریعہ بنائے گئے کسی قانون کی توضیعات کے تحت رہتے ہوئے بذریعہ قانون صراحت کرے۔

(6) صدر ایسی سبھی رپورٹوں کو پارلیمنٹ کے ہر ایوان کے روبرو پیش کروائے گا اور اس کے ساتھ یونین سے متعلق سفارشوں پر کی گئی یا کیے جانے کے لیے تجویز کی ہوئی کارروائی اور اگر

کوئی ایسی سفارش نامنظور کی گئی ہے تو نامنظوری کی وجوہات کو واضح کرنے والی تشریحی یادداشت بھی ہوگی۔

(7) جہاں کوئی ایسی رپورٹ یا اس کا کوئی حصہ کسی ایسے مضمون سے متعلق ہے جن کا کسی ریاست کی سرکار سے تعلق ہے تو ایسی رپورٹ کی نقل اس ریاست کے گورنر کو بھیجی جائے گی جو اسے ریاست کی قانون ساز مجلس کے روبرو پیش کروائے گا اور اس کے ساتھ ریاست سے متعلق سفارشوں پر کی گئی یا کیے جانے کے لیے تجویز کی ہوئی کاروائی اور اگر کوئی ایسی سفارش نامنظور کی گئی ہے تو نامنظوری کی وجوہات کو واضح کرنے والی تشریحی یادداشت بھی ہوگی۔

(8) کمیشن کو فقرہ (5) کے ذیلی فقرہ (الف) میں محولہ کسی مضمون کی جانچ کرتے وقت یا ذیلی فقرہ (ب) میں محولہ کسی شکایت کے بارے میں جانچ کرتے وقت بالخصوص مندرجہ ذیل مضامین کے متعلق وہ سبھی اختیارات ہوں گے جو مقدمہ کی ساعت کرتے وقت دیوانی عدالت کو ہیں، یعنی:

(الف) بھارت کے کسی بھی حصہ سے کسی شخص کو سمن کرنا اور حاضر کرانا اور حلف پر اس کی آزمائش کرنا؛

(ب) کسی دستاویز کو ظاہر اور پیش کرنے کا مطالبہ کرنا؛

(ج) حلف ناموں پر شہادت لینا؛

(د) کسی عدالت یا دفتر سے کسی قومی ریکارڈ یا اسکی نقل کا مطالبہ کرنا؛

(ہ) گواہوں اور دستاویزوں کی آزمائش کے لیے کمیشن نکالنا؛

(و) کوئی دیگر معاملہ جو صدر قانون کے ذریعہ طے کرے۔

(9) یونین اور ہر ایک ریاست کی سرکار درج فہرست قبیلوں کو متاثر کرنے والے سبھی اہم پالیسی امور پر کمیشن سے مشورہ کرے گی۔

(10) اس دفعہ میں درج فہرست ذاتوں کے لیے ہدایت کا یہ مطلب سمجھا جائے گا کہ اس کے ضمن میں ایسے دیگر پسماندہ طبقوں کے لیے ہر ہدایت جن کو صدر دفعہ 340 کے فقرہ (1) کے

تحت متعین کمیشن کی رپورٹ کو حاصل کرنے پر حکم کے ذریعہ صراحت کرے اور اینگلو انڈین فرقے کے لیے ہدایت بھی ہے۔"

■ قومی پسماندہ طبقات کمیشن

قومی پسماندہ طبقات کمیشن ایکٹ، 1993 کے تحت قومی پسماندہ طبقات کمیشن کے نام سے موسوم ایک کمیشن بنایا گیا ہے تاکہ درج فہرست ذاتوں اور درج فہرست قبائل کے سوا پسماندہ طبقوں سے متعلق امور یا ضمنی امور پر غور کیا جاسکے اور ان طبقات کے مختلف مسائل حل کرنے کے لیے حکومت کو سفارشات کی جاسکے۔

کمیشن کی تشکیل

دفعہ 3 میں کمیشن کی تشکیل کی تفصیل درج کی گئی ہے جو اس طرح ہے:

"3-پسماندہ طبقات کے لیے قومی کمیشن کی تفصیل۔ (1) مرکزی حکومت ایک جماعت تشکیل دے گی جسے قومی پسماندہ طبقات کمیشن کہا جائے گا تاکہ وہ اس ایکٹ کے تحت اسے تفویض کیے گئے اختیارات کا استعمال کرے اور اسے سونپے گئے کار ہائے منصبی انجام دے۔

(2) کمیشن مرکزی حکومت کے نامزد کیے گئے مندرجہ ذیل اراکین پر مشتمل ہوگا:

(الف) چیر پرسن جو سپریم کورٹ یا عدالت عالیہ کا جج ہو یا رہا ہو؛

(ب) سماجی سائنسداں؛

(ج) دو ایسے اشخاص جنھیں پسماندہ طبقات کی نسبت امور کا خصوصی علم حاصل ہو؛ اور

(د) ایک رکن سکریٹری جو مرکزی حکومت میں بھارت کی حکومت کے سکریٹری کے عہدے کا افسر ہو یا رہا ہو۔"

کمیشن کے کار ہائے منصبی

دفعہ 9 میں کمیشن کے کار ہائے منصبی کی تفصیل درج کی گئی ہے جو اس طرح ہے:

"9- کمیشن کے کار ہائے منصبی۔ (1) کمیشن شہریوں کے کسی طبقے کو فہرستوں میں بحیثیت پسماندہ طبقہ شامل کرنے کی درخواستوں کا ملاحظہ کرے گا اور ایسی فہرستوں میں کسی پسماندہ طبقے کی زائد

شمولیت یا کم شمولیت کی شکایات سنے گا اور مرکزی حکومت کو ایسا مشورہ دے گا جسے وہ مناسب سمجھے۔

(2) مرکزی حکومت کمیشن کے مشورے کی عام طور پر پابند ہوگی۔"

کمیشن کے اختیارات

دفعہ 10 میں کمیشن کے اختیارات کی تفصیل درج کی گئی ہے جو اس طرح ہے:

"10- کمیشن کے اختیارات۔ کمیشن کو دفعہ 9 کے ضمن (1) کے تحت اپنے کارہائے منصبی انجام دیتے وقت کسی دعوے کی سماعت کرنے والی دیوانی عدالت کے تمام اختیارات حاصل ہوں گے اور بالخصوص مندرجہ ذیل امور کی نسبت، یعنی :۔

(الف) بھارت کے کسی حصے سے کسی شخص کو طلب کرنا اور حاضر کروانا نیز اس کا حلف پر بیان لینا؛

(ب) کسی دستاویز کے انکشاف اور پیش کرنے کا حکم دینا؛

(ج) بیانات حلفی پر شہادت لینا؛

(د) کسی عدالت یا دفتر سے کوئی سرکاری ریکارڈ یا اس کی نقل طلب کرنا؛

(ہ) گواہان کے بیانات لینے اور دستاویزات کے ملاحظے کے لیے کمیشن جاری کرنا؛ اور

(و) کوئی دیگر امر جو مقرر کیا جائے۔

■ قومی انسانی حقوق کمیشن

انسانی حقوق تحفظ ایکٹ، 1993 میں مرکزی سطح پر قومی انسانی حقوق کمیشن اور ریاستی سطح پر ریاستی انسانی حقوق کمیشنوں کی تشکیل اور انسانی حقوق عدالتوں کے قیام کی بابت دفعات شامل کی گئی ہیں۔ قومی انسانی حقوق کمیشن کو ہمارے ملک میں اس وقت انسانی حقوق کے تحفظ اور فروغ کے لیے کلیدی حیثیت حاصل ہے اور یہ ادارہ یقینی طور پر اس میدان میں ایک اہم کردار ادا کر رہا ہے۔ کتنے ہی معاملات میں یہ متاثرہ افراد کو معاوضہ ادا کرنے کی سفارش کر چکا ہے۔ اس کے علاوہ کئی معاملات میں جہاں اس کمیشن کو یہ محسوس ہوتا ہے کہ انسانی حقوق کی خلاف ورزی ہو رہی ہے تو یہ وہاں خود دخل اندازی کرتا ہے اور متضرر افراد کو راحت دینے یا دلانے کے لیے آگے

آ تا ہے۔اس کے علاوہ اگر کسی معاملے میں قانونی کارروائی کے دوران اسے یہ محسوس ہوتا ہے کہ کمیشن کا اس معاملے میں حقوق انسانی کے تحفظ کی غرض سے دخل انداز ہونا ضروری ہے تو وہ اس معاملے میں ایک فریق کی حیثیت سے شامل ہونے میں بھی گریز نہیں کرتا۔ گجرات کے معاملات میں اس کمیشن نے اپنے ان اختیارات کا سپریم کورٹ کے روبرو پورا پورا استعمال کیا۔ مرکزی وریاستی کمیشن دونوں ہی، حسب صورت، پارلیمنٹ یا ریاستی قانون سازیہ کو سالانہ رپورٹیں بھیجتے ہیں۔اس کے علاوہ اگر کوئی اور ایسا معاملہ ان کمیشنوں کے روبرو آتا ہے جو کسی وقت فوری تصفیہ کے اعتبار سے نہایت اہمیت کا حامل ہو تو یہ کمیشن اپنی خصوصی رپورٹ متعلقہ حکومت کو بھیجتا ہے۔ قومی وریاستی کمیشنوں کی رپورٹیں بالترتیب پارلیمنٹ یا ریاستی قانون سازیہ کے روبرو پیش کی جاتی ہیں۔ اگر کمیشن کے ذریعے داخل کی گئی رپورٹ میں کوئی سفارشات یا کسی کارروائی کی تجویز رکھی گئی ہو اور اس پر عمل نہ کیا گیا ہو تو مرکزی حکومت یا ریاستی حکومت، جیسی کہ صورت ہو، عدم منظوری کی وجوہات کی یادداشت، حسب صورت، پارلیمنٹ یا ریاستی قانون سازیہ کے روبرو رکھے گی۔ آیئے اب اس کمیشن کی تشکیل، اس کے کارہائے منصبی واختیارات وغیرہ کا مختصراً جائزہ لیں۔

قومی کمیشن کی تشکیل

1993 کے ایکٹ کی دفعہ 3 میں کمیشن کی تشکیل کی تفصیل درج کی گئی ہے جو اس طرح ہے:

''3- قومی انسانی حقوق کمیشن کی تشکیل۔(1) مرکزی حکومت ایک باڈی تشکیل دے گی جسے قومی انسانی حقوق کمیشن کہا جائے گا تا کہ وہ اسے اس ایکٹ کے تحت تفویض کیے گئے اختیارات کا استعمال کرے، اور اسے سپرد کیے گئے کارہائے منصبی انجام دے۔

(2) کمیشن مندرجہ ذیل اشخاص پر مشتمل ہوگا:۔

(الف) ایک چیئر پرسن جو سپریم کورٹ کا چیف جسٹس رہا ہو؛

(ب) ایک رکن جو سپریم کورٹ کا جج ہو یا رہا ہو؛

(ج) ایک رکن جو ہائی کورٹ کا چیف جسٹس ہو یا رہا ہو؛

(د) دو ارکان جنھیں ایسے اشخاص میں سے مقرر کیا جائے گا جنھیں انسانی حقوق کی نسبت

امور کا علم یا عملی تجربہ ہو۔

(3) قومی اقلیتی کمیشن، درج فہرست ذاتوں کے لیے قومی کمیشن، درج فہرست قبائل کے لئے قومی کمیشن، کمیشن برائے خواتین کے چیر پرسن دفعہ 21 کے فقرہ (ب) تا (ی) میں مصرحہ کارہائے منصبی کی انجام دہی کے لیے کمیشن کے اراکین متصور ہوں گے۔

(4) ایک سکریٹری جنرل ہوگا جو کمیشن کا اعلیٰ عاملانہ افسر ہوگا اور وہ ایسے اختیارات کا استعمال کرے گا اور کمیشن کے ایسے کارہائے منصبی انجام دے گا (ماسوائے عدالتی کارہائے منصبی اور دفعہ 40ب کے تحت ضوابط وضع کرنے کا اختیار) جو کمیشن یا چیر پرسن اسے تفویض کرے۔

(5) کمیشن کا صدر مقام دہلی میں ہوگا اور کمیشن، مرکزی حکومت کی ماقبل منظوری سے، بھارت کی دیگر جگہوں پر دفاتر قائم کر سکے گا۔''

کمیشن کے کارہائے منصبی

دفعہ 12 میں کمیشن کے کارہائے منصبی کی تفصیل درج کی گئی ہے جو اس طرح ہے:

''12- کمیشن کے کارہائے منصبی۔ کمیشن مندرجہ ذیل تمام کارہائے منصبی یا ان میں سے کوئی کار منصبی انجام دے گا، یعنی:-

(الف) مندرجہ ذیل کی نسبت شکایت کی خود یا متاثرہ شخص یا اس کی جانب سے کسی شخص کی اس کو پیش کی گئی عرضی پر یا کسی عدالت کی ہدایت یا حکم پر، تحقیقات کرے گا۔

(i) انسانی حقوق کی خلاف ورزی یا اس کی اعانت، یا

(ii) کسی سرکاری ملازم کی، ایسی خلاف ورزی کے انسداد میں غفلت؛

(ب) کسی ایسی کارروائی میں جس میں کسی عدالت کے روبرو زیر سماعت انسانی حقوق کی خلاف ورزی کا کوئی الزام شامل ہو، ایسی عدالت کی منظوری سے مداخلت کرے گا؛

(ج) فی الوقت نافذ العمل کسی قانون میں کسی بات کے ہوتے ہوئے بھی ریاستی حکومت کے زیر نگرانی کسی ایسی جیل یا کسی دیگر ادارے کا دورہ کرے گا؛ جہاں اشخاص کو علاج، اصلاح یا تحفظ کی اغراض کے لیے زیر حراست رکھا جائے یا ٹھہرایا جائے تاکہ مکینوں کے حالات زندگی کا

مطالعہ کیا جاسکے اور اس پر اپنی سفارشات پیش کی جاسکے۔

(د) انسانی حقوق کے تحفظ کے لیے آئین یا کسی فی الوقت نافذ قانون کی رو سے یا اس کے تحت فراہم کیے گئے تحفظات کا جائزہ لے گا اور ان کے موثر عمل درآمد کے لیے اقدام کی سفارش کرے گا؛

(ہ) ایسے عناصر، جن میں تشدد کے واقعات شامل ہیں، کا جائزہ لے گا جن سے انسانی حقوق کے استعمال میں رکاوٹ پڑتی ہو اور مناسب انسدادی اقدام کی سفارش کرے گا؛

(و) انسانی حقوق پر معاہدوں اور دیگر بین الاقوامی دستاویزات کا مطالعہ کرے گا اور ان کے موثر عمل درآمد کے لیے سفارشات کرے گا؛

(ز) انسانی حقوق کے میدان میں تحقیق کرے گا اور اسے بڑھاوا دے گا؛

(ح) سماج کے مختلف طبقوں میں انسانی حقوق کی تعلیم پھیلائے گا اور مطبوعات، ابلاغ عامہ، سمناروں اور دیگر دستیاب ذرائع کے ذریعے ان حقوق کے تحفظ کے لیے دستیاب تحفظات کی جانکاری کو بڑھاوا دے گا؛

(ط) غیر سرکاری تنظیموں اور انسانی حقوق کے میدان میں کام کرنے والے اداروں کی کاوشوں کی حوصلہ افزائی کرے گا؛

(ی) ایسے دیگر کار ہائے منصبی جنھیں وہ انسانی حقوق کے بڑھاوے کے لیے ضروری سمجھے۔

تحقیقات کی نسبت اختیارات

1993 کے ایکٹ کی دفعہ 13 میں کمیشن کے تحقیقات کی نسبت اختیارات کی تفصیل درج کی گئی ہے جو اس طرح ہے:

"13 - تحقیقات کی نسبت اختیارات۔ (1) کمیشن کو، اس ایکٹ کے تحت شکایات کی تحقیقات کرتے وقت، مجموعہ ضابطہ دیوانی، 1908 کے تحت دعویٰ سماعت کرنے والی دیوانی عدالت کے تمام اختیارات حاصل ہوں گے اور بالخصوص مندرجہ ذیل امور کی نسبت، یعنی:

(الف) گواہان کو طلب کرنا اور حاضر کروانا نیز ان کا حلف پر بیان لینا؛

(ب) کسی دستاویز کا انکشاف اور پیش کرنا؛

(ج) بیان حلفی پر شہادت لینا؛

(د) کسی عدالت یا دفتر سے کوئی سرکاری ریکارڈ یا اس کی نقل حاصل کرنا؛

(ہ) گواہان کے بیان یا دستاویزات کے ملاحظے کے لیے کمیشن جاری کرنا؛

(و) کوئی دیگر امر جو مقرر کیا جائے۔

(2) کمیشن کو کسی شخص کو، کسی ایسی عدالت کے تابع جس کا وہ شخص کسی فی الوقت نافذ قانون کے تحت دعوٰی کرے، ایسی باتوں یا امور پر معلومات مہیا کرنے کا حکم دینے کا اختیار حاصل ہوگا، جو کمیشن کی رائے میں تحقیقات کے موضوع کے لیے مفید، یا اس سے متعلق ہو، اور کوئی شخص جسے ایسا حکم دیا گیا ہو، مجموعہ تعزیرات بھارت کی دفعہ 176 اور دفعہ 177 کے معنوں میں ایسی معلومات مہیا کرنے کا قانوناً پابند متصور ہوگا۔

(3) کمیشن یا کوئی دیگر افسر، جو گزیٹیڈ افسر کے عہدے سے کم نہ ہو، جسے کمیشن نے اس بارے میں خصوصی طور پر مجاز کیا ہو کسی ایسی عمارت یا جگہ میں داخل ہو سکے گا جس میں کمیشن کو یہ باور کرنے کی وجہ ہو کہ وہاں تحقیقات کے موضوع کی نسبت کوئی دستاویز پائی جا سکتی ہے، اور مجموعہ ضابطہ فوجداری 1973، کی دفعہ 100 کی توضیعات کے تابع، جہاں تک اس کا اطلاق ہو سکے کسی ایسی دستاویز کو ضبط کر سکتا ہے یا اس کے اقتباسات یا نقول لے سکتا ہے۔

(4) کمیشن ایک عدالت دیوانی متصور ہوگا اور جب مجموعہ تعزیرات بھارت کی دفعہ 175، دفعہ 178، دفعہ 179، دفعہ 180 یا دفعہ 228 میں درج کسی جرم کا ارتکاب کمیشن کے سامنے یا اس کی موجودگی میں کیا جائے تو کمیشن جرم پر مشتمل واقعات اور ملزم کا بیان لینے کے بعد جس کی مجموعہ فوجداری 1973، میں توضیح کی گئی ہے، مقدمہ ایسے مجسٹریٹ کو بھیج دے گا جسے اس کی سماعت کا اختیار حاصل ہو اور ایسا مجسٹریٹ جسے کوئی ایسا مقدمہ بھیجا گیا ہو ملزم کے خلاف استغاثے کی سماعت شروع کرے گا گویا کہ مقدمہ اسے مجموعہ ضابطہ فوجداری، 1973 کی دفعہ 346 کے تحت بھیجا گیا ہے۔

(5) کمیشن کے روبرو ہر ایک کارروائی مجموعہ تعزیرات بھارت کی دفعات 193 اور 228 کے معنوں میں، اور دفعہ 196 کے اغراض کے لیے عدالتی کارروائی متصور ہوگی اور کمیشن مجموعہ ضابطہ فوجداری، 1973، کی دفعہ 195 اور باب 26 کے تمام اغراض کے لیے عدالت دیوانی متصور ہوگا۔

(6) جہاں کمیشن ایسا کرنا ضروری یا قرین مصلحت سمجھے وہاں وہ اپنے حکم سے کسی بھی ایسی شکایت کو جو اس کے روبرو فائل کی گئی ہے یا زیر سماعت ہے اس ایکٹ کی توضیحات کے مطابق فیصلے کے لیے اس ریاست کے ریاستی کمیشن کو بھیج سکتا ہے جہاں سے اس شکایت کا تعلق ہے:

لیکن صرف وہی شکایت ہی ریاستی کمیشن کو بھیجی جا سکے گی جس کی سماعت کا وہ مجاز ہے اور وہ اس دائرہ اختیار میں آتی ہے۔

(7) ذیلی دفعہ (6) کے تحت بھیجی گئی شکایت کا فیصلہ اس طرح کیا جائے گا جیسے کہ وہ شکایت ابتدا میں اسی کے روبرو فائل کی گئی ہو۔''

تحقیقات کے دوران چھان بین

دفعہ 14 میں کمیشن کو تحقیقات کے دوران چھان بین کے جو اختیارات حاصل ہیں ان کی تفصیل درج کی گئی ہے جو اس طرح ہے:

''14- چھان بین۔(1 کمیشن تحقیقات کے متعلق کوئی چھان بین کرنے کی غرض سے مرکزی حکومت یا ریاستی حکومت کے، اتفاق رائے سے، جیسی کہ صورت ہو، مرکزی حکومت یا کسی ریاستی حکومت کے کسی افسر یا چھان بین ایجنسی کی خدمات کا استعمال کر سکے گا۔

(2) تحقیقات کے متعلق کسی امر کی چھان بین کی غرض سے، ایسا کوئی افسر یا ایسی کوئی ایجنسی جس کی خدمات ضمن (1) کے تحت استعمال میں لائی جائیں، کمیشن کی ہدایت اور نگرانی کے تابع،

(الف) کسی شخص کو طلب کر کے حاضر کروا سکے گی اور اس کا بیان لے سکے گی؛

(ب) کسی دستاویز کے انکشاف اور پیش کیے جانے کا حکم دے سکے گی؛ اور

(ج) کسی دفتر سے کوئی سرکاری ریکارڈ یا اس کی نقل طلب کر سکے گی۔

(3) کسی ایسے افسر یا کسی ایسی ایجنسی کے روبرو جس کی خدمات کا ضمن (1) کے تحت استعمال کیا جائے کسی شخص کے دیے گئے کسی بیان کی نسبت دفعہ 15 کی توضیعات کا اطلاق ہوگا جیسے ان کا اطلاق کمیشن کے روبرو شہادت دینے کے دوران کسی شخص کے دیے گئے کسی بیان کی نسبت ہوتا ہے۔

(4) ایسا افسر یا ایسی ایجنسی جس کی خدمات ضمن (1) کے تحت استعمال میں لائی جائیں تحقیقات کے متعلق کسی امر کی چھان بین کرے گی اور اس پر ایک رپورٹ ایسی مدت کے اندر کمیشن کو پیش کرے گی جس کی کمیشن اس بارے میں صراحت کرے۔

(5) کمیشن ضمن (4) کے تحت اس کو پیش کی گئی رپورٹ میں بیان کیے گئے واقعات اور اخذ کیے گئے نتیجے کی، اگر کوئی ہو، درستی کے متعلق اپنا اطمینان کرے گا اور اس غرض کے لیے کمیشن ایسی تحقیقات کرے گا (جس میں اس شخص یا ان اشخاص کا بیان شامل ہے جنھوں نے چھان بین کی یا اس میں معاونت کی) جسے وہ ٹھیک سمجھے۔''

شکایات کی تحقیقات کا طریق کار

دفعہ 17 میں کمیشن شکایات کی تحقیقات کس طرح کرے گا اس کی تفصیل درج کی گئی ہے جو اس طرح ہے:

''17-شکایات کی تحقیقات۔کمیشن انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کی شکایات کی تحقیقات کرتے وقت......

(i) مرکزی حکومت یا کسی ریاستی حکومت یا اس کے ماتحت کسی دیگر اتھارٹی یا تنظیم سے ایسے وقت کے اندر جس کی وہ صراحت کرے معلومات یا رپورٹ طلب کر سکے گا۔

لیکن.......

(الف) اگر معلومات یا رپورٹ کمیشن کے مقررہ وقت کے اندر محصول نہ ہو، تو وہ خود شکایت کی تحقیقات شروع کر سکے گا؛

(ب) اگر، معلومات یا رپورٹ وصول ہونے پر، کمیشن مطمئن ہو کہ یا تو کسی مزید تحقیقات

کی ضرورت نہیں ہے یا یہ کہ مطلوبہ کارروائی متعلقہ حکومت یا اتھارٹی نے شروع کی ہے یا کرلی ہے، تو وہ شکایت پر کارروائی نہیں کرے گا اور حسب شکایت کنندہ کو اطلاع دے گا؛

(ii) فقرہ (ا) میں درج کسی امر کو مضرت پہنچائے بغیر اگر وہ ضروری سمجھے، شکایت کی نوعیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے کوئی تحقیقات شروع کر سکے گا۔"

تحقیقات کے بعد کے اقدام

دفعہ 18 میں کمیشن کو تحقیقات کے بعد کے اقدام کی بابت جو اختیارات حاصل ہیں ان کی تفصیل درج کی گئی ہے جو اس طرح ہے:

"18- تحقیقات کے بعد کے اقدام۔ اس ایکٹ کے تحت کی گئی کسی تحقیقات کے دوران یا اس کی تکمیل کے بعد کمیشن مندرجہ ذیل اقدام میں سے کوئی اقدام کر سکے گا، یعنی:۔

(الف) جب تحقیقات سے کسی سرکاری ملازم کا انسانی حقوق کی خلاف ورزی کے ارتکاب یا انسانی حقوق کی خلاف ورزی کے انسداد میں غفلت یا ترغیب کا انکشاف ہو، تو وہ متعلقہ حکومت یا اتھارٹی کو مندرجہ ذیل سفارش یا سفارشات کر سکتا ہے۔

(i) وہ شکایت کنندہ، یا متاثرہ شخص یا اس کے خاندان کے ارکان کو جو کمیشن ٹھیک سمجھے معاوضہ یا ہرجانہ ادا کرے؛

(ii) متعلقہ شخص یا اشخاص کے خلاف استغاثے کی یا ایسی دیگر کارروائی شروع کرے جسے کمیشن ٹھیک سمجھے۔

(iii) کوئی ایسی دیگر کارروائی کرے جسے وہ مناسب سمجھے۔

(ب) ایسی ہدایات، احکام یا رٹوں کے لیے سپریم کورٹ یا متعلقہ عدالت عالیہ کو رجوع کرے گا جنھیں وہ عدالت ضروری سمجھے؛

(ج) متاثرہ شخص یا اس کے کنبے کے افراد کو ایسی فوری عارضی امداد عطا کرنے کی متعلقہ حکومت یا اتھارٹی کو سفارش کرے گا جسے کمیشن ضروری سمجھے؛

(د) فقرہ (ہ) کی توضیعات کے تابع عرضی دہندہ یا اس کے قائم مقام کو تحقیقات کی

رپورٹ کی ایک نقل فراہم کرے گا؛

(ہ) کمیشن اپنی تحقیقات کی رپورٹ کی ایک نقل مع اپنی سفارشات کے متعلقہ حکومت یا اتھارٹی کو بھیجے گا اور متعلقہ حکومت یا اتھارٹی، ایک ماہ کی مدت یا ایسے مزید وقت کے اندر، جس کی کمیشن اجازت دے، رپورٹ پر، جس میں اس پر کی گئی یا کی جانے والی مجوزہ کارروائی شامل ہے، اپنی رائے کمیشن کو بھیج دے گی؛

(و) کمیشن اپنی تحقیقاتی رپورٹ متعلقہ حکومت یا اتھارٹی کی رائے، اگر کوئی ہو، اور کمیشن کی سفارشات پر متعلقہ حکومت یا اتھارٹی کی کی گئی یا کی جانے والی مجوزہ کارروائی کے ہمراہ شائع کرے گا۔''

ریاستی کمیشنوں کی تشکیل

دفعہ 21 میں ریاستی کمیشنوں کی تشکیل کی تفصیل درج کی گئی ہے جو اس طرح ہے:

''21-انسانی حقوق کے ریاستی کمشنوں کی تشکیل۔(1) کوئی ریاستی حکومت ایک جماعت تشکیل دے سکے گی جسے............(ریاست کا نام) انسانی حقوق کمیشن کہا جائے گا تا کہ وہ اس باب کے تحت ایک ریاستی کمیشن کو تفویض کیے گئے اختیارات کا استعمال کر سکے، اور اسے سپرد کیے گئے کارہائے منصبی انجام دے سکے۔

(2) ریاستی کمیشن اس تاریخ سے جس کی ریاستی حکومت بذریعہ نوٹیفکیشن صراحت کرے مندرجہ ذیل اشخاص پر مشتمل ہوگا۔

(الف) ایک چیر پرسن جو کسی عدالت عالیہ کا اعلیٰ جج رہا ہو؛

(ب) ایک رکن جو کسی عدالت عالیہ کا جج ہو، یا رہا ہو؛

اس ریاست میں ضلع جج ہو، یا رہا ہو؛

(ج) ایک رکن جو ایسے اشخاص میں سے مقرر کیے جائیں گے جنھیں انسانی حقوق کی نسبت امور کا علم، یا عملی تجربہ حاصل ہو۔

(3) ایک سکریٹری بھی ہوگا جو ریاستی کمیشن کا اعلیٰ عاملانہ افسر ہوگا اور ریاستی کمیشن کے ایسے

اختیارات کا استعمال کرے گا اور ایسے کارہائے منصبی انجام دے گا جو کمیشن اسے تفویض کرے۔

(4) ریاستی کمیشن کا صدر دفتر اسی جگہ پر ہوگا جس کی ریاستی حکومت بذریعہ اعلان نامہ صراحت کرے۔

(5) ریاستی کمیشن صرف ان امور کی نسبت انسانی حقوق کی خلاف ورزی کی تحقیقات کر سکے گا جو آئین کی ساتویں فہرست 2 اور فہرست 3 میں درج اندراجات میں سے کسی اندارج کے متعلق ہوں:

لیکن اگر ایسے کسی امر کی تحقیقات کمیشن یا کسی فی الوقت نافذ قانون کے تحت باضابطہ تشکیل دیا ہوا کوئی دیگر کمیشن پہلے ہی کر رہا ہو، تو ریاستی کمیشن مذکورہ امر کی تحقیقات نہیں کرے گا:

مزید شرط یہ ہے کہ جموں و کشمیر انسانی حقوق کمیشن کی نسبت یہ ضمن اس طرح مؤثر ہوگا گویا کہ الفاظ اور ہندسوں ''آئین کی ساتویں فہرست میں فہرست II اور فہرست III'' کے بجائے الفاظ اور ہندسے ''آئین کی ساتویں فہرست میں فہرست III جو ریاست جموں و کشمیر پر قابل اطلاق ہے اور ایسے امور کے متعلق جن کی نسبت اس ریاست کی قانون ساز یہ کو قوانین بنانے کا اختیار حاصل ہے'' درج کیے گئے ہوں۔

(6) لیکن دو یا دو سے زیادہ ریاستی حکومتیں ریاستی کمیشن کے چیر پرسن یا رکن کی رائے سے ایسے چیر پرسن یا رکن کو جیسی بھی صورت ہو، کسی دوسرے ریاستی کمیشن کا بیک وقت چیر پرسن یا رکن مقرر کر سکتی ہیں بشرطیکہ ایسا چیر پرسن یا رکن اس کے لیے راضی ہو۔

لیکن اس ذیلی دفعہ کے تحت ہر تقرری اس ریاست کی بابت دفعہ 22 کی ذیلی دفعہ (1) میں محولہ کمیٹی کی سفارش پر ہی کی جائے گی جس کے لیے مشترک چیر پرسن یا رکن یا دونوں کی، جیسی بھی صورت ہو، تقرری ہونی ہے۔''

انسانی حقوق کی عدالتیں

دفعہ 30 میں انسانی حقوق کی عدالتوں کے قیام کی بابت تفصیل درج کی گئی ہے جو اس طرح ہے:

''30- انسانی حقوق کی عدالتیں۔ انسانی حقوق کی خلاف ورزی سے پیدا ہونے والے

جرائم کی جلد سماعت کرنے کی غرض سے، ریاستی حکومت، عدالت عالیہ کے اعلیٰ جج سے اتفاق رائے کے ساتھ، بذریعہ اعلان نامہ، ہر ضلع کے لیے ایک عدالت سیشن کی صراحت کرے گی جو مذکورہ جرائم کی سماعت کے لیے انسانی حقوق کی عدالت ہوگی:

اس صورت میں اس دفعہ کے کسی امر کا اطلاق نہیں ہوگا جب...... کسی دیگر فی الوقت نافذ قانون کے تحت ایسے جرائم کے لیے،

(الف) کسی عدالت سیشن کو پہلے ہی کسی خصوصی عدالت کے طور پر مصرحہ کیا گیا ہو؛ یا

(ب) کوئی خصوصی عدالت پہلے ہی تشکیل دی گئی ہو۔"

■ اجارہ داری وتحدیدی تجارتی اعمال کمیشن

اجارہ داری وتحدیدی تجارتی اعمال ایکٹ، 1969 کے تحت حکومت ہند نے اجارہ داری وتحدیدی تجارتی کمیشن کے نام سے موسوم ایک مستقل کمیشن قائم کیا جسے قانونی حیثیت حاصل ہے۔ یہ تین رکنی کمیشن 2 اگست 1970 میں قائم کیا گیا تھا۔ اس کمیشن کے کارہائے منصبی میں سب سے اہم کام ان اجارہ داری وتحدیدی تجارتی اعمال کی بابت تحقیقات کرنا اور ان پر قابو پانا اور کچھ لوگوں واداروں کے ہاتھ میں اقتصادی قوت مرکوز ہو جانے سے متعلق معاملات کی بابت حکومت کو رپورٹ دینا تھا۔ یہ کمیشن دو طرح کے کام انجام دیتا ہے۔ پہلا کام ہے صلاح دینا اور دوسرا کام ہے انتظامی نوعیت کا۔ اجارہ داری اعمال کے متعلق کمیشن کا رول پہلے زمرے میں آتا ہے یعنی صلاح دینے سے متعلق۔ اگر حکومت اس کمیشن کے پاس اس طرح کا کوئی بھی معاملہ بھیجتی ہے تو یہ اس بات کی تحقیقات کرتا ہے کہ کیا کوئی ایسا اجارہ داری کا عمل وجود میں آیا ہے جس کے باعث اقتصادی قوت محض چند ہاتھوں میں مرکوز ہو کر رہ گئی ہے۔ اس ضمن میں یہ اپنی حتمی رپورٹ حکومت کو بھیجتا ہے۔ اب یہ کام سرکار کا ہے کہ وہ اس پر کیا فیصلہ لیتی ہے۔ کمیشن کو اجارہ داری وتحدیدی تجارتی اعمال کی بابت عدالت کا درجہ حاصل ہے اور اس کے احکامات کی پابندی لازمی ہے۔ البتہ اس کے حکم کے خلاف سپریم کورٹ میں اپیل کی جاسکتی ہے۔ اس کمیشن کا یہ فرض ہے کہ وہ اس بات پر نظر رکھے کہ کھلے بازار میں ایسے اجارہ داری وتحدیدی تجارتی اعمال وجود میں نہ آنے پائیں جن

سے صارفین پر منفی اثر پڑے۔

■ بھارت کا کمپیٹیشن کمیشن

ہماری پارلیمنٹ نے 2002 میں صارفین کے تحفظ کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اور ساتھ ہی تاجروں کے مفادات اوران کی آزادانہ تجارتی سرگرمیوں کو یقینی بنانے کے لیے ایک ایسا قانون وضع کیا ہے جس سے ان مسابقتی کاموں اور سرگرمیوں کو روکا جاسکے جن سے صارفین وتاجروں کے مفادات پر منفی اثر پڑتا ہے۔اس قانون کا نام ہے کمپیٹیشن ایکٹ، 2002۔اس ایکٹ کے تحت ایک کمپیٹیشن کمیشن بھی بنایا گیا ہے جس کا نام ہے بھارت کا کمپیٹیشن کمیشن ایکٹ۔اس کمیشن کے اہم کارہائے منصبی جو اس ایکٹ کی دفعہ 18 میں درج ہیں درج ذیل ہیں:

● ناروا مسابقت کو روکنا تاکہ تاجروں کے مفادات اوران کی آزادانہ تجارتی سرگرمیوں کو یقینی بنایا جاسکے اوران مسابقتی کاموں اور سرگرمیوں کو روکا جاسکے جن سے صارفین وتاجروں کے مفادات پر منفی اثر پڑتا ہے۔کمیشن اس بات کا تعین کرنے کے لیے کہ کسی معاہدے یا اقرارنامے سے کوئی قابل غور منفی اثر پڑتا ہے یا نہیں مندرجہ ذیل باتوں پر غور کرے گا۔

1-اس معاہدے سے مارکیٹ میں نئے لوگوں کے داخل ہونے پر کوئی روک تو نہیں لگے گی۔

2- کہیں مارکیٹ میں موجود مسابقتی سرگرمیاں ختم تو نہیں ہوجائیں گی۔

3-یہ صارفین کے مفاد میں ہے یا نہیں۔

4-اس سے مال کی پیداوار یا تقسیم یا خدمات کی فراہمی میں بہتری آئے گی یا نہیں۔

5-اس سے پروڈکشن یا ڈسٹری بیوشن کے معاملے میں تکنیکی، سائنٹفک وترقیاتی سرگرمیوں کے فروغ کے عمل میں بہتری آئے گی یا نہیں۔

● کمیشن اپنے فرائض یا کارہائے منصبی انجام دینے کی غرض سے مرکزی حکومت کی ماقبل منظوری کے بعد کسی بھی غیر ملکی ایجنسی کے ساتھ کوئی میمورنڈم یا معاہدہ کرسکتا ہے۔

● کمیشن ایسے اقرار ناموں اور معاہدوں کی جانچ کرسکتا ہے جن کی رو سے کچھ صنعتی گھرانوں کو ترجیحی حیثیت حاصل ہو۔ایسا کرتے وقت وہ دیگر باتوں کے ساتھ ساتھ اس بات کا

جائزہ لے گا اس کمپنی کے کتنے شیئر ہیں اور اس کمپنی کا دائرۂ کار کتنا وسیع ہے۔ مزید یہ کہ کمپنی کے وسائل کیا ہیں اور یہ کہ کمپٹیٹر کتنے ہیں اور ان کی کیا اہمیت ہے۔

کمیشن ایکٹ کی دفعہ 3 کی ذیلی دفعہ (1) اور دفعہ 4 کی ذیلی دفعہ (1) کی توضیعات میں سے کسی بھی توضیع کی خلاف ورزی کی خود جانچ کر سکتا ہے یا کوئی اطلاع ملنے پر یا مرکزی حکومت، ریاستی حکومت یا کسی قانونی ادارے کی طرف سے بھیجی گئی کسی شکایت کی بنا پر۔ کمیشن کے کارہائے منصبی میں ذیلی دفعہ (3) تا (7) میں مصرحہ اختیارات وفرائض منصبی بھی شامل ہیں۔

■ قومی نالج کمیشن

جیسا کہ اوپر ذکر کیا جا چکا ہے کچھ کمیشن کسی خاص غرض سے کسی خاص مدت کے لیے قائم کیے جاتے ہیں۔ قومی نالج کمیشن بھی انھیں میں سے ایک ہے۔ یہ کمیشن 13 جون 2005 کو تشکیل دیا گیا تھا مگر وجود میں آیا 2 اکتوبر 2006 کو۔ اس کمیشن کو اگرچہ کمیشن کا نام دیا گیا ہے حقیقتاً یہ ایک ایسی اعلیٰ سطحی صلاح کار باڈی تھی جسے وزیر اعظم کو ایسی صلاح دینے کا کام سونپا گیا تھا جس سے ہمارے ملک کو مختلف شعبوں خاص کر علمی میدان میں زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل ہو سکیں اور ہندوستان ان معلومات کی بنا پر دنیا کے ترقی یافتہ ممالک سے قدم سے قدم ملا کر چل سکے۔ اس کمیشن نے اپنی ساڑھے 3 سالہ مدت میں مختلف موضوعات سے متعلق تقریباً 300 رپورٹیں دیں۔ اس کمیشن نے جن موضوعات سے متعلق اپنی رپورٹیں پیش کی ہیں ان میں سے کچھ اہم موضوعات درج ذیل ہیں:

زبان، ترجمہ، لائبریریاں، نیٹ ورک، پورٹل، اسکولی تعلیم، پیشہ ورانہ تعلیم، اعلیٰ تعلیم، طبی تعلیم، قانونی تعلیم، انتظامی امور سے متعلق تعلیم، انجینئرنگ کی تعلیم، حساب، سائنس، اوپن وفاصلاتی طرز پر تعلیم، سائنس وٹیکنالوجی کی تعلیم، تحقیقی سرگرمیاں، انٹیلیکچول پراپرٹی سے متعلق حقوق، جدید کاری، صحت، صحت سے متعلق نیٹ ورک، روایتی علوم، ای گورنینس حق تعلیم وغیرہ۔

اب اس کمیشن کی مدت ختم ہو چکی ہے اور اس کی سفارشوں کو عملی جامہ پہنانے کے لیے مرکزی وریاستی سطح پر تعاقبی کارروائی کی جا رہی ہے۔

باب-11

قانون کی تعلیم

ایک دور تھا جب ہندوستان میں قانون کی تعلیم کو اتنی اہمیت حاصل نہیں تھی جتنی دوسرے علوم کی تعلیم کو، جیسے سائنس، میڈیسن، انجینئرنگ وٹیکنالوجی لیکن معاشی ترقی کے ساتھ ساتھ اور مختلف ممالک کے درمیان بڑھتے ہوئے تجارتی تعلقات کے سبب قانون کی تعلیم کی اہمیت بھی بڑھتی گئی چونکہ تجارتی سودوں، قراردادوں ودیگر دستاویزوں کو قانونی شکل دینے اور تجارتی معاہدوں کی تکمیل کے لیے متعلقہ ممالک کے قوانین کا علم ہونا ضروری تھا۔ اس کے علاوہ عالمگیریت کے اس دور میں جب دنیا ایک گلوبل ولیج کی شکل اختیار کر چکی ہے اور ڈبلیوٹی او جیسے ادارے وجود میں آ چکے ہیں نہ صرف ملکی قانون بلکہ بین الاقوامی قانون کی بھی جانکاری ضروری ہے۔

زندگی کے مختلف شعبوں میں تبدیلی کے ساتھ ساتھ قانون کے میدان میں بھی تیزی سے تبدیلیاں آ رہی ہیں جیسا کہ اوپر ذکر کیا جا چکا ہے، عالمگیریت کے تصور نے دنیا کے سیاسی نظام اور معاشرے کو کافی حد تک متاثر کیا ہے۔ آج کی دنیا نالج اکانومی یعنی وہ معاشرہ جس میں مختلف شعبوں سے متعلق زیادہ سے زیادہ علم حاصل کرنے کی جستجو کی جائے، کو بے حد اہمیت دے رہی ہے۔ ہمارے ملک میں بھی نالج کمیشن کا قیام اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ چونکہ نالج اکانومی نہ

صرف ترقی یافتہ ممالک بلکہ ترقی پذیر ممالک کے لیے ایک اہم ایجنڈے کے روپ میں ابھر کر سامنے آئی ہے اس لیے ہمارے ملک ہندوستان میں بھی اس بات کی شدت سے ضرورت محسوس کی گئی ہے کہ اعلیٰ سطحی و اعلیٰ معیاری تعلیمی ادارے قائم کیے جائیں جہاں ایسی تعلیم دی جائے جو وقت کی ضروریات کو پورا کر سکے۔ جیسا کہ ہم سب جانتے ہیں ہمارے ملک میں ہندوستانی عدلیہ نے قانون کی بالادستی کے اصول کو بھارت کے آئین کے بنیادی ڈھانچے کا ایک حصہ مانا ہے اور یہ بات بھی کہی ہے کہ قانون کی بالادستی میں من مانے ڈھنگ سے کام کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے اور یہ کہ کوئی بھی ایسا فیصلہ جو مسلمہ اصولوں اور قاعدوں کے خلاف ہو وہ غیر قانونی ہے اور اس سے قانون کی بالادستی کے اصول کی نفی ہوتی ہے۔ (ملاحظہ فرمایئے اے آئی آر 1975 ایس سی 2299، اے آئی آر 1982 ایس سی 1325، اے آئی آر 1991 ایس سی 101، اے آئی آر 1970 ایس سی 150)۔ ایسی صورت میں معیاری قانونی تعلیم وقت کی اشد ضرورت ہے۔

ہندوستان میں ایک طویل عرصے سے روایتی طور پر تمام یونیورسٹیوں میں تین سالہ کورس کی شکل میں قانون کی تعلیم دی جارہی ہے۔ بار کونسل آف انڈیا، جس کا قیام دیگر باتوں کے ساتھ ساتھ قانون کی تعلیم کے انضباط کے لیے کیا گیا ہے، کے قواعد وضوابط کے مطابق بھی بطور وکیل پریکٹس کرنے کے لیے تین سالہ ایل ایل بی ڈگری ہی لازمی ہے۔ لیکن 1987 کے بعد سے قانون کی تعلیم کی نوعیت و مدت میں نمایاں تبدیلی آئی ہے۔ لاء کمیشن کے ذریعے دیے گئے سجھاؤ کی بنیاد پر بار کونسل آف انڈیا نے قانون کی تعلیم کے لیے یونیورسٹیوں کے قیام کا فیصلہ کیا اور اسی کے نتیجے میں ہندوستان میں پہلی قانون کی یونیورسٹی نیشنل لاء اسکول آف انڈیا یونیورسٹی جسے عرف عام میں این ایل ایس کہا جاتا ہے وجود میں آئی حالانکہ ہمارے ملک کی تقریباً تمام بڑی یونیورسٹیوں میں پہلے سے ہی قانون کی اعلیٰ تعلیم دی جارہی تھی۔ بعد میں مختلف ریاستوں نے بھی اپنے یہاں اس قسم کے ادارے قائم کیے ہیں جیسے نیشنل لاء انسٹی ٹیوٹ یونیورسٹی آف بھوپال، نیشنل لاء یونیورسٹی جودھپور، نیشنل لاء یونیورسٹی نئی دہلی، مغربی بنگال نیشنل یونیورسٹی آف جیوریڈیکل سائنسیز وغیرہ کا قیام ہوا اور یہ سلسلہ تاہنوز جاری ہے۔ 2010 میں جھارکھنڈ میں نیشنل

یونیورسٹی فار اسٹڈی اینڈ ریسرچ ان لاء کا قیام بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ ان نئی یونیورسٹیوں، پرانی یونیورسٹیوں اور دیگر خودمختار اداروں نے قانون کا 5 سالہ انگر یٹڈ کورس شروع کیا گیا ہے جو ایک کامیاب تجربہ رہا ہے۔ اس کورس کے دوران طلبا کو قانون کی تعلیم کے ساتھ ساتھ پریکٹیکل ٹریننگ بھی دی جاتی ہے اور موٹ کورٹ یعنی مشقی کا بھی انعقاد کیا جاتا ہے تا کہ طلبا یہ جان سکیں کہ عدالت کی کارروائی کس طرح چلتی ہے، وہاں پر کس طرح بحث کی جاتی ہے، وکلا کا رویہ عدالت کے تئیں کس قسم کا ہوتا ہے اور وہ کس طرح پیشہ ورانہ ضابطۂ اخلاق کی پابندی کرتے ہیں۔ یہاں اس بات کا ذکر بے محل نہ ہوگا کہ ایل ایل۔ بی کے 5 سالہ کورس میں داخلے کے لیے بارھویں جماعت پاس ہونا ضروری ہے جبکہ تین سالہ کورس کے لیے کم از کم لازی تعلیمی لیاقت گریجویشن ہے۔ ان متذکرہ اداروں کے علاوہ ہمارے ملک میں قانون کی اعلیٰ تعلیم کے لیے بھی کچھ ادارے قائم کیے گئے ہیں جو نہ صرف ایل ایل۔ ایم کی تعلیم دے رہے ہیں بلکہ وہاں پر تحقیقی کام بھی ہو رہا ہے اور ریسرچ اسکالروں کو پی ایچ ڈی کی ڈگری دی جاتی ہے۔ حال ہی میں وزارت قانون نے حکومت ہند کے روبرو یہ تجویز رکھی ہے کہ قانون کی اعلیٰ تعلیم کے لیے کم از کم 6 اور اعلیٰ سطحی ادارے قائم کیے جائیں۔ اس کے علاوہ خود ہمارے وزیر اعظم نے یہ بات کہی ہے کہ قانونی تعلیم کے نظام میں بدلتے ہوئے سماجی و معاشرتی صورت حال سے مطابقت رکھنے والی ایسی تبدیلیاں لائی جائیں جس سے نئی چنوتیوں کا مقابلہ کیا جا سکے۔ علاوہ ازیں ہمارے ملک کے وزیر قانون نے راجیہ سبھا میں ایک سوال کے جواب میں ایوان کو اس بات کی اطلاع دی کہ ماہرین قانون کے مختلف گروپوں اور یونیورسٹیوں سے ضروری مشورہ کرنے کے بعد مندرجہ ذیل فیصلے لیے گئے ہیں۔

1- علاقائی سطح پر قانون کی تعلیم سے متعلق ایسے 4 قومی ادارے قائم کیے جائیں جہاں پر قانون کی اعلیٰ تعلیم دینے کے ساتھ ساتھ تحقیق کے کام بھی کیے جائیں اور اساتذہ کی تدریسی اہلیت میں بہتری لانے کے لیے اقدام کیے جائیں۔

2- ہر ریاست میں قانون کی اعلیٰ تعلیم دینے کے لیے ایک نیشنل لاء یونیورسٹی قائم کی جائے۔

3- ملک میں موجود 913 لاء اسکولوں کی کارکردگی کا جائزہ لیا جائے اور ان کی کارکردگی کے مطابق درجہ بندی کی جائے تاکہ ان کو اعلیٰ سطحی اداروں کی شکل دی جاسکے اور طلبا کو ان سے مستفیض ہونے کے مواقع فراہم کیے جاسکیں۔

4- تعلیمی میدان میں نجی شرکت کا بھی خیر مقدم کیا جائے۔

5- معیاری خودمختار اداروں کی حوصلہ افزائی کی جائے۔

بارکونسل اور قانون کی تعلیم

بارکونسل آف انڈیا کا قیام دیگر باتوں کے ساتھ ساتھ قانون کی تعلیم کے انضباط کے لیے کیا گیا ہے۔ قانون میں گریجویشن کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد کوئی بھی شخص Advocates 1961-Act کے تحت تشکیل کی گئی متعلقہ ریاست کی بارکونسل میں اپنا رجسٹریشن وہاں کے قواعد وضوابط کے مطابق کراسکتا ہے۔ یہ بات اب محض نوشتۂ دیوار نہیں کہ بہت جلد وکالت کرنے کے خواہش مند امیدواروں کو علمی صلاحیت حاصل کرنے کے علاوہ پریکٹس شروع کرنے سے پہلے ایک اور اہلیتی امتحان پاس کرنا ہوگا۔ اس معاملے میں سپریم کورٹ نے بھی اپنی مثبت رائے کا اظہار کیا ہے اور بارکونسل ودیگر طبقات کی طرف سے بھی اسے حمایت حاصل ہو چکی ہے لیکن کچھ لوگ اس کی مخالفت کر رہے ہیں۔ دراصل یہ امتحان وکالت کے پیشے میں آنے والے افراد کی علمی لیاقت کے گرتے ہوئے معیار کے پیش نظر تجویز کیا جارہا ہے تاکہ صرف وہی لوگ اس پیشے کو اختیار کریں جو حقیقتاً اس پیشے میں دلچسپی رکھتے ہیں اور صرف اس لیے وکالت شروع نہ کردیں کہ انھیں زندگی کے کسی دیگر شعبے میں حسب دل خواہ روزگار یا ملازمت کا موقع نہیں ملا۔ اس کے علاوہ بارکونسل آف انڈیا اس بات پر بھی نظر رکھتی ہے کہ ملک میں قانونی تعلیم کس قسم کی ہونی چاہیے اور یہ کہ وکلا کو پریکٹس کرنے کے لیے جن شرائط کی پابندی لازمی ہے ان میں کوئی تبدیلی لانے کی ضرورت ہے یا نہیں۔ وکلا کی تربیت وغیرہ کے بارے میں بھی یہی کونسل وقتاً فوقتاً فیصلہ لیتی ہے۔

ہمارے ملک میں تسلیم شدہ تعلیمی اداروں کے ذریعے دی جانے والی ڈگریاں

1-ایل ایل۔بی

2-بی اے۔ایل ایل۔بی

3-بی۔ایس سی۔ایل ایل۔بی

4-بی۔کام۔ایل ایل۔بی

5-ایل ایل۔ایم

6-انگریجویٹ ایم۔بی۔ایل۔ایل ایل۔ایم

7-پی ایچ۔ڈی

(اس کے علاوہ معیاری تحقیقاتی کام کی بنیاد پر بھی اعلیٰ سطحی ایل ایل۔ڈی ڈگری تفویض کی جاتی ہے۔)

ایل ایل۔بی اور ایل ایل۔ایم میں داخلہ عام طور سے کامن لاء ایڈمیشن ٹسٹ (سی ایل اے ٹی) کی بنیاد پر ہوتا ہے۔البتہ نیشنل لاء یونیورسٹیوں ودیگر خودمختار اداروں میں داخلہ ان کے اپنے اپنے طریقے سے کیے گئے ایڈمیشن ٹسٹ کے مطابق ہوتا ہے۔ کچھ یونیورسٹیوں ودیگر اداروں میں داخلہ صرف لازمی تعلیمی اہلیت کے امتحان میں حاصل کردہ نمبروں کی بنیاد پر ہوتا ہے۔(جن اداروں میں قانون کے مختلف کورسز کی تعلیم دی جاتی ہے ان کی تفصیل جاننے کے لیے ضمیمہ 1 - ملاحظہ فرمائیے)

ضمیمہ-1

قانون کی تعلیم دینے والے ادارے

آسام

Karimganj Law College, (Estd.1984) Karimganj, Assam

Diphu Law College Diphu, Assam

A. K. Chanda Law College Silchar, Assam

Dibrugarh University Law College Dibrugarh, Assam

Jorhat Law College, (Estd.1964) Jorhat, Assam-785001

North Lakhimpur Law College, (Estd.1999)North Lakhimpur

Tinsukia Law College (Estd.1973) Tinsukia, Assam

University Law College, (Estd.1976) Gauhati University, Gauhati, Assam

B.R.M. Govt. Law College Guwahati, Assam

Barpeta Law College, (Estd.1972) Barpeta, Assam

Dhubri Law College, (Estd.1967) Dhubri, Assam

Tezpur Law College Tezpur, P.O.Napaam Sonitpur Assam 784 028

Goalpara Law College, (Estd.1967) Goalpara, Assam

Bongaigaon Law College, (1994) Bongaigaon, Assam

Nowgong Law College, (Estd.1990) Nagaon, Assam

Dispur Law College Dispur, Assam

Kokrajhar Law College, (Estd.1988) Kokrajhar, Assam-783370

Mangaldai Law College Mangaldai Assam

J. B. Law College Guwahati, Assam

Nalbari Law College, (Estd.1991) Nalbari, Assam

دہلی/این سی آر

ITM Law School, ITM University

National Law University, Delhi

Faculty of Law, University of Delhi, New Delhi,with 3 colleges: Campus Law Centre, Law Centre I and Law Centre II

University School of Law and Legal Studies, Guru Gobind Singh Indraprastha University, Delhi

Amity Institute of Advanced Legal Studies, Noida

Amity Law School, Noida (Constituent college of Amity University)

Amity Law School, New Delhi (affiliated to Guru Gobind Singh Indraprastha University)

Faculty of Law, Jamia Millia Islamia, New Delhi

Vivekananda Institute of Professional Studies, New Delhi (affiliated to Guru Gobind Singh Indraprastha University)

آندھرا پردیش

Andhra Pradesh University of Law, Visakhapatnam

Nalsar University of Law, Hyderabad

Osmania University College of Law, Osmania University, Hyderabad

Paddala Ram Reddi Law College, Hyderabad (affiliated to Osmania University)

Pendekanti Law College, Hyderabad (affiliated to Osmania University)

بہار

Chanakya National Law University, Patna

Patna Law College ,Patna University, Patna

C M Law College ,Lalit Narayan Mithila University, Patna

The Bihar Institute of Law, Patna

جھارکھنڈ

National University for Study and Research in Law, Ranchi

چھتیس گڑھ

MATS Law School, Raipur

.Hidyatullah National Law University, Raipur

گوا

V.M. Salgaocar Law College, Panjim (affiliated to Goa University)

VVM's Govind Ramnath College of Law, Margao (affiliated to Goa University)

گجرات

Baroda School of Legal Studies, Faculty of Law, M.S. University of Baroda, Vadodara

Gujarat National Law University, Gandhinagar

Nirma University, Ahmedabad

VT Chowksi Law College, Surat

Daboo Law College, Navsari

SKM Law College, Valsad

ہریانہ

Jindal Global Law School (JGLS), Jindal Global University, Sonipat, Haryana

Department of Law, Maharishi Dayanand University, Rohtak

Institute of Law, Kurukshetra University, Kurukshetra

Department of law, Choudhary Devilal University, [Sirsa]

کرناٹک

Raja Lakhamgouda Law College,_Belgaum

Sri Dharmasthala Manjunatheswara Law College and Centre for Post Graduate Studies in Law, Mangalore, Affiliated to Karnataka State Law University.

Garden City College of Law, Bangalore (Affiliated to

Karnataka State Law University)

CMR Law School, Bangalore (Affiliated to Karnataka State Law University)

Govt Law College of Ranebennur,(Affiliated to the Karnataka University)

Hurkadli Ajja Law College-Dharwad,(Affiliated to the Karnataka University)

Bangalore Institute of Legal Studies, Bangalore (affiliated to Bangalore University)

M.S. Ramaiah College of Law, Bangalore (affiliated to Bangalore University)

School of Law, Christ University, Bangalore

Indira Priyadarshini College of Law, Bangalore (affiliated to Kamtaka State Law University)offers LLB.& BA,LLB,.

Jagadguru Sri Shivarathrishwara Law College, Mysore (affiliated to University of Mysore)

K.L.E. Society's Law College, Bangalore (affiliated to Bangalore University)

National Law School of India University, Bangalore

University College of Law, Karnataka University, Dharwad

University Law College, Bangalore University, Bangalore

Vivekananda College of Law, Bangalore (affiliated to

Bangalore University)

Bishop cotton Women's Christian Law college Bangalore (Affiliated to Bangalore University)

B.M.S College of Law, Bangalore (Affiliated to Bangalore University)

S. B. R. R. Mahajana Law college, Mysore (Affiliated to University of Mysore)

Saradavilas Law College, Mysore (Affiliated to University of Mysore)

Vaikunta Baliga College of Law, Udupi

Vidyavardhaka Law College, Mysore (Affiliated to University of Mysore)

M. Krishna Law College, Hassan (Affiliated to University of Mysore)

PES Law College, Mandya (Affiliated to University of Mysore)

Al-Ameen College of Law, Hosur Road, Bangalore.

Vivekananda Law College, Puttur, Dakshina Kannada

Vidyodaya Law College, Tumkur. (Affiliated to Karnataka State Law University and Tumkur University)

کیرل

Government Law College, Thiruvananthapuram, under

Kerala University, Thiruvananthapuram

Government Law College, Ernakulam, under Mahatma Gandhi University, Kottayam

Government Law College, Thrissur, under Calicut University, Calicut

Government Law College, Calicut, under Calicut University, Calicut

Kerala Law Academy Law College, Thiruvananthapuram (affiliated to Kerala University)

National University of Advanced Legal Studies, Kochi

School of Legal Studies, Cochin University of Science and Technology, Kochi

School of Indian Legal Thought, Mahatma Gandhi University, Kottayam

Center for Legal Studies, Kannur University, Kannur

مدھیہ پردیش

Department of Law, Rani Durgavati Vishwavidyalaya, Jabalpur

Faculty of Law, Dr. Harisingh Gour University, Sagar, Madhya PradeshSagar

National Law Institute University, Bhopal

School of Law, Devi Ahilya Vishwavidyalaya, Indore

مہاراشٹر

N.C.Law College, Nanded (Swami Ramanand Tirth Marathwada University, Nanded)

S.C.P. Law College, Nanded (Swami Ramanand Tirth Marathwada University, Nanded)

V.N. Law College, Nanded (Swami Ramanand Tirth Marathwada University, Nanded)

Shri Sivaji Law College, Kandhar, Nanded (Swami Ramanand Tirth Marathwada University, Nanded)

DES Law College, Pune (affiliated to the University of Pune)

Rizvi Law College,Mumbai (affiliated to the University of Mumbai)

A.K.K. New Law Academy,Pune(affiliated to the University of Pune)

Dr. Panjabrao Deshmukh College of Law, Amravati (affiliated to Sant Gadge Baba Amaravati University)

G.J. Advani Law College, Mumbai (affiliated to the University of Mumbai)

Govemment Law College, Mumbai (affiliated to the University of Mumbai)

ILS Law College, Pune (affiliated to the University of Pune)

DES Law College, Pune (affiliated to the University of Pune)

New Law College, Bharati Vidyapeeth University, Pune

M.P. Law College, Aurangabad (affiliated to Dr. Babasaheb Ambedkar Marathwada University)

K.C. Law College, Mumbai (affiliated to the University of Mumbai)

S.V.K.M'S College Of Law (affiliated to the University OF Mumbai)

Symbiosis Law School, Pune (Symbiosis International University)

New Law College, Mumbai(affiliated to the University of Mumbai)

Narhar Balwant Thakur College of Law, Nasik (affiliated to the University of Pune)

Dr. B.R. Ambedkar College of Law (BACL), Nagpur U..versity, Nagpur.

P. E. Society's Modem Law College, Pune (University of Pune)

Ambedkar Law College, Dhule

Dayanand College Of Law, Latur (Swami Ramanand Tirth Marathwada University, Nanded)

اڑیسہ

National Law University, Orissa, Cuttack - The group of

premier law schools in India.

KIIT Law School, Bhubaneswar (Affiliated to KIIT University)

Offers BA LLB, BBA LLB and BSc.-LLB degrees

University Law College, Utkal University, Bhubaneswar

M.S. Law College, Cuttack

Jeypore Law college, Jeypore (Koraput)

Lingaraj Law College, Brahmapur

Dhenkanal Law College, Dhenkanal

Law College, Sambalpur University, Sambalpur

Law College, Berhampur University, Berhampur

پنجاب

Army Institute of Law, Mohali (affiliated to Punjabi University, Patiala)

Department of Laws, Punjabi University, Patiala

Department of Laws, Panjab University, Chandigarh

Department of Laws, Guru Nanak Dev University, Amritsar

Department of Laws, Guru Nanak Dev University Regional Campus, Gurdaspur

Rajiv Gandhi National University of Law, Patiala

University Institute of Legal Studies, Chandigarh

St. Soldier Law Collage, Behind REC, GT Road, Jalandhar

Baba Kundan Singh Memorial Law College Moga (Affiliated

to Panjab University,Chandigarh)

Guru Hargobind Institute of Law for Women Sidhwan Khurd, Ludhiana(Affiliated to Panjab University Chandigarh

پانڈیچری

Dr. Ambedkar Government Law College, Puducherry, [affiliated to Pondicherry University]

راجستھان

National Law University, Jodhpur

Faculty of Law, Jai Narayan Vyas University, Jodhpur

Faculty of Law, Rajasthan University, Jaipur

تمل ناڈو

Tamil Nadu Dr.Ambedkar Law University, madras

Saveetha School of Law, Chennai

تریپورہ

Government Law College, Agartala

اترپردیش

Department of Law, D.A.V. Degree College, Muzaffarnagar (Meerut University)

Department of Law, Meerut College, Meerut (Meerut University)

Department of Law, University of Petroleum and Energy Studies, Dehradun

Faculty of Law, Aligarh Muslim University, Aligarh (Central University)

Faculty of Law, Banaras Hindu University, Varanasi (Central University)

Institute of Legal Studies, Meerut University Campus (Meerut)

Dr. Ram Manohar Lohia National Law University, Lucknow

Faculty of Law, Allahabad University, Allahabad (Central University)

Faculty of Law, Dr. Bhim Rao Ambedkar University, (Agra)

Faculty of Law, R.B.S. College, (Agra)

Faculty of Law, Agra College, (Agra)

Faculty of Law, University of Lucknow (New Campus), Lucknow

مغربی بنگال

Department of Law, University of Calcutta, Kolkata

West Bengal National University of Juridical Sciences, Kolkata

Rajiv Gandhi School of Intellectual Property Law, Indian Institute of Technology, Kharagpur

Jalpaiguri Law College, Jalpaiguri, (affiliated to the University of North Bengal)

Jogesh Chandra Chowdhury Law College, Kolkata (affiliated to University of Calcutta)

South Calcutta Law College (affiliated to University of Calcutta)

Surendranath Law College, Kolkata (affiliated to University of Calcutta)

Bengal Law College, Shantiniketan (affiliated to University of Burdwan)

Snehangshu Kanta Acharya Institute of law,Kalyani (affiliated to University of Kalyani)

Bimal Chandra College of Law, Murshidabad (affiliated to University of Kalyani)

Haldia Law College,Haldia,(affiliated to Vidyasagar University)

Midnapore Law College, Midnapore,(affiliated to Vidyasagar University)

Sarsuna Law College, Sarsuna(Midnapore),(affiliated to Vidyasagar University)

Department of Law, University of Burdwan, Burdwan

Hoogly Mohsin College, Hoogly, (affiliated to University of Burdwan)

Law College Durgapur, (affiliated to University of Burdwan)

Kingston law College, Barasat (affiliated to West Bengal State University)

ضمیمہ-2

قانونی اعتبار سے اہم کچھ websites

مندرجہ ذیل ویب سائٹس شعبہ قانون سے جڑے ہر شخص کے لیے بروقت استعمال کے لیے انتہائی اہمیت کی حامل ہیں۔ بار، بینچ، موکل، محققین، اساتذہ، طلبا، ماہرین قانون، دانشوران ملک وملت وعام شہری ان ویب سائٹوں کا استعمال کر کے قانون سے متعلق کوئی بھی معلومات حاصل کر سکتا ہے، خواہ وہ کسی قانون کی کسی دفعہ کے بارے میں ہوں، سپریم کورٹ یا ہائی کورٹ میں زیر سماعت کسی معاملے کے بارے میں ہوں، نظیری عدالتوں کی نظائر کے بارے میں ہوں یا ملک کے قانونی وعدلیاتی نظام کے بارے میں ہوں یا ملک کے انتظام وانصرام سے جڑے قانونی پہلوؤں کے بارے میں ہوں، ارباب حکومت کے اختیارات کے بارے میں یا عاملہ، قانون سازیہ وعدلیہ کے کسی بھی پہلو کے بارے میں۔ اس فہرست میں کچھ ویب سائٹس وہ ہو سکتی ہیں جن کا باب 15 میں بھی ذکر کیا گیا ہے لیکن ان کو اس فہرست میں اس لیے شامل کیا گیا ہے تا کہ قاری کو ان تمام ویب سائٹس کی تفصیل ایک جگہ دستیاب ہو جائے۔

- http://www.indialawsite.com/,
- http://www.lawadiv.com/
- http://www.india/ Corporate Advisor.com
- http://www.indianlegaleagle.com/
- http://www.indiaitlaw.com/
- http://www.ipindia.com/
- www. indialawworld.com

- www. legalserviceindia.com
- http://www.supremecourtofindiacaselaw.com/
- http://www.law/ of india.org
- http://www.mahalibrary.com/
- http://www.indlaw.com/
- http://www.lexsite.com/
- http://www.waqalat.com/
- http://www.india/ laws.com
- http://www.lawsinindia.com/
- http://www.lawyersonclick.com/
- http://www.legal/ pundits
- http://www.india-laws.com/
- http://www.companylawinfo.com/
- http://www.lawchips.com/
- http://www.lawguru.com/
- http://www.globallawreview.com/
- http://www.vakilno1.com/
- http://www.indlegal.com/
- http://www.taxnyou.com/
- http://www.indiataxlaws.com/
- http://www.indiapropertylaws.com/
- http://www.lawchips.com/

- http://www.laws4india.com/
- http://www.nri/ Laws.com
- http://www.lawindiainfo.com/
- http://www.law/ & courts judgments
- http://www.cyberkanoon/
- http://www.legalaidindia.com/
- http://www.cyberlawindia/
- http://www.naavi.com/
- http://www.vakilbabu.com/
- http://www.indialawinfo.com/
- http://www.indiainfo/ Law
- http://www.legal/ Service India.com
- http://www.manupatra.com/
- http://www.indiancourts.nic.in/
- http://indiacode.nic.in/
- http://www.supremecourtofindia.nic.in/
- www.llrx.com/features/indian
- http://www.allindiareporter.com/
- http://goidirectory.nic.in/stateut.htm
- http://www.judis.nic.in/
- http://www.indiacorporateadvisor.com/
- http://www.lawcommissionofindia.nic.in/

- http://lawmin.nic.in/ncrwc/ncrwcreport.htm
- http://www.indiamap.com/
- http://lawmin.nic.in/
- www.patentoffice.nic.in/i
- http://www.mca.gov.in/
- http://www.sarkaritel.com/ministries/law_justice/index.htm
- www.goidirectory.nic.in/exe.htm

ضمیمہ-3

اہم لاءرپورٹیں، جریدے ورسائل جن کا عدالتوں میں عام طور پر حوالہ دیا جاتا ہے

A

A.C.J.	Accident Claims Journal
A.C.C.	Accident & Compensation Cases
A.J.R.	Accident Judicial Report
A.L.W.	Amity Law Watch
A.T.C.	Administrative Tribunal Cases
A.T.J.	Administrative Tribunal Judgments
A.T.L.T.	Administrative Tribunal Law Times
A.T.R.	Administrative Tribunal Reporter
A.H.C.R.	Agra High Court Reports
A.M.L.J	Ajmer Marwar Law Journal
All.E.R.	All England Law Reports
A.I.C.L.J	All India Civil Law Judgments
A.I.C.D	All India Criminal Decision
A.I.H.C.C.	All India High Court Cases
AI.L.L.R.	All India Land Law Reporter
A.I.R.	All India Reporter
A.I.R.S.C.W.	All India Reporter Supreme Court Weekly

A.I.T.C.	All India Tribunal Cases
All. A.C.	Allahabad Appeal Cases
All. C.J.	Allahabad Civil Journal
All. Cr.C.	Allahabad Criminal Cases
All. Cr.L.J.	Allahabad Criminal Law Journal
All. Cr.R.	Allahabad Criminal Reports
All. Cr.R.	Allahabad Criminal Rulings
All. Serv. Rep.	Allahabad India Services Reports
All. L.J.	Allahabad Law Journal
A.L. J.R.	Allahabad Law Journal Reports
All. L.R.	Allahabad Law Reports
All. L.T.	Allahabad Law Times
All. L.W.	Allahabad Law Weekly
A.R.C.	Allahabad Rent Cases
All. Tax J.	Allahabad Tax Judgments
All. W.C.	Allahabad Weekly Cases
All. W.N.	Allahabad Weekly Notes
All. W.R.	Allahabad Weekly Reporter
A.J.C.L.	American Journal of Comparative Law
A.J.I.L.	American Journal of International Law
A.J.	American Jurisprudence
A.L.R.	American Law Reports

Am.L.R.	American Law Review
A.P.L.J.	Andhra Pradesh Law Journal
A.L.T.	Andhra Law Times
A.W.R.	Andhra Weekly Reporter
A.D.	Apex Decisions
A.T.R.	Arbitration and Trade Mark Law Reporter
Arb. J.	Arbitration Journal
A.L.R.	Arbitration Law Reporter
Assam L.R.	Assam Law Reports
Austr. L.J.	Australian Law Journal

B

B.C.	Banking Cases
B.C.L.R.	Banking Commercial Law Reporter
B.I.S.J.	Banking Important & Selected Judgments
Bank. L.J.	Banking Law Judgments
B.J.	Banker's Journal
B.L.R.	Bengal Law Reports
B.B.C.J.	Bihar Bar Council Journal
B.Cri.C.	Bihar Criminal Cases
B.L.J.	Bihar Law Judgments
B.L.J.R.	Bihar Law Journal Reports

B.L.T.	Bihar Law Times
B.R.	Bihar Reports
B.R.L.J.	Bihar Revenue and Labour Journal
B.C.R.	Bombay Cases Reporter
B.C.C.	Bombay Criminal Cases
B.H.C.R.	Bombay High Court Reports
B.H.C.Cr.R.	Bombay High Court Criminal Rulings
B.L.R.	Bombay Law Reporter
Bom. P.J.	Bombay Printed Judgments
Bom. R.C.	Bombay Rent Cases
B.T.L.	British Tax Library
B.T.R.	British Tax Review
B.Y.I.I.	British Yearbook of International Law
B. L.R.	Building Law Reports
Bur. L.R.	Burma Law Reports
Bur. L.T.	Burma Law Times

C

Cal. H.C.N.	Calcutta High Court Notes
Cal. L.J.	Calcutta Law Journal
Cal. L.R.	Calcutta Law Reports
Cal. L.T.	Calcutta Law Times

Cal. Tax C.	Calcutta Tax Cases
Cal. W.N.	Calcutta Weekly Notes
Cal. L.R.	California Law Review
C.L.J.	Cambridge Law Journal
Can. B.R.	Canadian Bar Review
C.P.L.R.	Central Provinces Law Reports
Ch.C.C.	Chandigarh Civil Cases
Ch.Cr.C.	Chandigarh Criminal Cases
Ch.L.R.	Chandigarh Law Reporter
Ch.L.R.(Cr.)	Chandigarh Law Reporter (Criminal)
Civ. App. J.(SC)	Civil Appeals Judgments (Supreme Court)
C.C.C.	Civil Court Cases
Civil C.R.	Civil Court Rulings
Civil L.J.	Civil Law Journal
C.L.T.	Civil Law Times
C.M.L.J.	Civil and Military Law Journal
Col. L.R.	Columbia Law Review
C.M.L.R.	Common Market Law Reports
Com. C.	Company Cases
C.L.J.	Company Law Journal
Com. N.R.	Company News and Reports
C.L.P.	Competition Law in Practice

C.M.L.R.	Common Market Law Reports
Const. L.J.	Construction Law Journal
Con. L.R.	Construction Law Reports
C.C.J.	Consumer Claims Journal
C.P.C.	Consumer Protection Cases
C.L.J.	Consumer Law Journal
C.L.T.	Consumer Law Today
C.P.J.	Consumer Protection Judgments
C.P.R.	Consumer Protection Reporter
C.T.J.	Consumer Protection & Trade Practices Journal
C.P.L.	Conveyancer & Property Lawyer
Co-op. L.J.	Co-operative Law Journal
C.L.R.	Co-operative Law Reporter
Co-op. T.D.	Co-operative Tribunal Decisions
C.T.J.	Co-operative Tribunal Journal
Cornell L.Q.	Cornell Law Quarterly
C.L.A.	Corporate Law Adviser
C.J.S.	Corpus Juris Secundum
Crimes	Crimes
C.A.D.	Criminal Appeals Decision
C.A.R.	Criminal Appeal Reports
Cri. C.	Criminal Cases

Cri. L.C.	Criminal Law Cases
Cri. L.J.	Criminal Law Journal
C.L.L.	Criminal Law Library
Cri. L.R.	Criminal Law Reporter
Cri. L.R. (Raj.)	Criminal Law Reports (Rajasthan)
Cri. L.R.	Criminal Law Review
Cri. L.T.	Criminal Law Times
C.P.S.	Criminal Practice Series
Cr. R.	Criminal Ruling
C.C.L.	Current Central Legislation
Cur.C.C.	Current Civil Cases
C.C.J.	Current Civil Law Judgments
Curr. C.C.	Current Criminal Cases
Curr. Cr. J.	Current Criminal Judgments
C.C.J.	Current Criminal Journal
C.C.R.	Current Criminal Reports
C.I.S.	Current Indian Statutes
C. Lab. R.	Current Labour Reporter
C.L.	Current Law
Cur. L.J.	Current Law Journal
Curr. L.J. (Civ.)	Current Law Journal (Civil)
Cur. L.J. (Cri.)	Current Law Journal (Criminal)

C.L.R.	Current Law Reports
C.L.P.	Current Legal Problems
Cur. S.N.R	Current Sales Tax News and Reports
C.S.J.	Current Service Journal
C.T.R.	Current Tax Reporter
Cut. L.R.	Cuttack Law Reports
Cut. L.T.	Cuttack Law Times
Cut. W.R.	Cuttack Weekly Reports

D

D.L.R.	Delhi Law Review
D.L.T.	Delhi Law Times
D.L.	Delhi Lawyer
D.R.J.	Delhi Reported Judgments
D.R.J.	Delhi Rent Judgments
D.M.C.	Divorce & Matrimonial Cases
D.E.C.	Doabia's Election Cases

E

East Cri. C.	Eastern Criminal Cases
E.S.C.	Education & Service Cases
East L.R.	Eastern Law Reporter

E.L.R.	Environment Law Reports
E.L.R.	Election Law Reports
E.C.C.	Essential Commodities Cases
E.L.J. (L.S.)	Epitomised Legal Judgments (Labour & Service)
E.H.R.R.	European Human Right Reports
E.I.T.	Ex-Imp. Times
E.F.R.	Excise & Food Adulteration Reports
E.C.C.	Excise and Customs Cases
E.C.R.	Excise and Customs Reporter
E.L.T.	Excise and Law Times
E.T.R.	Excise Tribunal Reporter

F

F.J.R.	Factories Journal Reports (Indian Factories Journal)
F.L.R.	Factories and Labour Reports (Indian)
F.L.L.	Family Law Library
F.P.S.	Family Practice Series
F.C.R.	Federal Court Reports
F.L.J.	Federal Law Journal
F.S.R.	Fleet Street Reports

F.A.C.	Food Adulteration Cases (Prevention of)
F.A.J.	Food Adulteration Journal
F.I.I.P.L.P.	Fordham International Intellectual Property Law & Policy
For. L.R.	Fordham Law Review
F.I.A.S.	Foreign Investment in Asia Series

G

Gau. L.R.	Gauhati Law Reporter
Goa L.T.	Goa Law Times
G.C.S.L.	Greens Concise Scots Law
G.P.L.	Greens Practice Library
Guj. Cri. R.	Gujarat Criminal Reporter
Guj. H.C.R.	Gujarat High Court Reporter
G.L.H.	Gujarat Law Herald
G.L.R.	Gujarat Law Reporter
G.C.S.	Gujarat State Current Statutes

H

Halsbury	Halsbury's Laws of England
Harv. B.R.	Harvard Business Review
Harv. L.R.	Harvard Law Review

H.R.R.	Haryana Rent reporter
H.L.J.	Hastings Law Journal
H.C.J.	High Court Judgments (Hindi)
Him. L.R.	Himachal Law Reporter
H.L.R.	Hindu Law Reporter

I

Ill. L.R.	Illinois Law Review
I.T.A.T.R.	Income-Tax Appellate Tribunal Reporter
I.T.C.	Income Tax Cases
I.T.J.	Income Tax Journal
I.T.R.	Income Tax Reports
I.T.T.C.	Income Tax Tribunal Cases
I.T.T.D.	Income Tax Tribunal Decisions
I. Adv.	Indian Advocate
I.A.	Indian Appeals
I.C.	Indian Cases
I.B.R.	Indian Bar Review
I.J.I.L.	Indian Journal of International Law
I.J.R.	Indian Judicial Reporter
Ind. J.	Indian Jurist
I.L.R.	Indian Law Reports

I.T.M.	Indian Tax Mirror
I.C.R.	Industrial Court Reporter
I.S.J.	(Banking) Important and Select Judgments (Banking)
I.C.A.S.	Institute of Chartered Accountants of Scotland
I.B.N.G.	International Business Negotiating Guides
I.P.L.S.	Insurance Practitioners Library Series
I.P.G.	Intellectual Property Guides
I.P.L.	Intellectual Property Library
I.P.P.	Intellectual Property in Practice
I.C.L.Q.	International and Comparative Law Quarterly
I.B.L.	International Business Lawyer
Int. L.R.	International Law Reporter
I.S.E.	International Student Edition

J

Jab. L.J.	Jabalpur Law Journal
J.L.R.	Jaipur Law Reports
J.& K L.R.	Jammu & Kashmir Law Reports
J.B.L.	Journal of Business Law
J.C.C.	Journal of Criminal Cases (Delhi)

J.D.R.	Journal of Disputes Resolution
J.I.L.I.	Journal of Indian Law Institute
J.I.A.	Journal of International Arbitration
J.I.L.	Journal of International Law (Indian)
J.P.E.L.	Journal of Planning & Environment Law
J.S.C.T.L.	Journal of Shipping Customs and Transport Laws
J.S.P.T.L.	Journal of the Society of Public Teachers of Law
J.T.	Judgment Today

K

K.L.C.	Karnataka Law Chronicle
K.L.J.	Karnataka Law Journal
K.L.T.	Karnataka Law Times
Kant. Serv. L.J.	Karnataka Service Law Journal
Kash. L.J.	Kashmir Law Journal
Ker. L.J.	Kerala Law Journal
Ker. L.R.	Kerala Law Reports
K.L.T.	Kerala Law Times

L

Lab. A.C.	Labour Appeal Cases
L.L.J.	Labour Law Journal
L.I.C.	Labour and Industrial Cases
L.L.N.	Labour Law News
L.L.R.	Labour Law Reporter
Lahore L.J.	Lahore Law Journal
Lah. L.T.	Lahore Law Times
L.A.C.C.	Land Acquisition and Compensation Cases
Land L.R.	Land Law Reporter
L.S. (A.P.)	Law Summary Andhra Pradesh)
L.J.R.	Latest Judicial Reports
L.S.G.	Law Societies Gazette
L.T. Jour.	Law Times Journal
L.T.	Law Times Reports
L.Q.R.	Law Quarterly Review
L.W. (Cr.)	Law Weekly (Criminal)
Lawyers	Lawyers
L.U.	Lawyers Update
Luck. L.J.	Lucknow Law Journal
L.L.T.	Lucknow Law Times

M

M.B.L.J.	Madhya Bharat Law Journal
M.D.L.R.	Madhya Bharat Law Reporter
M.P.C.	Madhya Pradesh Cases
M.P.L.J.	Madhya Pradesh Law Journal
M.P.L.T.	Madhya Pradesh Law Times
M.P.R.C.J.	Madhya Pradesh Rent Control Journal
M.P.W.R.	Madhya Pradesh Weekly Reporter
M.Cr.C.	Madras Criminal Cases
Mad. H.C.R.	Madras High Court Reports
M.L.J.	Madras Law Journal
M.L.T.	Madras Law Times
M.L.W.	Madras Law Weekly
M.L.W. (Cri.)	Madras Law Weekly (Criminal)
M.W.N.	Madras Weekly Notes
Mah. Cri. R.	Maharashtra Criminal Reporter
Mah. L.J.	Maharashtra Law Journal
Mah. L.R.	Maharashtra Law Reporter
Mah. R.C.J.	Maharashtra Rent Control Journal
Malayan L. J.	Malayan Law Journal
Marr. L.J.	Marriage Law Journal
Marwar L.R.	Marwar Law Reporter

M.L.R.	Matrimonial Law Reporter
M.Q.	Mediation Quarterly
Me. U.L.R.	Melbourne University Law Review
Mer. L.R.	Mercantile Law Reporter
Mch. L.R.	Michigan Law Review
Minn. L.R.	Minnesota Law Review
M.L.R.	Modern Law Review
M.L.S.	Modern Legal Studies
Moo. Ind. App.	Moore's Indian Appeals
Moo. P.C.C.	Moore's Privy Council Cases
M.C.C.	Municipalities and Corporation Cases
Mun. L.J.	Municipal Law Journal
Mys. H.C.R.	Mysore High Court Reports
Mys. L.J.	Mysore Law Journal
Mys. L.R.	Mysore Law Reports

N

N.L.J.	Nagpur Law Journal
N.L.R.	Nagpur Law Reports
N.L.J.	New Law Journal
N.Y.U.L.R.	New York University Law Review

O

Ohio S.L.J.	Ohio State Law Journal
Orissa Cri. R.	Orissa Criminal Reports
O.J.D.	Orissa Judicial Decisions
O.L.R.	Orissa Law Reporter
Oudh. Case	Oudh. Cases
Oudh. L.J.	Oudh. Law Journal
Oudh. L. R.	Oudh. Law Reports
Oudh. S.C.	Oudh. Select Cases
Oudh. W.N.	Oudh. Weekly Notes

P

Pak. L.D.	Pakistan Legal Decisions
P.S.G.I.A	Parker School Guides to International Arbitration
P.H.B.	Parliament House Book
P.T.C.	Patents and Trade Mark Cases
P.T.R.	Patent and Trade Mark Reporter
Pat. L.J.	Patna Law Journal
P.L.J.R.	Patna Law Journal Reports
Pat. H.C.C.	Patna High Court Cases
P.L.T.	Patna Law Times

P.L.W.	Patna Law Weekly
Pat. W.N.	Patna Weekly Notes
Pepsu L.R.	Pepsu Law Reports
P.I.P.	Perspectives on Intellectural Property
PRP. J.H.R.	PRP Journal of Human Rights
P.F.A.J.	Prevention of Food Adulteration Journal
P.C.L.	Property and Conveyancing Library
P.L.J.	Punjab Law Journal
P.L.J. (Cri)	Punjab Law Journal (Criminal)
P.L.R.	Punjab Law Reporter
P.L.R. (D)	Punjab Law Reporter (Delhi)
Pun. Re	Punjab Records
P.W.R.	Punjab Weekly Reporter

R

Raj. Cri. C.	Rajasthan Criminal Cases
Raj. L.R.	Rajasthan Law Reporter
R.L.W.	Rajasthan Law Weekly
R.C.S.	Rajasthan State Current Statutes
R.L.R.	Rajdhani Law Reporter
Rang. L.R.	Rangoon Law Reports
Rec. C.R.	Recent Criminal Reports

R.R.R.	Recent Revenue Reports
R.S.J.	Recent Service Judgment
R.C.	Rent Cases
R.C.J.	Rent Control Journal
R.C.R.	Rent Control Reporters
R.L.R.	Rent Law Reporter
R.P.C.	Report of Patent Cases
R.D.	Revenue Decision
R.L.R.	Revenue Law Reporters
Rev. Rul.	Revenue Rulings

S

S.T. Aff.	Sales Tax Affairs
S.T.C.	Sales Tax Cases
S.T.I.	Sales Tax Interpretation
S.T.J.	Sales Tax Journal
S.T.L.	Sales Tax Literature
S.T.T.D.	Sales Tax Tribunal Decisions
S.T.R.	Sales Tax Rulings
Sau. L.R.	Saurashtra Law Reporter
Scale	Scale
S.L.T.	Scots Law Times

S.U.L.I.	Scottish Universities Law Institute
S.C.T.	Service Cases Today
Ser. L.C.	Service Law Cases
S.L.J.	Service Law Journal
S.L.R.	Service Law Reporter
S.L.W.R.	Service Law Weekly Reporter
Sikkim L.J.	Sikkim Law Journal
Sim. L.C.	Simla Law Cases
Sim. L.J.	Simla Law Journal
Sind. L.R.	Sind Law Reporter
S.P.J.	Speed Post Judgments
S.L.S.	Socio Legal Series
S.J.	Solicitor's Journal
S.A.L.J.	South African Law Journal
Sri. L.J.	Srinagar Law Journal
Stan. L.R.	Stanford Law Review
S.C.C.	Supreme Court Cases
S.C.C. (Cri.)	Supreme Court Cases (Criminal)
S.C.C.(L & S)	Supreme Court Cases (Labour & Service)
S.C.C. (Tax)	Supreme Court Cases (Taxation)
S.C.C.R.	Supreme Court Criminal Rulings
S.C.D.	Supreme Court Decisions

S.C.F.B.R.C.	Supreme Court and Full Bench Rent Cases
S.C.J.	Supreme Court Journal
S.C.N.	Supreme Court Notes
S.C.R..	Supreme Court Reports
S.C.S.T.J.	Supreme Court Sales Tax Judgments
S.C.W.R.	Supreme Court Weekly Reporter
Supreme	Supreme Today
Suth. W.R.	Sutherland's Weekly Reporter

T

T.N.L.J.	Tamil Nadu Law Notes Journal
Tas. L.R.	Tasmania Law Review
Tax Affairs	Tax Affairs
Tax Dec. (SC)	Tax Decisions (Supreme Court)
T.S.	Tax Saver
Taxation	Taxation
Taxman	Taxman
T.T.J.	Tax Tribunal Judgment (All India)
Tax. L.R.	Taxation Law Reports
T.A.C.	Transport and Accident Cases
Trav. Co. L. R.	Travancore-Cochin Law Reports

Trav. L.J.	Travancore Law Journal
Tex. L. R.	(University of) Texas Law Review
Tul. L.R.	Tulane Law Review

U

U.S.S.C.R.	U.S. Supreme Court Reports
Um. N.N.P.	Uchchatam Nyayalaya Nrinaya Patrika
Uch. N.N.P.	Uchcha Nyayalaya Nrinaya Patrika
U.P.L.R.	University of Pennsylvania Law Review
U.C.R. (Bom.)	Unreported Cases Reporter (Bombay)
U.J. (S.C.)	Unreported Judgments (Supreme Court)
U.P. Cri. C.	Uttar Pradesh Criminal Cases
U.P.C.D.	Uttar Pradesh Criminal Decisions
U.P. Cri. L.C.	Uttar Pradesh Criminal Law Cases
U.P. Cri. L. R	Uttar Pradesh Criminal Law Reports
U.P. Cri. R.	Uttar Pradesh Criminal Rulings
U.P.L.R.	Uttar Pradesh Law Reports
U.P.C.T.	Uttar Pradesh Criminal Tribune
U.P.L.B.E.C.	Uttar Pradesh Local Bodies & Educational Cases
U.P.R.C.C.	Uttar Pradesh Rent Control Cases
U.P.R.J.	Uttar Pradesh Rent Journal

U.P.S.C.	Uttar Pradesh Service Cases
U.P.R.C.	Uttar Pradesh Revenue Cases
U.P.R.J.	Uttar Pradesh Revenue Judgments
U.P.S.T.J.	Uttar Pradesh Sales Tax Journal
U.P.T.C.	Uttar Pradesh Tax Cases

V

V.K.N.	Vikraya Kar Nirnaya

W

W.L.C.	Weekly Law Cases (Raj.)
W.L.N.	Weekly Law Notes
Writ L.R.	Writ Law Reporter

Y

Yale L. J.	Yale Law Journal
Y.C.A.	Yearbook of Commercial Arbitration
Y.W.A.	Yearbook of World Affairs

ضمیمہ-4

فہرست مرکزی قوانین

A

1. Absorbed Areas (Laws) Act, 1954 (20 of 1954)

مشمولہ علاقے (قوانین) ایکٹ، 1954

2. Acquired Territories (Merger) Act, 1960 (64 of 1960)

حاصل شدہ خطے (انضمام) ایکٹ، 1960

3. Acquisition of Certain Area at Ayodhya Act, 1993 (33 of 1993)

ایودھیا میں معین رقبے کا حصول ایکٹ، 1993

4. [illegible]ing Judges Act, 1867 (16 of 1867)

کارگزار جج ایکٹ، 1867

5. Actuaries Act, 2006 (35 of 2006)

ماہرین بیمہ ایکٹ، 2006

6. Additional Duties of Excise (Goods of Special Importance) Act, 1957 (58 of 1957)

اضافی محصول آب کاری (خصوصی اہمیت کا مال) ایکٹ، 1957

7. Additional Duties of Excise (Textiles and Textile Articles) Act, 1978 (40 of 1978)

اضافی محصول آب کاری (ٹیکسٹائل واشیا ٹیکسٹائل) ایکٹ، 1978

8. Additional Emoluments (Compulsory Deposit) Act, 1974 (37 of 1974)

اضافی مشاہرہ (لازمی جمع) ایکٹ، 1974

9. Administration of Evacuee Property Act, 1950 (31 of 1950)

انتظام جائیداد متروکہ ایکٹ، 1950

10. Administative Tribunals Act, 1985 (13 of 1985)

انتظامی ٹربیونل ایکٹ، 1985

11. Administrators-General Act, 1963 (45 of 1963)

ایڈمنسٹریٹرز-جنرل ایکٹ، 1963

12. Advocates Act, 1961 (25 of 1961)

ایڈووکیٹ ایکٹ، 1961

13. Advocates' Welfare Fund Act, 2001 (45 of 2001)

ایڈووکیٹ بہبود فنڈ ایکٹ، 2001

14. African Development Bank Act, 1983 (13 of 1983)

افریقی ڈیولپمنٹ بینک ایکٹ، 1983

15. African Development Bank Fund Act, 1982 (1 of 1982)

افریقی ڈیولپمنٹ بینک فنڈ ایکٹ، 1982

16. Agricultural and Processed Food Products Export Development Authority Act, 1985 (2 of 1986)

زرعی اور عمل کاری شدہ غذائی اشیا برآمد ڈیولپمنٹ اتھارٹی ایکٹ، 1985

17. Agricultural and Processed Food Products Export Cess Act, 1985 (3 of 1986)

زرعی اور عمل کاری شدہ غذائی اشیا برآمد محصول ایکٹ، 1985

18. Agricultural Produce Cess Act, 1940 (27 of 1940)

زرعی پیداوار محصول ایکٹ، 1940

19. Agricultural Produce (Grading and Marking) Act, 1937 (1 of 1937)

زرعی پیداوار (درجہ بندی ونشان زنی) ایکٹ، 1937

20. Agricultural Refinance and Development Corporation Act, 1963 (10 of 1963)

زرعی ری فائننس وڈیولپمنٹ کارپوریشن ایکٹ، 1963

21. Agriculturists' Loans Act, 1884 (12 of 1884)

زراعت پیشہ افراد کو قرضہ جات ایکٹ، 1984

22. Air Corporations Act, 1953 (27 of 1953)

ایئر کارپوریشن ایکٹ، 1953

23. Air Corporations (Transfer of Undertakings and Repeal) Act, 1994 (13 of 1994)

ایئر کارپوریشن (ادارے کا تبادلہ وتنسیخ) ایکٹ، 1994

24. Aircraft Act, 1934 (22 of 1934)

طیارہ ایکٹ، 1934

25. Air Force Act, 1950 (45 of 1950)

ہوائی فوج ایکٹ، 1950

26. Airports Authority of India Act, 1994 (55 of 1994)

بھارتی ایئرپورٹ اتھارٹی ایکٹ، 1994

27. Air (Prevention and Control of Pollution) Act, 1981 (14 of 1981)

ہوا (انسداد وکنٹرول آلودگی) ایکٹ، 1981

28. Alcock Ashdown Company Limited (Acquisition of Undertakings) Act, 1973 (56 of 1973)

ایل کاک ایش ڈاؤن کمپنی لمیٹڈ (اداروں کا حصول) ایکٹ، 1973

29. Aligarh Muslim University Act, 1920 (40 of 1920)

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی ایکٹ، 1920

30. Allianz Und Stuttgarter Life Insurance Bank (Transfer) Act, 1950 (62 of 1950)

الائنز اینڈ اسٹٹ گارٹر لائف انشورنس بینک (تبادلہ) ایکٹ، 1950

31. All India Council for Technical Education Act, 1987 (52 of 1987)

کل ہند کونسل برائے تکنیکی تعلیم ایکٹ، 1987

32. All India Institute of Medical Sciences Act, 1956 (25 of 1956)

آل انڈیا انسٹی ٹیوٹ آف میڈیکل سائنسز (کل ہند ادارۂ طبی) ایکٹ، 1956

33. All India Services Act, 1951 (61 of 1951)

آل انڈیا سروسز (کل بھارت ملازمت) ایکٹ، 1951

34. All India Services Regulations (Indemnity) Act, 1975 (19 of 1975)

آل انڈیا سروسز (کل ہند ملازمت ضوابط) (تحفظ) ایکٹ، 1975

35. Aluminium Corporation of India Limited (Acquisition and Transfer of Aluminium Undertaking) Act, 1984 (43 of 1984)

ایلومنیم کارپوریشن آف انڈیا لمیٹڈ (ایلومنیم ادارے کا حصول وتبادلہ) ایکٹ، 1984

36. Amritsar Oil Works (Acquisition and Transfer of Undertakings) Act, 1982 (50 of 1982)

امرتسر آئل ورکس (اداروں کا حصول وتبادلہ) ایکٹ، 1982

37. Anand Marriage Act, 1909 (7 of 1909)

آنند ازدواج ایکٹ، 1909

38. Ancient Monuments and Archaeological Sites and Remains Act, 1958 (24 of 1958)

قدیم عمارات اور مقامات وآثار قدیمہ ایکٹ، 1958

39. Ancient Monuments Preservation Act, 1904 (7 of 1904)

حفاظت آثار قدیمہ ایکٹ، 1904

40. Andhra Pradesh and Madras (Alteration of Boundaries) Act, 1959 (56 of 1959)

آندھرا پردیش ومدراس (تبدیلی سرحد) ایکٹ، 1959

41. Andhra Pradesh and Mysore (Transfer of Territory) Act, 1968 (36 of 1968)

آندھرا پردیش اور میسور (منتقلی علاقہ) ایکٹ، 1968

42 Andhra Pradesh Legislative Council Act, 2005 (1 of 2006)

آندھرا پردیش مجلس قانون ساز ایکٹ، 2005

43. Andhra Pradesh Legislative Council (Abolition) Act, 1985 (34 of 1985)

آندھرا پردیش مجلس قانون ساز (برخاستگی) ایکٹ، 1985

44. Andhra Scientific Company Limited (Acquisition and Transfer of

Undertakings) Act, 1982 (71 of 1982)

آندھرا سائنٹفک کمپنی لمیٹڈ (اداروں کا حصول وتبادلہ) ایکٹ، 1982

45. Andhra State Act, 1953 (30 of 1953)

ریاست آندھرا ایکٹ، 1953

46. Anti Apartheid (United Nations Convention) Act, 1981 (48 of 1981)

نسلی امتیاز مخالفت (اقوام متحدہ کنونشن) ایکٹ، 1981

47. Anti Hijacking Act, 1982 (65 of 1982)

طیارہ اغوا مخالف ایکٹ، 1982

48. Antiquities and Art Treasures Act, 1972 (52 of 1972)

باقیات سلف وخزانہ ہائے فن ایکٹ، 1972

49. Apprentices Act, 1961 (52 of 1961)

کارآموزان ایکٹ، 1961

50. Arbitration Act, 1940 (10 of 1940)-Repeal

ثالثی ایکٹ، 1940۔منسوخ

51. Arbitration and Conciliation Act, 1996 (26 of 1996)

ثالثی اور مصالحت ایکٹ، 1996

52. Arbitration (Protocol and Convention) Act, 1937 (6 of 1937)-Repeal

ثالثی (پروٹوکال وکنونشن) ایکٹ، 1937۔منسوخ

53. Architects Act, 1972 (20 of 1972)

آرکیٹیکٹ (ماہر تعمیرات) ایکٹ، 1972

54. Armed Forces (Emergency Duties) Act, 1947 (15 of 1947)

مسلح افواج (ہنگامی فرائض) ایکٹ، 1947

55. Armed Forces (Jammu and Kashmir) Special Powers Act, 1990 (21 of 1990)

مسلح افواج (جموں وکشمیر) خصوصی اختیارات ایکٹ، 1990

56. Armed Forces (Punjab and Chandigarh) Special Powers Act, 1983 (34 of 1983)

مسلح افواج (پنجاب وچنڈی گڑھ) خصوصی اختیارات ایکٹ، 1983

57. Armed Forces (Special Powers) Act, 1958 (28 of 1958)

مسلح افواج (خصوصی اختیارات) ایکٹ، 1958

58. Arms Act, 1959 (54 of 1959)

اسلحہ ایکٹ، 1959

59. Army Act, 1950 (46 of 1950)

افواج سے متعلق ایکٹ، 1950

60. Army and Air Force (Disposal of Private Property) Act, 1950 (40 of 1950)

فوج وہوائی فوج (نجی جایداد کا نمٹارہ) ایکٹ، 1950

61. Arya Marriage Validation Act, 1937 (19 of 1937)

جوازازدواج آریہ ایکٹ، 1937

62. Asian Development Bank Act, 1966 (18 of 1966)

ایشیائی ڈیولپمنٹ بینک ایکٹ، 1966

63. Asian Refractories Limited (Acquisition of Undertaking) Act, 1971 (65 of 1971)

ایشیائی رفریکٹریز لمیٹڈ (ادارے کا حصول) ایکٹ، 1971

64. Asiatic Society Act, 1984 (5 of 1984)

ایشیاٹک سوسائٹی ایکٹ، 1984

65. Assam (Alteration of Boundaries) Act, 1951 (47 of 1951)

آسام (تبدیلی سرحد) ایکٹ، 1951

66. Assam Reorganisation (Meghalaya) Act, 1969 (55 of 1969)

آسام تنظیم نو (میگھالیہ) ایکٹ، 1969

67. Assam Rifles Act, 1941 (5 of 1941)

آسام رائفلس ایکٹ، 1941

68. Assam Sillimanite Limited (Acquisition and Transfer of Refractory Plant) Act, 1976 (22 of 1976)

آسام سلیمنائٹ لمیٹڈ (ریفکٹری پلانٹ کا حصول وتبادلہ) ایکٹ، 1976

69. Assam University Act, 1989 (23 of 1989)

آسام یونیورسٹی ایکٹ، 1989

70. Atomic Energy Act, 1962 (33 of 1962)

ایٹمی توانائی ایکٹ، 1962

71. Auroville (Emergency Provisions) Act, 1980 (59 of 1980)

آروول (ہنگامی توضیعات) ایکٹ، 1980

72. Auroville Foundation Act, 1988 (54 of 1988)

آروول فاؤنڈیشن ایکٹ، 1988

73. Auroville (Emergency Provisions) Repeal Act, 2001 (37 of 2001)

آروول (ہنگامی توضیعات) منسوخی ایکٹ، 2001

74. Authoritative Texts (Central Laws) Act, 1973 (50 of 1973)

مستند متن (مرکزی قوانین) ایکٹ، 1973

B

1. Baba Saheb Bhimrao Ambedkar University Act, 1994 (58 of 1994)

باباصاحب بھیم راؤ امبیڈکر یونیورسٹی ایکٹ، 1994

2. Banaras Hindu University Act, 1915 (16 of 1915)

بنارس ہندو یونیورسٹی ایکٹ، 1915

3. Bankers' Books Evidence Act, 1891 (18 of 1891)

شہادت کتب بینکران ایکٹ، 1891

4. Banking Companies (Acquisition and Transfer of Undertakings) Act, 1969(22 of 1969)

بینک کاری کمپنی (اداروں کا حصول وتبادلہ) ایکٹ، 1969

5. Banking Companies (Acquisition and Transfer of Undertakings) Act, 1970 (5 of 1970)

بینک کاری کمپنی (اداروں کا حصول وتبادلہ) ایکٹ، 1970

6. Banking Companies (Acquisition and Transfer of Undertakings) Act, 1980 (40 of 1980)

بینک کاری کمپنی (اداروں کا حصول وتبادلہ) ایکٹ، 1980

7. Banking Companies (Legal Practitioners' Clients' Accounts) Act, 1949 (46 of 1949)

بینک کاری کمپنی (قانونی پیشہ وروں کے مؤکلوں کے کھاتے) ایکٹ، 1949

8. Banking Companies (Legal Practitioners' Clients' Accounts) Repeal Act, 2001 (20 of 2001)

بینک کاری کمپنی (قانونی پیشہ وروں کے مؤکلوں کے کھاتے) منسوخی ایکٹ، 2001

9. Banking Regulation Act, 1949 (10 of 1949)

بینک کاری ضابطہ بندی ایکٹ، 1949

10. Banking Service Commission Act, 1984 (44 of 1984)

بینک کاری خدمات ایکٹ، 1984

11. Banking Service Commission (Repeal) Act, 1978 (20 of 1978)

بینک کاری خدمات کمیشن (تنسیخ) ایکٹ، 1978

12. Banking Service Commission (Repeal) Act, 2003 (29 of 2003)

بینک کاری خدمات کمیشن (تنسیخ) ایکٹ، 2003

13. Bar Councils (Validation of State Laws) Act, 1956 (4 of 1956)

بارکونسل (ریاستی قوانین کا جواز) ایکٹ، 1956

14. Beedi and Cigar Workers (Conditions of Employment) Act, 1966 (32 of 1966)

بیڑی اور سگار کامگر (ماموری کی شرائط) ایکٹ، 1966

15. Beedi Workers Welfare Cess Act, 1976 (56 of 1976)

بیڑی کام گار بہبود محصول ایکٹ، 1976

16. Beedi Workers Welfare Fund Act, 1976 (62 of 1976)

بیڑی کام گار بہبود فنڈ ایکٹ، 1976

17. Benami Transactions (Prohibition) Act, 1988 (45 of 1988)

بے نامی سودے (ممانعت) ایکٹ، 1988

18. Bengal, Agra and Assam Civil Courts Act, 1887 (12 of 1887)

بنگال، آگرہ اور آسام سول عدالت ایکٹ، 1887

19. Bengal, Bihar and Orissa and Assam Laws Act, 1912 (7 of 1912)

بنگال، بہار اور اڑیسہ و آسام قوانین ایکٹ، 1912

20. Bengal Bonded Warehouse Association, 1838 (5 of 1838)

بنگال محصول طلب مال خانہ ایسوسی ایشن، 1838

21. Bengal Bonded Warehouse Association, 1854 (5 of 1854)

بنگال محصول طلب مال خانہ ایسوسی ایشن، 1854

22. Bengal Chemical and Pharmaceutical Works Limited (Acquisition and Transfer of Undertakings) Act, 1980 (58 of 1980)

بنگال کیمیکل و فارماسیوٹیکل ورکس لمیٹڈ (اداروں کا حصول وتبادلہ) ایکٹ، 1980

23. Bengal Districts Act, 1836 (21 of 1836)

اضلاع بنگال ایکٹ، 1836

24. Bengal Immunity Company Limited (Acquisition and Transfer of Undertakings) Act, 1984 (57 of 1984)

بنگال ایمیونٹی کمپنی لمیٹڈ (اداروں کا حصول وتبادلہ) ایکٹ، 1984

25. Bengal Suppression of Terrorist Outrages (Supplementary) Act, 1932 (24 of 1932)

بنگال مدافعت دہشت گردانہ تشدد (ضمنی) ایکٹ، 1932

26. Berar Laws Act, 1941 (4 of 1941)

برار قوانین ایکٹ، 1941

27. Betwa River Board Act, 1976 (63 of 1976)

بیتوا ندی بورڈ ایکٹ، 1976

28. Bharat Petroleum Corporation Limited (Determination of Conditions of Service of Employees) Act, 1988 (44 of 1988)

بھارت پٹرولیم کارپوریشن لمیٹڈ (ملازموں کی شرائط ملازمت کا تعین) ایکٹ، 1988

29. Bhopal Gas Leak Disaster (Processing of Claims) Act, 1985 (21 of 1985)

بھوپال گیس رساؤ سانحہ (دعوؤں سے متعلق کارروائی) ایکٹ، 1985

30. Bhopal and Vindhya Pradesh (Courts) Act, 1950 (41 of 1950)

بھوپال اور وندھیا پردیش (عدالت) ایکٹ، 1950

31. Bihar and Uttar Pradesh (Alteration of Boundaries) Act, 1968 (24 of 1968)

بہار اور اتر پردیش (تبدیلی سرحد) ایکٹ، 1968

32. Bihar and West Bengal (Transfer of Territories) Act, 1956 (40 of 1956)

بہار اور مغربی بنگال (تبادلہ علاقہ جات) ایکٹ، 1956

33. Bihar Land Reform Laws (Regulating Mines and Minerals) Validation Act, 1969 (42 of 1969)

بہار زمین سدھار قوانین (انضباط کان و معدنیات) جواز ایکٹ، 1969

34. Bihar Reorganisation Act, 2000 (30 of 2000)

بہار تنظیم نو ایکٹ، 2000

35. Bihar State Legislature (Delegation of Powers) Act, 1968 (39 of 1968)

بہار ریاستی قانون سازیہ (تفویض اختیارات) ایکٹ، 1968

36. Bihar State Legislature (Delegation of Powers) Act, 1969 (32 of 1969)

بہار ریاستی قانون سازیہ (تفویض اختیارات) ایکٹ، 1969

37. Bihar Value Added Tax Act, 2005 (27 0f 2005)

بہار قیمت ایزادی ٹیکس ایکٹ، 2005

38. Biological Diversity Act, 2002 (18 of 2003)

حیاتیاتی جداگانہ حیثیت ایکٹ، 2002

39. Bird and Company Limited (Acquisition and Transfer of Undertakings and Other Properties) Act, 1980 (67 of 1980)

برڈ اینڈ کمپنی لمیٹڈ (اداروں و دیگر جائیداد کا حصول و تبادلہ) ایکٹ، 1980

40. Births, Deaths and Marriages Registration Act, 1886 (6 of 1886)

پیدائش، اموات اور ازدواج رجسٹری ایکٹ، 1886

41. Bolani Oars Limited (Acquisition of Shares) and Miscellaneous Provisions Act, 1978 (42 of 1978)

بولانی اورس لمیٹڈ (حصول حصص) اور متفرق توضیعات ایکٹ، 1978

42. Bombay High Court (Letters Patent) Act, 1866 (23 of 1866)

بمبئی ہائی کورٹ (لیٹرس پیٹنٹ) ایکٹ، 1866

43. Bombay Reorganisation Act, 1960 (11 of 1960)

بمبئی تنظیم نو ایکٹ، 1960

44. Bonded Labour System (Abolition) Act, 1976 (19 of 1976)

جبری مزدوری نظام (انسداد) ایکٹ، 1976

45. Border Security Force Act, 1968 (47 of 1968)

بارڈر سیکورٹی فورس (سرحدی حفاظتی جمعیت) ایکٹ، 1968

46. Brahmaputra Board Act, 1980 (46 of 1980)

برہم پتر بورڈ ایکٹ، 1980

47. Braithwaite and Company (India) Limited (Acquisition and Transfer of Undertakings) Act, 1976 (96 of 1976)

بریتھ ویٹ اینڈ کمپنی (انڈیا) (اداروں کا حصول وتبادلہ) ایکٹ، 1976

48. Brentford Electric (India) Limited (Acquisition and Transfer of Undertakings) Act, 1987 (36 of 1987)

برینٹفورڈ الیکٹرک (کمپنی) لمیٹڈ (اداروں کا حصول وتبادلہ) ایکٹ، 1978

49. British India Corporation Limited (Acquisition of Shares) Act, 1981 (29 of 1981)

برٹش انڈیا کارپوریشن لمیٹڈ (حصول حصص) ایکٹ، 1981

50. British Statutes (Application to India) Repeal Act, 1960 (57 of 1960)

برٹش قوانین (بھارت پر اطلاق) تنسیخ ایکٹ، 1960

51. British Statutes (Repeal) Act, 2004 (17 of 2004)

برٹش قانون (تنسیخ) ایکٹ، 2004

52. Brittania Engineering Company Limited (Mokameh Unit) and the Arthur Butler and Company (Muzaffarpur) Limited (Acquisition and Transfer of Undertakings) Act, 1978 (41 of 1978)

بریٹینیا انجینئرنگ کمپنی لمیٹڈ (مکاما یونٹ) اور آرتھر بٹلر اینڈ کمپنی (مظفرپور) لمیٹڈ

(اداروں کا حصول وتبادلہ) ایکٹ، 1978

53. Building and Other Construction Workers (Regulation of Employment and Conditions of Service) Act, 1996 (27 of 1996)

عمارات ودیگر تعمیرات کام گار (معموری اور شرائط ملازمت کی ضابطہ بندی) ایکٹ، 1996

54. Building and Other Construction Workers Welfare Cess Act, 1996 (28 of 1996)

عمارات ودیگر تعمیرات کام گار بہبود محصول ایکٹ، 1996

55. Bureau of Indian Standards Act, 1986 76. (63 of 1986)

بھارتی معیار بندی بیورو ایکٹ، 1986

56. Burmah Oil Company [Acquisition of Shares of Oil India Limited and of the Undertakings in India of Assam Oil Company Limited and the Burmah Oil Company (India Trading) Limited] Act, 1981 (41 of 1981)

برما آئل کمپنی (آئل انڈیا لمیٹڈ کے حصص وآسام آئل کمپنی لمیٹڈ اور برما آئل کمپنی (انڈیا ٹریڈنگ) لمیٹڈ کے بھارت میں اداروں کا حصول) ایکٹ، 1981

57. Burmah Shell (Acquisition of Undertakings in India) Act, 1976 (2 of 1976)

برما شیل (بھارت میں اداروں کا حصول) ایکٹ، 1976

58. Burn Company and Indian Standard Wagon Company (Nationalisation) Act, 1976 (97 of 1976)

برن کمپنی اور انڈین اسٹینڈرڈ ویگن کمپنی (رجسٹریشن) ایکٹ، 1976

59. Burn Company and Indian Standard Wagon Company

(Taking over of Management) Act, 1973 (57 of 1973)

برن کمپنی اور انڈین اسٹینڈرڈ ویگن کمپنی (انتظام سنبھالنا) ایکٹ، 1973

C

1. Cable Television Networks (Regulation) Act, 1995 (7 of 1995)

کیبل ٹیلی ویژن نیٹ ورک (ضابطہ بندی) ایکٹ، 1995

2. Calcutta High Court (Extension of Jurisdiction) Act, 1953 (41 of 1953)

کلکتہ ہائی کورٹ (توسیع اختیار سماعت) ایکٹ، 1953

3. Calcutta High Court (Jurisdictional Limits) Act, 1919 (15 of 1919)

کلکتہ ہائی کورٹ (حدود اختیار سماعت) ایکٹ، 1919

4. Calcutta Metro Railway (Operation and Maintenance) Temporary Provisions Act, 1985(10 of 1985)

کلکتہ میٹرو ریلوے (آپریشن و رکھ رکھاؤ) عارضی توضیعات ایکٹ، 1985

5. Calcutta Pilots Act, 1859 (12 of 1859)

کلکتہ پائلٹ ایکٹ، 1959

6. Calcutta Port (Pilotage) Act, 1948 (33 of 1948)

کلکتہ پورٹ (رہنمائی طیارہ) ایکٹ، 1948

7. Caltex [Acquisition of Shares of Caltex Oil Refining (India) Limited and of the Undertakings in India of Caltex (India) Limited] Act, 1977 (17 of 1977)

کال ٹیکس (کال ٹیکس آئل ریفائننگ (انڈیا) لمیٹڈ کے حصص و کال ٹیکس (انڈیا) لمیٹڈ کے بھارت میں اداروں کا حصول) ایکٹ، 1977

8. Cancellation of General Elections in Punjab Act, 1991 (38 of 1991)

پنجاب میں عام انتخابات رد کیے جانے سے متعلق ایکٹ، 1991

9. Cantonments Act, 1924 (2 of 1924)

چھاؤنی ایکٹ، 1924

10. Cantonments (Extension of Rent Control Laws) Act, 1957 (46 of 1957)

چھاؤنی (کرایہ پر کنٹرول سے متعلق قوانین کی توسیع) ایکٹ، 1957

11. Cantonments (House Accommodation) Act, 1923 (6 of 1923)

چھاؤنی (رہائش گاہ) ایکٹ، 1923

12. Capital Issues (Control) Act, 1947 (29 of 1947)

اجرائی سرمایہ (کنٹرول) ایکٹ، 1947

13. Capital Issues (Control) Repeal Act, 1992 (26 of 1992)

اجرائی سرمایہ (کنٹرول) منسوخی ایکٹ، 1992

14. Cardamom Act, 1965 (42 of 1965)

الائچی ایکٹ، 1965

15. Carriage by Air Act, 1972 (69 of 1972)

فضائی باربرداری ایکٹ، 1972

16. Carriers Act, 1865 (3 of 1865)

باربرداران ایکٹ، 1865

17. Caste Disabilities Removal Act, 1850 (21 of 1850)

اختتام نااہلیت ذات ایکٹ، 1850

18. Cattle-trespass Act, 1871 (1 of 1871)

بیجا مداخلت مویشیان ایکٹ، 1871

19. Census Act, 1948 (37 of 1948)

مردم شماری ایکٹ، 1948

20. Central Agricultural University Act, 1992 (40 of 1992)

مرکزی زراعتی یونیورسٹی ایکٹ، 1992

21. Central Board of Direct Taxes (Validation of Proceedings) Act, 1971 (37 of 1971)

مرکزی بورڈ برائے راست ٹیکس (کارروائیوں کا جواز) ایکٹ، 1971

22. Central Boards of Revenue Act, 1963 (54 of 1963)

مرکزی مال گزاری بورڈ ایکٹ، 1963

23. Central Duties of Excise (Retrospective Exemption) Act, 1986 (45 of 1986)

مرکزی آبکاری محصول (چھوٹ موثر بہ ماضی) ایکٹ، 1986

24. Central Educational Institutions (Reservation in Admission) Act, 2006 (5 of 2007)

مرکزی تعلیمی ادارے (داخلے میں ریزرویشن) ایکٹ، 2006

25. Central Excise Act, 1944 (1 of 1944)

مرکزی آبکاری ایکٹ، 1944

26. Central Excises (Conversion to Metric Units) Act, 1960 (38 of 1960)

مرکزی آبکاری (میٹرک یونٹ کا استعمال بذریعہ تبدیلی) ایکٹ، 1960

27. Central Excise Tariff Act, 1985 (5 of 1986)

مرکزی آبکاری ٹیرف ایکٹ، 1985

28. Central Industrial Security Force Act, 1968 (50 of 1968)

مرکزی صنعتی حفاظتی جمعیت ایکٹ، 1968

29. Central Labour Laws (Extension to Jammu and Kashmir) Act, 1970 (51 of 1970)

مرکزی مزدوروں سے متعلق قوانین (جموں وکشمیر تک توسیع) ایکٹ، 1970

30. Central Laws (Extension to Arunachal Pradesh) Act, 1993 (44 of 1993)

مرکزی قوانین (اروناچل پردیش تک توسیع) ایکٹ، 1993

31. Central Laws (Extension to Jammu and Kashmir) Act, 1968 (25 of 1968)

مرکزی قوانین (جموں وکشمیر توسیع) ایکٹ، 1968

32. Central Provinces Laws Act, 1875 (20 of 1875)

مرکزی صوبائی قوانین ایکٹ، 1875

33. Central Reserve Police Force Act, 1949 (66 of 1949)

مرکزی ریزرو پولس فورس ایکٹ، 1949

34. Central Road Fund Act, 2000 (54 of 2000)

مرکزی سڑک فنڈ ایکٹ، 2000

35. Central Sales Tax Act, 1956 (74 of 1956)

مرکزی بکری ٹیکس ایکٹ، 1956

36. Central Silk Board Act, 1948 (61 of 1948)

مرکزی ریشم بورڈ ایکٹ، 1948

37. Central Vigilance Commission Act, 2003 (45 of 2003)

مرکزی ویجیلنس کمیشن ایکٹ، 2003

38. Cess and Other Taxes on Minerals (Validation) Act, 1992 (16 of 1992)

معدنیات پر محصول اور دیگر ٹیکس (جواز) ایکٹ، 1992

39. Cess Laws (Repealing and Amending) Act, 2006 (24 of 2006)

محصول قوانین (تنسیخ وترمیم) ایکٹ، 2006

40. Chandernagore (Merger) Act, 1954 (36 of 1954)

چندرنا گور (شمولیت) ایکٹ، 1954

41. Chandigarh (Delegation of Powers) Act, 1987 (2 of 1988)

چنڈی گڑھ (تفویض اختیارات) ایکٹ، 1987

42. Chandigarh Disturbed Areas Act, 1983 (33 of 1983)

چنڈی گڑھ مخدوش علاقہ جات ایکٹ، 1983

43. Chaparmukh-Silghat Railway Line and the Katakhal-Lala Bazar Railway Line (Nationalisation) Act, 1982 (36 of 1982)

چاپر مکھ-سل گھاٹ ریل لائن اور کاٹارول-لالہ بازار ریل (قومی ملکیت میں لیا جانا) ایکٹ، 1982

44. Charitable and Religious Trusts Act, 1920 (14 of 1920)

خیراتی اور مذہبی ٹرسٹ ایکٹ، 1920

45. Charitable Endowments Act, 1890 (6 of 1890)

خیراتی ادارے (اوقاف) ایکٹ، 1890

46. Chartered Accountants Act, 1949 (38 of 1949)

چارٹرڈ اکاؤنٹینٹ ایکٹ، 1949

47. Chemical Weapons Convention Act, 2000 (34 of 2000)

کیمیائی ہتھیار کنونشن ایکٹ، 2000

48. Child Labour (Prohibition and Regulation) Act, 1986 (61 of 1986)

بچہ مزدور (ممانعت وضابطہ بندی) ایکٹ، 1986

49. Child Marriage Restraint Act, 1929 (19 of 1929)

بچوں کی شادی کی ممانعت ایکٹ، 1929

50. Children Act, 1960 (60 of 1960)

بچوں سے متعلق ایکٹ، 1960

51. Children (Pledging of Labour) Act, 1933 (2 of 1933)

بچہ (گروی مزدور) ایکٹ، 1933

52. Chit Funds Act, 1982 (40 of 1982)

چٹ فنڈ ایکٹ، 1982

53. Church of Scotland Kirk Sessions Act, 1899 (23 of 1899)

چرچ آف اسکاٹ لینڈ کرک سیشن ایکٹ، 1899

54. Cigarettes (Regulation of Production, Supply and Distribution) Act, 1975 (49 of 1975)

سگریٹ (پیداوار، فراہمی وتقسیم کی ضابطہ بندی) ایکٹ، 1975

55. Cigarettes and Others Tobacco Products (Prohibition of

Advertisement and Regulation of Trade and Commerce, Production, Supply and distribution) Act, 2003 (34 of 2003)

سگریٹ اور تمباکو سے بنی دیگر اشیا (تشہیر پر پابندی اور کاروبار و تجارت، پیداوار، فراہمی وتقسیم کی ضابطہ بندی) ایکٹ، 2003

56. Cinematograph Act, 1952 (37 of 1952)

سنیماٹوگراف ایکٹ، 1952

57. Cine-workers and Cinema Theatre Workers (Regulation of Employment) Act, 1981(50 of 1981)

سنیما اور سنیما تھیٹر کام گاران (روزگار کی ضابطہ بندی) ایکٹ، 1981

58. Cine-workers Welfare Cess Act, 1981 (30 of 1981)

سنیما کام گاران بہبودی محصول ایکٹ، 1981

59. Cine-workers Welfare Fund Act, 1981 (33 of 1981)

سنیما کام گاران بہبودی فنڈ ایکٹ، 1981

60. Citzenship Act, 1955 (57 of 1955) (with Rules)

شہریت ایکٹ، 1955

61. Civil Courts Amins Act, 1856 (12 of 1856)

سول عدالت امین ایکٹ، 1856

62. Civil Defence Act, 1968 (27 of 1968)

سول ڈفینس ایکٹ، 1968

63. Coal Bearing Areas (Acquisition and Development) Act, 1957 (20 of 1957)

کوئلے کے ذخائر والا علاقہ (حصول وترقی) ایکٹ، 1957

64. Coal Grading Board (Repeal) Act, 1959 (17 of 1959)

کوئلہ درجہ بندی بورڈ (تنسیخ) ایکٹ، 1959

65. Coal India (Regulation of Transfers and Validation) Act, 2000 (45 of 2000)

کول انڈیا (تبادلوں کی ضابطہ بندی و جواز) ایکٹ، 2000

66. Coal Mines (Conservation and Development) Act, 1974 (28 of 1974)

کوئلہ کان (تحفظ و ترقی) ایکٹ، 1974

67. Coal Mines Labour Welfare Fund Act, 1947 (32 of 1947)

کوئلہ کان مزدور بہبود فنڈ ایکٹ، 1947

68. Coal Mines Labour Welfare Fund (Repeal) Act, 1986 (27 of 1986)

کوئلہ کان مزدور بہبود فنڈ (تنسیخ) ایکٹ، 1986

69. Coal Mines (Nationalisation) Act, 1973 (26 of 1973)

کوئلہ کان (قومی ملکیت میں لیا جانا) ایکٹ، 1973

70. Coal Mines Provident Fund and Miscellaneous Provisions Act, 1948 (46 of 1948)

کوئلہ کان پراویڈنٹ فنڈ اور متفرق توضیعات ایکٹ، 1948

71. Coal Mines (Taking Over of Management) Act, 1973 (15 of 1973)

کوئلہ کان (انتظام سنبھالنا) ایکٹ، 1973

72. Coast Guard Act, 1978 (30 of 1978)

ساحلی محافظ (کوسٹ گارڈ) ایکٹ، 1978

73. Coastal Aquaculture Authority Act, 2005 (24 of 2005)

ساحلی زراعت آبی اتھارٹی ایکٹ، 2005

74. Coasting Vessels Act, 1838 (19 of 1838)

ساحلی جہاز ایکٹ، 1838

75. Coconut Development Board Act, 1979 (5 of 1979)

ناریل ترقیاتی بورڈ ایکٹ، 1979

76. Code of Civil Procedure, 1908 (5 of 1908)

مجموعہ ضابطہ دیوانی، 1908

77. Code of Criminal Procedure, 1973 (2 of 1974)

مجموعہ ضابطہ فوجداری، 1973

78. Coinage Act,1906 (3 of 1906)

سکہ سازی ایکٹ، 1906

79. Coir Industry Act, 1953 (45 of 1953)

صنعتِ کیئر ☆ ایکٹ، 1953

☆ ناریل کے ریشے جن سے چٹائی یا رسی وغیرہ بنائی جاتی ہیں۔

80. Coking Coal Mines (Emergency Provisions) Act, 1971 (64 of 1971)

کوکنگ کوئلہ کان (ہنگامی توضیعات) ایکٹ، 1971

81. Coking Coal Mines (Nationalisation) Act, 1972 (36 of 1972)

کوکنگ کوئلہ کان (قومی ملکیت میں لیا جانا) ایکٹ، 1972

82. Collection of Statistics Act, 1953 (32 of 1953)

یکجائی اعداد وشمار ایکٹ، 1953

83. Colonial Courts of Admiralty (India) Act, 1891 (16 of 1891)

نوآبادیاتی عدالت بحریہ (انڈیا) ایکٹ، 1891

84. Colonial Prisoners Removal (Repeal) Act, 2001 (12 of 2001)

نوآبادیاتی قیدیوں کو ہٹایا جانا (تنسیخ) ایکٹ، 2001

85. Commander-in-Chief (Change in Designation) Act, 1955 (19 of 1955)

کمانڈر ان چیف (تبدیلی اسم عہدہ) ایکٹ، 1955

86. Commercial Documents Evidence Act, 1939 (30 of 1939)

تجارتی دستاویزات شہادت ایکٹ، 1939

87. Commission for Protection of Child Right Act, 2005 (4 of 2006)

کمیشن برائے تحفظ حقوق اطفال ایکٹ، 2005

88. Commission of Inquiry Act, 1952 (60 of 1952)

جانچ کمیشن ایکٹ، 1952

89. Commission of Sati (Prevention) Act, 1987 (3 of 1988)

ستی (انسداد) ایکٹ، 1988

90. Companies Act, 1956 (1 of 1956)

کمپنی ایکٹ، 1956

91. Companies (Donations to National Funds) Act, 1951 (54 of 1951)

کمپنی (قومی فنڈ کے لیے عطیات) ایکٹ، 1951

92. Companies (Profits) Surtax Act, 1964 (7 of 1964)

کمپنی (منافع) اضافی ٹیکس ایکٹ، 1964

93. Company Secretaries Act, 1980 (56 of 1980)

کمپنی سکریٹری ایکٹ، 1980

94. Companies (Surcharge on Income-tax) Act, 1971 (62 of 1971)

کمپنی (انکم ٹیکس پر اضافی چارج) ایکٹ، 1971

95. Companies (Temporary Restrictions on Dividends) Act, 1974 (35 of 1974)

کمپنی (ڈویڈنڈ پر عارضی پابندیاں) ایکٹ، 1974

96. Competition Act, 2002 (12 of 2003)

مسابقت ایکٹ، 2002

97. Comptroller and Auditor General's (Duties, Powers and Conditions of Service) Act, 1971 (56 of 1971)

کمپٹرولر و آڈیٹر جنرل (فرائض، اختیارات و شرائط ملازمت) ایکٹ، 1971

98. Compulsory Deposit Scheme Act, 1963 (21 of 1963)

لازمی جمع اسکیم ایکٹ، 1963

99. Compulsory Deposit Scheme (Income-tax Payers) Act, 1974 (38 of 1974)

لازمی جمع اسکیم (انکم ٹیکس دہندگان) ایکٹ، 1974

100. Conservation of Foreign Exchange and Prevention of Smuggling Activities Act, 1974 (52 of 1974)

تحفظ زرمبادلہ وانسداد اسمگلنگ (ناجائز درآمد وبرآمد کا کاروبار) ایکٹ، 1974

101. Constitution of India

بھارت کا آئین، ہندوستان کا دستور یا دستور ہند

102. Consumer Protection Act, 1986 (68 of 1986)

تحفظ صارفین ایکٹ، 1986

103. Contempt of Courts Act, 1971 (70 of 1971)

توہین عدالت ایکٹ، 1971

104. Contingency Fund of India Act, 1950 (49 of 1950)

بھارت کا ہنگامی فنڈ ایکٹ، 1950

105. Continuance of Legal Proceedings Act, 1948 (38 of 1948)

قانونی کارروائیوں کا جاری رہ جانا ایکٹ، 1948

106. Contract Labour (Regulation and Abolition) Act, 1970 (37 of 1970)

ٹھیکہ مزدوری (ضابطہ بندی وانسداد) ایکٹ، 1970

107. Control of National Highways (Land and Traffic) Act, 2002 (13 of 2003)

قومی شاہراہ کنٹرول (زمین وٹریفک) ایکٹ، 2003

108. Converts' Marriage Dissolution Act, 1866 (21 of 1866)

مذہب تبدیل کرنے والوں کی شادی کے انفساخ کی بابت ایکٹ، 1866

109. Cooch-Bihar (Assimilation of Laws) Act, 1950 (67 of 1950)

کوچ بہار (مطابقت قوانین) ایکٹ، 1950

110. Co-operative Societies Act, 1912 (2 of 1912)

کوآپریٹیو سوسائٹی ایکٹ، 1912

111. Copra Cess Act, 1979 (4 of 1979)

کھوپرا محصول ایکٹ، 1979

112. Copyright Act, 1957 (14 of 1957)

کاپی رائٹ (حق تصنیف، تخلیق وغیرہ) ایکٹ، 1957

113. Coroners Act, 1871 (4 of 1871)

کوروزر (ایسے طبی افسران سے متعلق جو حادثاتی یا مشکوک موت کا سبب جاننے کی کوشش کرتے ہیں) ایکٹ، 1871

114. Cost and Works Accountants Act, 1959 (23 of 1959)

کوسٹ اینڈ ورکس اکاؤنٹینس ایکٹ، 1959

115. Cotton Cloth Act, 1918 (23 of 1918)

سوتی کپڑا ایکٹ، 1918

116. Cotton Cloth (Repeal) Act, 2000 (25 of 2000)

سوتی کپڑا (تنسیخ) ایکٹ، 2000

117. Cotton, Copra and Vegetable Oils Cess (Abolition) Act, 1987 (4 of 1987)

کپاس، کھوپرا اور بناسپتی تیل محصول (خاتمہ) ایکٹ، 1987

118. Cotton Ginning and Pressing Factories Act, 1925 (12 of 1925)

کپاس،اوٹائی اوردبائی کارخانہ ایکٹ،1925

119. Cotton Ginning and Pressing Factories (Repeal) Act, 1998 (2 of 1999)

کپاس،اوٹائی اوردبائی کارخانہ(تنسیخ) ایکٹ،1998

120. Cotton Textiles Cess Act, 1948 (7 of 1948)

سوتی کپڑامحصول ایکٹ،1948

121. Cotton Textile Cess (Repeal) Act, 2000 (19 of 2000)

سوتی کپڑامحصول(تنسیخ) ایکٹ،2000

122. Cotton Textile Compnies (Management of Undertakings and Liquidation or Reconstruction) Act,1967 (29 of 1967)

سوتی ٹیکسٹائل کمپنی(اداروں کاانتظام اورخاتمہ یاتشکیل نو) ایکٹ،1967

123. Cotton Transport Act, 1923 (3 of 1923)

کپاس کانقل وحمل ایکٹ،1923

124. Cotton Transport Repeal Act, 1995 (19 of 1995)

کپاس کانقل وحمل(تنسیخ) ایکٹ،1995

125. Countess of Dufferin's Fund Act, 1957 (63 of 1957)

کاؤنٹیس آف ڈفرن فنڈ ایکٹ،1957

126. Countess of Dufferin's Fund (Repeal) Act, 2002 (65 of 2002)

کاؤنٹیس آف ڈفرن فنڈ(تنسیخ) ایکٹ،2002

127. Court-fees Act, 1870 (7 of 1870)

کورٹ فیس ایکٹ، 1870

128. Credit Information Companies (Regulation) Act, 2005 (30 of 2005)

قرضہ جات سے متعلق اطلاع دینے والی کمپنیاں (ضابطہ بندی) ایکٹ، 2005

129. Customs Act, 1962 (52 of 1962)

کسٹم ایکٹ، 1962

130. Customs and Central Excises Laws (Repeal) Act, 2004 (25 of 2004)

کسٹم اور آبکاری قوانین (ترمیم) ایکٹ، 2004

131. Customs and Excise Revenues Appellate Tribunal Act, 1986 (62 of 1986)

کسٹم اور آبکاری محصولات اپیلی ٹریبیونل ایکٹ، 1986

132. Customs Duties and Cesses (Conversion to Metric Units) Act, 1960 (40 of 1960)

کسٹم ڈیوٹی اور محصول (میٹرک یونٹ کا استعمال) ایکٹ، 1960

133. Customs Tariff Act, 1975 (51 of 1975)

کسٹم ٹیرف ایکٹ، 1975

134. Cutchi Memons Act, 1938 (10 of 1938)

کچھی میمن ایکٹ، 1938

D

1. Dadra and Nagar Haveli Act, 1961 (35 of 1961)

دادرہ اور ناگر حویلی ایکٹ، 1961

2. Dakshina Bharat Hindi Prachar Sabha Act, 1964 (14 of 1964)

دکشنی بھارت ہندی پرچار سبھا ایکٹ، 1964

3. Dalmia *Dadri Cement Limited* (Acquisition and Transfer of *Undertakings)* Act, 1981 (31 of 1981)

ڈالمیادادری سیمنٹ لمیٹڈ (اداروں کا حصول وتبادلہ) ایکٹ، 1981

4. Damodar Valley Corporation Act, 1948 (14 of 1948)

دامودر گھاٹی کارپوریشن ایکٹ، 1948

5. Dangerous Drugs Act, 1930 (2 of 1930)

خطرناک ادویہ ایکٹ، 1930

6. Dangerous Machines (Regulation) Act, 1983 (35 of 1983)

خطرناک مشین (ضابطہ بندی) ایکٹ، 1983

7. Decrees and Orders Validating Act, 1936 (5 of 1936)

ڈگری اور احکام جواز ایکٹ، 1936

8. Defence and Internal Security of India Act, 1971 (42 of 1971)

بھارت کا دفاع اور اندرونی سلامتی ایکٹ، 1971

9. Dehradun Act (Act No. 21 of 1871)

دہرادون ایکٹ، 1871

10. Dekkhan Agriculturists' Relief Act, 1879 (17 of 1879)

دکن کاشتکارراحت ایکٹ، 1879

11. Delhi Administration Act, 1966 (19 of 1966)

دہلی انتظامیہ ایکٹ، 1966

12. Delhi Apartment Ownership Act, 1986 (58 of 1986)

دہلی اپارٹمنٹ ملکیت ایکٹ، 1986

13. Delhi (Delegation of Powers) Act, 1964 (23 of 1964)

دہلی (تفویض اختیارات) ایکٹ، 1964

14. Delhi Development Act, 1957 (61 of 1957)

دہلی ترقیاتی اتھارٹی ایکٹ، 1957

15. Delhi Development Authority (Validation of Disciplinary Powers) Act, 1998 (6 of 1999)

دہلی ترقیاتی (اتھارٹی تادیبی اختیارات کا جواز) ایکٹ، 1999

16. Delhi Fire-Prevention and Fire Safety Act, 1986 (56 of 1986)

دہلی تدارک آگ اور آگ سے حفاظت ایکٹ، 1986

17. Delhi High Court Act, 1966 (26 of 1966)

دہلی ہائی کورٹ ایکٹ، 1966

18. Delhi Lands (Restrictions on Transfer) Act, 1972 (30 of 1972)

دہلی آراضی (انتقال پر پابندی) ایکٹ، 1972

19. Delhi Laws Act, 1912 (13 of 1912)

دہلی قوانین ایکٹ، 1912

20. Delhi Laws Act, 1915 (7 of 1915)

دہلی قوانین ایکٹ، 1915

21. Delhi Laws (Special Provisions) Act, 2006 (22 of 2006)

دہلی قوانین (خصوصی توضیعات) ایکٹ، 2006

22. Delhi Metro Railway (Operation and Maintenance) Act, 2002 (60 of 2002)

دہلی میٹرو ریل (آپریشن ورکھ رکھاؤ) ایکٹ، 2002

23. Delhi Municipal Corporation Act, 1957 (66 of 1957)

دہلی میونسپل کارپوریشن ایکٹ، 1957

24. Delhi Municipal Corporation (Validation of Electricity Tax) Act, 1966 (35 of 1966)

دہلی میونسپل کارپوریشن (بجلی ٹیکس کا جواز) ایکٹ، 1966

25. Delhi Municipal Corporation (Validation of Electricity Tax) Act and Other Laws (Repeal) Act, 2002 (41 of 2002)

دہلی میونسپل کارپوریشن (بجلی ٹیکس کا جواز) ایکٹ اور دیگر قوانین (تنسیخ) ایکٹ، 2002

26. Delhi Rent Control Act, 1995 (33 of 1995)

دہلی کرایہ کنٹرول ایکٹ، 1995

27. Delhi Rent Control Act, 1958 (59 of 1958)

دہلی کرایہ کنٹرول ایکٹ، 1958

28. Delhi Police Act, 1978 (34 of 1978)

دہلی پولس ایکٹ، 1978

29. Delhi Sales Tax Act, 1975 (43 of 1975)

دہلی بکری ٹیکس ایکٹ، 1975

30. Delhi Sales Tax (Amendment and Validation) Act, 1976 (91 of 1976)

دہلی بکری ٹیکس (ترمیم وجواز) ایکٹ، 1976

31. Delhi School Education Act, 1973 (18 of 1973)

دہلی اسکولی تعلیم ایکٹ، 1973

32. Delhi Sikh Gurdwaras Act, 1971 (82 of 1971)

دہلی سکھ گرودوارہ ایکٹ، 1971

33. Delhi Special Police Establishment Act, 1946 (25 of 1946)

دہلی اسپیشل پولس اسٹیبلشمنٹ ایکٹ، 1946

34. Delhi University Act, 1922 (8 of 1922)

دہلی یونیورسٹی ایکٹ، 1922

35. Delhi Urban Art Commission Act, 1973 (1 of 1974)

دہلی شہری آرٹ کمیشن ایکٹ، 1973

36. Delimitation Act, 1972 (76 of 1972)

حد بندی ایکٹ، 1972

37. Delimitation Act, 2002 (33 of 2002)

حد بندی ایکٹ، 2002

38. Delimitation Commission Act, 1962 (61 of 1962)

حد بندی کمیشن ایکٹ، 1962

39. Delivery of Books and Newspapers (Public Libraries) Act, 1954 (27 of 1954)

حوالگی کتب واخبارات (پبلک لائبریری) ایکٹ، 1954

40. Dentists Act, 1948 (16 of 1948)

معالج دنداں ایکٹ، 1948

41.Departmental Inquiries (Enforcement of Attendance of Witnesses and Production of Documents) Act, 1972 (18 of 1972)

محکمہ جاتی جانچ (گواہوں کو حاضر کرانا اور دستاویزات پیش کرانا) ایکٹ، 1972

42. Departmentalisation of Union Accounts (Transfer of Personnel) Act, 1976 (59 of 1976)

یونین کے حسابات کی محکمہ جاتی تقسیم (عملے کا تبادلہ) ایکٹ، 1976

43. Deposit Insurance and Credit Guarantee Corporation Act, 1961 (47 of 1961)

جمع بیمہ اور قرض گارنٹی کارپوریشن ایکٹ، 1961

44. Depositories Act, 1996 (22 of 1996)

جمع امانت خانہ ایکٹ، 1996

45. Designs Act, 1911 (2 of 1911)

ڈیزائن ایکٹ، 1911

46. Designs Act, 2000 (16 of 2000)

ڈیزائن ایکٹ، 2000

47. Destruction of Records Act, 1917 (5 of 1917)

اتلاف ریکارڈ ایکٹ، 1917

48. Destructive Insects and Pests Act, 1914 (2 of 1914)

ضرررساں و مایہ آزار کیڑے وحشرات ایکٹ، 1914

49. Diplomatic and Consular Officers (Oaths and Fees) Act, 1948 (41 of 1948)

سفارتی وقونصلی افسران (حلف وفیس) ایکٹ، 1948

50. Diplomatic and Consular Officers (Oaths and Fees) (Extension to Jammu and Kashmir) Act, 1973 (2 of 1973)

سفارتی وقونصلی افسران (حلف وفیس) (جموں وکشمیر تک توسیع) ایکٹ، 1973

51. Diplomatic Relations (Vienna Convention) Act, 1972 (43 of 1972)

سفارتی قوانین (ویانا کونشن) ایکٹ، 1972

52. Direct Tax Laws (Miscellaneous) Repeal Act, 2000 (20 of 2000)

راست ٹیکس قوانین (متفرق) تنسیخ ایکٹ، 2000

53. Displaced Persons (Claims) Supplementary Act, 1954 (12 of 1954)

بے گھر ہونے والے افراد (دعویٰ) ضمنی ایکٹ، 1954

54. Displaced Persons (Compensation and Rehabilitation) Act, 1954 (44 of 1954)

بے گھر ہونے والے افراد (معاوضہ وبازآبادکاری) ضمنی ایکٹ، 1954

55. Displaced Persons Claims and other Laws Repeal Act, 2005 (38 of 2005)

بے گھر ہونے والے افراد کے دعوے اور دیگر قوانین تنسیخ ایکٹ، 2005

56. Displaced Persons (Debts Adjustment) Act, 1951 (70 of 1951)

بے گھر ہونے والے افراد (تطبیق قرضہ جات) ایکٹ، 1951

57. Displaced Persons (Compensation and Rehabilitation) Act, 1954 (44 of 1954)

بے گھر ہونے والے افراد (معاوضہ و بازآبادکاری) ایکٹ، 1954

58. Disputed Elections (Prime Minister and Speaker) Act, 1977 (16 of 1977)

متنازعہ انتخاب (وزیر اعظم و اسپیکر) ایکٹ، 1977

59. Dissolution of Muslim Marriages Act, 1939 (8 of 1939)

انفساخ ازدواج مسلمانان ایکٹ، 1939

60. Disturbed Areas (Special Courts) Act, 1976 (77 of 1976)

مخدوش علاقہ جات (خصوصی عدالت) ایکٹ، 1976

61. Dock Workers (Regulation of Employment) Act, 1948 (9 of 1948)

ڈاک کام گاران (روزگار کی ضابطہ بندی) ایکٹ، 1948

62. Dock Workers (Regulation of Employment) (Inapplicability to Major Ports) Act, 1997 (31 of 1997)

ڈاک کام گاران (روزگار کی ضابطہ بندی) (بڑی بندرگاہوں کو لاگو نہ ہونا) ایکٹ، 1997

63. Dock Workers (Safety, Health and Welfare) Act, 1986 (54 of 1986)

ڈاک کام گران (تحفظ صحت و بہبود) ایکٹ، 1986

64. Dourine Act, 1910 (5 of 1910)

ڈرین ایکٹ، 1910

65. Dowry Prohibition Act, 1961 (28 of 1961)

جہیز ممانعت ایکٹ، 1961

66. Dramatic Performances Act, 1876 (19 of 1876)

ڈرامائی اداکاری کی نمائش ایکٹ، 1976

67. Drugs and Cosmetics Act, 1940 (23 of 1940)

ادویہ و سامان آرائش ایکٹ، 1940

68.Drugs and Magic Remedies (Objectioable Advertisements) Act, 1954 (21 of 1954)

ادویہ و جادوئی علاج (قابل اعتراض اشتہارات) ایکٹ، 1954

69. Drugs (Control) Act, 1950 (26 of 1950)

ادویہ (کنٹرول) ایکٹ، 1950

E

1. Ear Drums and Ear Bones (Authority for Use for Therapeutic Purposes) Act, 1982 (28 of 1982)

کان کا پردہ اور کان کی ہڈیاں (بغرض معالجہ استعمال کا اختیار) ایکٹ، 1982

2. Easements (Extending Act V of 1882) (8 of 1891)

حق آسائش (1882 کا توسیعی ایکٹ)

3. Economic Offences (Inapplicability of Limitation) Act, 1974 (12 of 1974)

معاشی جرائم (معیاد سماعت کا عدم اطلاق) ایکٹ، 1974

4. Election Commission (Conditions of Service of Election Commissioners and Transaction of Business) Act, 1991 (11 of 1991)

الیکشن کمیشن (الیکشن کمشنروں کی شرائط ملازمت وطریق کار) ایکٹ، 1991

5. Election Laws (Extension to Sikkim) Act, 1976 (10 of 1976)

الیکشن قوانین (سکم تک توسیع) ایکٹ، 1976

6. Electricity Act, 2003 (36 of 2003)

بجلی ایکٹ، 2003

7. Electricity Regulatory Commission Act, 1998 (14 of 1998)

بجلی ضابطہ بندی کمیشن ایکٹ، 1998

8. Electricity (Supply) Act, 1948 (54 of 1948)

بجلی (فراہمی) ایکٹ، 1948

9. Elephants' Preservation Act, 1879 (6 of 1879)

ہاتھیوں کی حفاظت ایکٹ، 1879

10. Emblems and Names (Prevention of Improper Use) Act, 1950 (12 of 1950)

ایمبلم اور نام (بیجا استعمال کی ممانعت) ایکٹ، 1950

11. Emergency Risks (Goods) Insurance Act, 1971 (50 of 1971)

ہنگامی جوکھم (مال) بیمہ ایکٹ، 1971

12. Emergency Risks (Undertakings) Insurance Act, 1971 (51 of 1971)

ہنگامی جوکھم (ادارے) بیمہ ایکٹ، 1971

13. Emigration Act, 1922 (7 of 1922)

ترک وطن ایکٹ، 1922

14. Emigration Act, 1983 (31 of 1983)

ترک وطن ایکٹ، 1983

15. Employees' Provident Funds and Miscellaneous Provisions Act, 1952(19 of 1952)

ملازمین پراویڈنٹ فنڈ و متفرق توضیعات ایکٹ، 1952

16. Employees' State Insurance Act, 1948 (34 of 1948)

ملازمین مملکت بیمہ ایکٹ، 1948

17. Employees' Liability Act, 1938 (24 of 1938)

ملازمین کی ذمہ داری ایکٹ، 1938

18. Employment Exchanges (Compulsory Notification of Vacancies) Act, 1959 (31 of 1959)

امپلائی منٹ ایکسچینج (خالی اسامیوں کا لازمی طور پر نوٹیفائی کیا جانا) ایکٹ، 1959

19. Employment of Children Act, 1938 (26 of 1938)

بچوں کی ماموری ایکٹ، 1938

20. Employment of Manual Scavengers and Construction of Dry Latrines (Prohibition) Act, 1993 (46 of 1993)

ہاتھ سے نجاست اٹھانے والے صفائی کارکنان کی ماموری اور خشک بیت الخلا کی تعمیر (ممانعت) ایکٹ، 1993

21. Enemy Property Act, 1968 (34 of 1968)

دشمن کی جایداد ایکٹ، 1968

22. English and Foreign Languages University Act, 2006 (7 Of 2007)

انگریزی و غیر ملکی زبان یونیورسٹی ایکٹ، 2007

23. Energy Conservation Act, 2001 (52 of 2001)

تحفظ توانائی ایکٹ، 2001

24. Environment (Protection) Act, 1986 (29 of 1986)

ماحولیات (تحفظ) ایکٹ، 1986

25. Epidemic Diseases Act, 1897 (3 of 1897)

متعدی امراض ایکٹ، 1997

26. Equal Remuneration Act, 1976 (25 of 1976)

مساوی مشاہراہ ایکٹ، 1976

27. Essential Commodities Act, 1955 (10 of 1955)

لازمی اجناس ایکٹ، 1955

28. Essential Commodities (Special Provisions) Act, 1981 (18 of 1981)

لازمی اجناس (خصوصی توضیحات) ایکٹ، 1981

29. Essential Commodities (Special Provisions) Continuance Act, 1987 (25 of 1987)

لازمی اجناس (خصوصی توضیعات) ایکٹ، 1987

30. Essential Services Maintenance Act, 1981 (40 of 1981)

لازمی خدمات ایکٹ، 1981

31. Essential Services (Maintenance) Ordinance Repeal Act, 2001 (1 of 2002)

لازمی خدمات (بنائے رکھنا) ایکٹ، 2002

32. Essential Services Maintenance (Assam) Act, 1980 (41 of 1980)

لازمی خدمات (آسام) ایکٹ، 1980

33. Esso (Acquisition of Undertakings in India) Act, 1974 (4 of 1974)

ایسو (بھارت میں اداروں کا حصول) ایکٹ، 1974

34. Estate Duty Act, 1953 (34 of 1953)

جایداد محصول ایکٹ، 1953

35. Estate Duty (Distribution) Act, 1962 (9 of 1962)

جایداد محصول (تقسیم) ایکٹ، 1982

36. Evacuee Interest (Separation) Act, 1951 (64 of 1951)

تارکین وطن کا مفاد (علاحدگی) ایکٹ، 1951

37. Exchange of Prisoners Act, 1948 (58 of 1948)

قیدیوں کا تبادلہ ایکٹ، 1948

38. Excise (Malt Liquors) Act, 1890 (13 of 1890)

آبکاری محصول (جو کی شرح) ایکٹ، 1890

39. Excise (Spirits) Act, 1863 (16 of 1863)

آبکاری محصول (اسپرٹ) ایکٹ، 1863

40. Expenditure-tax Act, 1987 (35 of 1987)

خرچ ٹیکس ایکٹ، 1987

41. Explosives Act, 1884 (4 of 1884)

آتش گیر اشیا ایکٹ، 1884

42. Explosive Substances Act, 1908 (6 of 1908)

آتش گیر مادہ ایکٹ، 1908

43. Export (Quality Control and Inspection) Act, 1963 (22 of 1963)

برآمدات (کوالٹی کنٹرول و معائنہ) ایکٹ، 1963

44. Export-Import Bank of India Act, 1981 (28 of 1981)

بھارتی برآمد-درآمد بینک ایکٹ، 1981

45. Extradition Act, 1962 (34 of 1962)

تحویل ملزمان ایکٹ، 1962

46. Eyes (Authority for Use of Therapeutic Purposes) Act, 1982 (29 of 1982)

آنکھیں (بغرض معالجہ استعمال کا اختیار) ایکٹ، 1982

F

1. Factories Act, 1948 (63 of 1948)

کارخانہ ایکٹ، 1948

2. Family Courts Act, 1984 (66 of 1984)

عائلی عدالت ایکٹ، 1984

3. Faridabad Development Corporation Act, 1956 (90 of 1956)

فریدآباد ترقیاتی کارپوریشن ایکٹ، 1956

4. Fatal Accidents Act, 1855 (13 of 1855)

مہلک حادثات ایکٹ، 1855

5. Federal Court Act, 1937 (25 of 1937)

فیڈرل کورٹ ایکٹ، 1937

6. Federal Court (Enlargement of Jurisdiction) Act, 1947 (1 of 1948)

فیڈرل کورٹ (توسیع اختیار سماعت) ایکٹ، 1947

7. Finance Act of each year

ہر سال کا مالیات ایکٹ

8. Fiscal Responsibility and Budget Management Act, 2003 (39 of 2003)

مالی ذمہ داری و بجٹ انتظام ایکٹ، 2003

9. Finance Commission (Miscllaneous Provisions) Act, 1951 (33 of 1951)

مالیاتی کمیشن (متفرق توضیعات) ایکٹ، 1951

10. Food Corporations Act, 1964 (37 of 1964)

فوڈ کارپوریشن ایکٹ، 1964

11. Food Safety and Standard Act, 2006 (34 of 2006)

غذائی تحفظ و معیارات ایکٹ، 2006

12. Foreign Aircraft (Exemption from Taxes and Duties on Fuel and Lubricants) Act, 2002 (36 of 2002)

غیر ملکی طیارہ (ایندھن ولبری کیمنٹس) ایکٹ، 2002

13. Foreign Awards (Recognition and Enforcement) Act, 1961 (45 of 1961)

غیر ملکی فیصلہ ہائے ثالثی (تسلیم وعمل درآمد کرنا) ایکٹ، 1961

14. Foreign Contribution (Regulation) Act, 1976 (49 of 1976)

غیر ملکی عطیات (ضابطہ بندی) ایکٹ، 1976

15. Foreign Exchange Conservation (Travel) Tax Abolition Act, 1992 (28 of 1992)

تحفظ زرمبادلہ (سفر) ٹیکس کا خاتمہ ایکٹ، 1992

16. Foreign Exchange Regulation Act, 1973 (46 of 1973)

زرمبادلہ ضابطہ بندی ایکٹ، 1973

17. Foreign Exchange Management Act, 1999 (42 of 1999)

زرمبادلہ انتظام ایکٹ، 1999

18. Foreign Jurisdiction Act, 1947 (47 of 1947)

غیر ملکی اختیار سماعت ایکٹ، 1947

19. Foreign Marriage Act, 1969 (33 of 1969)

غیر ملکی ازدواج ایکٹ، 1969

20. Foreign Recruiting Act, 1874 (4 of 1874)

غیر ملکی بھرتی ایکٹ، 1874

21. Foreign Trade (Development and Regulation) Act, 1992 (22 of 1992)

غیر ملکی تجارت (فروغ وضابطہ بندی) ایکٹ، 1992

22. Foreigners Act, 1946 (31 of 1946)

غیر ملکیوں سے متعلق ایکٹ، 1946

23. Forest (Conservation) Act, 1980 (69 of 1980)

جنگلات (تحفظ) ایکٹ، 1980

24. Forfeited Deposits Act, 1850 (25 of 1850)

ضبط کی گئی جمع رقم ایکٹ، 1850

25. Forfeiture Act, 1859 (9 of 1859)

ضبطگی سے متعلق ایکٹ، 1859

26. Forfeiture (Repeal) Act, 2000 (48 of 2000)

ضبطگی سے متعلق (تنسیخ) ایکٹ، 2000

27. Former Secretary of State Service Officers (Conditions of Service) Act, 1972 (59 of 1972)

سابق سکریٹری آف اسٹیٹ سروس افسران (شرائط ملازمت) ایکٹ، 1972

28. Fort William Act, 1881 (13 of 1881)

فورٹ ولیم ایکٹ، 1881

29. Forward Contracts (Regulations) Act, 1952 (74 of 1952)

پیشگی/مابعد معاہدہ (ضابطہ بندی) ایکٹ، 1952

30. Freedom of Information Act, 2002 (5 of 2003)

اطلاعات کی آزادی ایکٹ، 2002

31. Futwah-Islampur Light Railway Line (Nationalisation) Act, 1985 (83 of 1985)

فتوہا-اسلام پور لائٹ ریلوے لائن (قومی ملکیت میں لیا جانا) ایکٹ، 1985

G

1. Ganesh Flour Mills Company Limited (Acquisition and Transfer of Undertakings) Act, 1984 (16 of 1984)

گنیش فلور ملس کمپنی لمیٹڈ (اداروں کا حصول وتبادلہ) ترمیم ایکٹ، 1984

2. General Clauses Act, 1897 (10 of 1897)

عام فقرہ جات ایکٹ، 1997

3. General Insurance Business (Nationalization) Act, 1972 (57 of 1972)

عام بیمہ کاروبار (قومی ملکیت میں لیا جانا) ایکٹ، 1972

4. General Insurance (Emergency Provisions) Act, 1971 (17 of 1971)

عام بیمہ (ہنگامی توضیعات) ایکٹ، 1971

5. Geneva Conventions Act, 1960 (6 of 1960)

جنیوا کنونشن ایکٹ، 1960

6. Geographical Indications of Goods (Registration and Protection) Act,1999 (48 of 1999)

مال کے جغرافیائی اشارات (رجسٹریشن وتحفظ) ایکٹ، 1999

7. Gift-tax Act, 1958 (18 of 1958)

دان/ ہبہ ایکٹ، 1958

8. Glanders and Farcy Act, 1899 (13 of 1899)

گلینڈرز اور فارسی ایکٹ، 1899

9. Goa, Daman and Diu (Absorbed Employees) Act, 1965 (50 of 1965)

گوا، دمن اور دیو (ملازمت میں برقرار رکھے گئے ملازمین) ایکٹ، 1965

10. Goa, Daman and Diu (Administration) Act, 1962 (1 of 1962)

گوا، دمن اور دیو (انتظامیہ) ایکٹ، 1962

11. Goa, Daman and Diu (Extension of the Code of Civil Procedure and Arbitration Act) Act, 1965 (30 of 1965)

گوا، دمن اور دیو (مجموعہ ضابطہ دیوانی اور ثالثی ایکٹ کی توسیع) ایکٹ، 1965

12. Goa, Daman and Diu Judicial Commissioner's Court (Declaration as High Court) Act, 1964 (16 of 1964)

گوا، دمن اور دیو عدالتی کمشنر کی عدالت (بطور ہائی کورٹ اعلان) ایکٹ، 1964

13. Goa, Daman and Diu Mining Concessions (Abolition and Declaration as Mining Leases) Act, 1987 (16 of 1987)

گوا، دمن اور دیو کان کنی کے لیے رعایت (خاتمہ اور کان کنی پٹے کے طور پر اعلان)

ایکٹ، 1987

14. Goa, Daman and Diu Reorganisation Act, 1987 (18 of 1987)

گوا، دمن اور دیو تنظیم نو ایکٹ، 1987

15. Gold Bond (Immunities and Exemptions) Act, 1993 (25 of 1993)

سونا بونڈ (استثنیٰ و چھوٹ) ایکٹ، 1993

16. Gold (Control) Act, 1968 (45 of 1968)

سونا (کنٹرول) ایکٹ، 1968

17. Gold (Control) Repeal Act, 1990 (18 of 1990)

سونا (کنٹرول) تنسیخ ایکٹ، 1990

18. Government Buildings Act, 1899 (4 of 1899)

سرکاری عمارات ایکٹ، 1999

19. Government Grants Act, 1895 (15 of 1895)

سرکاری امداد ایکٹ، 1895

20. Government Management of Private Estates Act, 1892 (10 of 1892)

پرائیویٹ جایداد کا سرکاری انتظام ایکٹ، 1892

21. Government of National Capital Territory of Delhi Act, 1991 (1 of 1992)

حکومت قومی خطہ راجدھانی دہلی ایکٹ، 1992

22. Government of Union Territories Act, 1963 (20 of 1963)

حکومت یونین علاقہ ایکٹ، 1963

23. Government Savings Bank Act, 1873 (5 of 1873)

سرکاری بچت بینک ایکٹ، 1873

24. Government Savings Certificates Act, 1959 (46 of 1959)

سرکاری بچت سر ٹیفکیٹ ایکٹ، 1959

25. Government Seal Act, 1862 (3 of 1862)

سرکاری مہر ایکٹ، 1862

26. Government Securities Act, 2006 (38 of 2006)

سرکاری سیکورٹیز ایکٹ، 2006

27. Government Trading Taxation Act, 1926 (3 of 1926)

سرکاری تجارت پر عائد گی ٹیکس ایکٹ، 1926

28. Governors (Emoluments, Allowances and Privileges) Act, 1982 (43 of 1982)

گورنر (مشاہراہ، بھتے و مراعات) ایکٹ، 1982

29. Gresham and Craven of India (Private) Limited (Acquisition and Transfer of Undertakings) Act, 1977 (42 of 1977)

گریشم اینڈ کریون آف انڈیا (پرائیویٹ) لمیٹڈ (اداروں کا حصول و تبادلہ) ایکٹ، 1977

30. Guardians and Wards Act, 1890 (8 of 1890)

ولی اور وارث ایکٹ، 1890

H

1. Hackney-Carriage Act, 1879 (14 of 1879)

کرایہ گاڑی ایکٹ، 1979

2. Haj Committee Act, 1959 (51 of 1959)

حج کمیٹی ایکٹ، 1959

3. Haj Committee Act, 2002 (35 of 2002)

حج کمیٹی ایکٹ، 2002

4. Handloom (Reservation of Articles for Production) Act, 1985 (22 of 1985)

ہاتھ کرگھا (پیداوار کے لیے محفوظ اشیا) ایکٹ، 1985

5. Haryana and Punjab Agricultural Universities Act, 1970 (16 of 1970)

ہریانہ وپنجاب زراعتی یونیورسٹی ایکٹ، 1970

6. Haryana and Uttar Pradesh (Alteration of Boundaries) Act, 1979 (31 of 1979)

ہریانہ واتر پردیش (تبدیلی حدود) ایکٹ، 1979

7. High Court Judges (Salaries and Conditions of Service) Act, 1954 (28 of 1954)

ہائی کورٹ جج (شرائط ملازمت) ترمیم ایکٹ، 1954

8. High Court at Bombay (Extension of Jurisdiction to Goa, Daman and Diu) Act, 1981 (26 of 1981)

بمبئی ہائی کورٹ (اختیار سماعت کا گوا، دمن اور دیو تک توسیع) ایکٹ، 1981

9. High Court at Patna (Establishment of a Permanent Bench at Ranchi) Act, 1976 (57 of 1976)

پٹنہ ہائی کورٹ (رانچی میں مستقل بینچ کا قیام) ایکٹ، 1976

10. High Court (Seals) Act, 1950 (7 of 1950)

ہائی کورٹ (مہر) ایکٹ، 1950

11. High Denomination Bank Notes (Demonetisation) Act, 1978 (11 of 1978)

زیادہ قیمت والے بینک نوٹ (بند کرنا) ایکٹ، 1978

12.High Denomination Bank Notes (Demonestisation) Act, 1998 (3 of 1999)

زیادہ قیمت والے بینک نوٹ (بند کرنا) ایکٹ، 1998

13. Himachal Pradesh and Bilaspur (New State) Act, 1954 (32 of 1954)

ہماچل پردیش و بلاسپور (ریاست نو) ایکٹ، 1954

14. Himachal Pradesh Legislative Assembly (Constitution and Proceedings) Validation Act, 1958 (56 of 1958)

ہماچل پردیش مجلس قانون ساز (تشکیل و کارروائی) جواز ایکٹ، 1958

15. Himachal Pradesh State Legislature (Delegation of Powers) Act, 1993 (5 of 1993)

ہماچل پردیش ریاستی مجلس قانون ساز (تفویض اختیارات) ایکٹ، 1993

16. Hind Cycles Limited and Sen-Reliegh Limited (Nationalisation) Act, 1980 (70 of 1980)

ہند سائیکلس لمیٹڈ اور سین ریلے لمیٹڈ (قومی ملکیت میں لیا جانا) ایکٹ، 1980

17. Hindi Sahitya Sammelan Act, 1962 (13 of 1962)

ہندی ساہتیہ سمیلن ایکٹ، 1962

18. Hindu Adoptions and Maintenance Act, 1956 (78 of 1956)

ہنود تبنیت اور نان ونفقہ (کفالت) ایکٹ، 1956

19. Hindu Disposition of Property Act, 1916 (15 of 1916)

جایداد ہنود تمشارہ ایکٹ، 1916

20. Hindu Gains of Learning Act, 1930 (30 of 1930)

ہنود حاصلات علم ایکٹ، 1930

21. Hindu Inheritence (Removal of Disabilities) Act, 1928 (12 of 1928)

وراثت ہنود (رفع نااہلیت) ایکٹ، 1928

22. Hindu Marriage Act, 1955 (25 of 1955)

ازدواج ہنود ایکٹ، 1955

23. Hindu Marriage (Validation of Proceedings) Act, 1960 (19 of 1960)

ازدواج ہنود (کارروائیاں وجواز) ایکٹ، 1960

24. Hindu Minority and Guardianship Act, 1956 (32 of 1956)

نابالغی اور ولایت ہنود ایکٹ، 1956

25. Hindu Succession Act, 1956 (30 of 1956)

وراثت ہنود ایکٹ، 1956

26. Hindu Widows" Re-marriage Act, 1856 (15 of 1856)

ہندو بیواؤں کی دوسری شادی ایکٹ، 1856

27. Hindu Widows" Re-marriage (Repeal) Act, 1983 (24 of 1983)

ہندو بیواؤں کی دوسری شادی (تنسیخ) ایکٹ، 1983

28. Hindustan Tractors Limited (Acquisition and Transfer of Undertakings) Act, 1978 (13 of 1978)

ہندوستان ٹریکٹرس لمیٹڈ (اداروں کا حصول وتبادلہ) ایکٹ، 1987

29. Hire-Purchase Act, 1972 (26 of 1972)

قسطوں پر خرید ایکٹ، 1972

30. Hire-Purchase (Repeal) Act, 2005 (31 of 2005)

قسطوں پر خرید (تنسیخ) ایکٹ، 2005

31. Hooghly Docking and Engineering Company Limited (Acquisition and Transfer of Undertakings) Act, 1984 (55 of 1984)

ہگلی ڈاکنگ اینڈ انجینئرنگ کمپنی لمیٹڈ (اداروں کا حصول وتبادلہ) ایکٹ، 1984

32. Homoeopathy Central Council Act, 1973 (59 of 1973)

ہومیوپیتھی مرکزی کونسل ایکٹ، 1973

33. Hotel Receipts Tax Act, 1980 (54 of 1980)

ہوٹل سے ہونے والی آمدنی پر ٹیکس ایکٹ، 1980

34. House of the People (Extension of Duration) Act, 1976 (30 of 1976)

لوک سبھا (توسیع مدت کار) ایکٹ، 1976

35. Hyderabad Export Duties (Validation) Act, 1955 (20 of 1955)

حیدرآباد برآمد محصول (جواز) ایکٹ، 1955

36. Hyderabad Export Duties (Validation) Repeal Act, 2001 (26 of 2001)

حیدرآباد برآمد محصول (جواز) تنسیخ ایکٹ، 2001

I

1. Identification of Prisoners Act, 1920 (33 of 1920)

قیدیوں کی شناخت ایکٹ، 1920

2. Illegal Migrants (Determination by Tribunals) Act, 1983 (39 of 1983)

غیر قانونی تارکین وطن (ٹریبونلوں کے ذریعے تعین) ایکٹ، 1983

3. Immigrants (Expulsion from Assam) Act, 1950 (10 of 1950)

دوسرے ملک میں بغرض سکونت آنے والے تارکین وطن (آسام سے اخراج) ایکٹ، 1950

4. Immigration (Carriers" Liability) Act, 2000 (52 of 2000)

دوسرے ملک میں سکونت کے لیے ترک وطنی (لے جانے والے کی ذمہ داری) ایکٹ، 2000

5. Immigration (Carriers" Liability) Act, 2005 (44 of 2005)

دوسرے ملک میں سکونت کے لیے ترک وطنی (لے جانے والے کی ذمہ داری) ایکٹ، 2005

6. Immoral Traffic (Prevention) Act, 1956 (104 of 1956)

فاسخانہ بیوپار (انسداد) ایکٹ، 1956

7. Imperial Library (Change of Name) Act, 1948 (51 of 1948)

امپیریل لائبریری (تبدیلی نام) ایکٹ، 1948

8. Imperial Library (Indentures Validation) Repeal Act, 2002 (53 of 2002)

امپیریل لائبریری (انڈینچرس ویلیڈیشن) تنسیخ ایکٹ، 2002

9. Imports and Exports (Control) Act, 1947 (18 of 1947)

درآمدات وبرآمدات (کنٹرول) ایکٹ، 1947

10. Inchek Tyres Limited and National Rubber Manufacturers Limited (Nationalisation) Act, 1984 (17 of 1984)

انچیک ٹائرس لمیٹڈ اور نیشنل ربر مینوفیکچررس لمیٹڈ (قومی ملکیت میں لیا جانا) ایکٹ، 1984

11. Income-tax Act, 1961 (43 of 1961)

آمدنی ٹیکس ایکٹ، 1961

12. Indecent Representation of Women (Prohibition) Act, 1986 (60 of 1986)

خواتین کی ناشائستہ شبیہ (ممانعت) ایکٹ، 1986

13. Indian Bills of Lading Act, 1856 (9 of 1858)

بھارتی بل آف لیڈنگ (بارنامہ) ایکٹ، 1856

14. Indian Boilers Act, 1923 (5 of 1923)

بھارتی بائلرس ایکٹ، 1923

15. Indian Carriage of Goods by Sea Act, 1925 (26 of 1925)

بھارتی سمندر کے ذریعے مال کا نقل وحمل ایکٹ، 1925

16. Indian Christian Marriage Act, 1872 (15 of 1872)

بھارتی ازدواج کرسچین ایکٹ، 1872

17. Indian Companies (Foreign Interests) Act, 1918 (20 of 1918) Repealed

بھارتی کمپنی (غیر ملکی مفاد) ایکٹ، 1918 منسوخ

18. Indian Companies (Foreign Interests) and the Companies (Temporary Restrictions on Dividends) Repeal Act, 2000 (24 of 2000)

بھارتی کمپنی (غیر ملکی مفاد) اور کمپنی (ڈویڈنٹس پر عارضی پابندیاں) تنسیخ ایکٹ، 2000

19. Indian Contract Act, 1872 (9 of 1872)

بھارتی معاہدہ ایکٹ، 1872

20. Indian Copper Corporation (Acquisition of Undertaking) Act, 1972 (58 of 1972)

بھارتی کوپر کارپوریشن (اداروں کا جواز) ایکٹ، 1972

21. Indian Council of World Affairs Act, 2001 (29 of 2001)

بھارتی کونسل برائے عالمی امور ایکٹ، 2001

22. *[Indian] Divorce Act, 1869 (4 of 1869)

(بھارتی) طلاق ایکٹ، 1869

23. Indian Dock Labourers Act, 1934 (19 of 1934)

بھارتی ڈاک مزدور ایکٹ، 1934

24. Indian Easements Act, 1882 (5 of 1882)

بھارتی حق آسائش ایکٹ، 1882

25. Indian Electricity Act, 1910 (9 of 1910)

بھارتی بجلی ایکٹ، 1910

26. Indian Evidence Act, 1872 (1 of 1872)

بھارتی شہادت ایکٹ، 1872

27. Indian Fisheries Act, 1897 (4 of 1897)

بھارتی علاقہ ماہی گیری ایکٹ، 1897

28. Indian Forest Act, 1927 (16 of 1927)

بھارتی جنگلات ایکٹ، 1927

29. Indian Independence Pakistan Courts (Pending Proceedings) Act, 1952 (9 of 1952)

بھارتی آزادی پاکستانی عدالتیں (زیر سماعت معاملے) ایکٹ، 1952

30. Indian Iron and Steel Company (Acquisition of Shares) Act, 1976 (89 of 1976)

انڈین آئل اینڈ اسٹیل کمپنی (حصول حصص) ایکٹ، 1976

31. Indian Iron and Steel Company (Taking Over of Management) Act, 1972 (50 of 1972)

انڈین آئل اینڈ اسٹیل کمپنی (انتظام سنبھالنا) ایکٹ، 1972

32. Indian Law Reports Act, 1875 (18 of 1875)

بھارتی لار پورٹس ایکٹ، 1975

33. Indian Lunacy Act, 1912 (4 of 1912)

پاگل پن سے متعلق بھارتی ایکٹ، 1912

34. **[Indian] Majority Act, 1875 (9 of 1875)

(بھارتی) سن بلوغ ایکٹ، 1875

35. Indian Matrimonial Causes (War Marriages) Act, 1948 (40 of 1948)

بھارتی ازدواجی معاملات (ازدواج دوران جنگ) ایکٹ، 1948

36. Indian Medical Council Act, 1956 (102 of 1956)

بھارتی میڈیکل کونسل ایکٹ، 1956

37. Indian Medicine Central Council Act, 1970 (48 of 1970)

بھارتی طریقۂ علاج مرکزی کونسل ایکٹ، 1970

38. Indian Medical Degrees Act, 1916 (7 of 1916)

بھارتی میڈیکل ڈگری ایکٹ، 1916

39. Indian Museum Act, 1910 (10 of 1910)

بھارتی میوزیم ایکٹ، 1910

40. Indian Naval Armament Act, 1923 (7 of 1923)

بھارتی بحری فوج کی اسلحہ بندی ایکٹ، 1923

41. Indian Nursing Council Act, 1947 (48 of 1947)

بھارتی نرس کونسل ایکٹ، 1947

42. Indian Partnership Act, 1932 (9 of 1932)

بھارتی شراکت ایکٹ، 1932

43. Indian Penal Code, 1860 (45 of 1860)

مجموعہ تعزیرات بھارت، 1860

44. Indian Ports Act, 1908 (15 of 1908)

بھارتی بندرگاہ ایکٹ، 1908

45. Indian Post Office Act, 1898 (6 of 1898)

بھارتی ڈاک خانہ ایکٹ، 1998

46. Indian Power Alcohol Act, 1948 (22 of 1948)

بھارتی پاور الکحل ایکٹ، 1948

47. Indian Power Alcohol (Repeal) Act, 2000 (32 of 2000)

بھارتی پاور الکحل (تنسیخ) ایکٹ، 2000

48. Indian Railway Companies Act, 1895 (10 of 1895)

بھارتی ریل کمپنی ایکٹ، 1895

49. Indian Railway Companies (Repeal) Act, 2001 (24 of 2001)

بھارتی ریل کمپنی (تنسیخ) ایکٹ، 2001

50. Indian Railways Act, 1890 (9 of 1890)

بھارتی ریل ایکٹ، 1990

51. Indian Railways Board Act, 1905 (4 of 1905)

بھارتی ریل بورڈ ایکٹ، 1905

52. Indian Red Cross Society Act, 1920 (15 of 1920)

بھارتی ریڈ کراس سوسائٹی ایکٹ، 1920

53. Indian Reserve Forces Act, 1888 (4 of 1868)

بھارتی ریزرو جمعیت ایکٹ، 1888

54. Indian Rifles Act, 1920 (23 of 1920)

بھارتی رائفلس ایکٹ، 1920

55. Indian Rifles (Repeal) Act, 2006 (49 of 2006)

بھارتی رائفلس (تنسیخ) ایکٹ، 2006

56. Indian Securities Act, 1920 (10 of 1920)

بھارتی سیکورٹیز ایکٹ، 1920

57. Indian Short Titles Act, 1897 (14 of 1897)

بھارتی مختصر نام ایکٹ، 1897

58. Indian Soldiers (Litigation) Act, 1925 (4 of 1925)

بھارتی سپاہی (مقدمہ) ایکٹ، 1925

59. Indian Stamp Act, 1899 (2 of 1899)

بھارتی اسٹامپ ایکٹ، 1899

60. Indian Standards Institution (Certification Marks) Act, 1952 (36 of 1952)

بھارتی معیارات ادارہ (نشانات تصدیق) ایکٹ، 1952

61. Indian Statistical Institute Act, 1959 (57 of 1959)

بھارتی شماریات ادارہ ایکٹ، 1959

62. Indian Succession Act, 1925 (39 of 1925)

بھارتی وراثت ایکٹ، 1925

63. Indian Telegraph Act, 1885 (13 of 1885)

بھارتی تار ایکٹ، 1885

64. Indian Tolls Act, 1851 (8 of 1851)

بھارتی محصول راہ ایکٹ، 1851

65. Indian Tolls Act, 1864 (15 of 1864)

بھارتی محصول راہ ایکٹ، 1864

66. Indian Tolls Act, 1888 (8 of 1888)

بھارتی محصول راہ ایکٹ، 1888

67. Indian Tolls (Army and Air Force) Act, 1901 (2 of 1901)

بھارتی محصول راہ (فوج وہوائی فوج) ایکٹ، 1901

68. Indian Tramways Act, 1886 (11 of 1886)

بھارتی ٹرام ایکٹ، 1886

69. Indian Tramways Act, 1902 (4 of 1902)

بھارتی ٹرام ایکٹ، 1902

70. Indian Treasure-trove Act, 1878 (6 of 1878)

بھارتی دفینہ ایکٹ، 1878

71. Indian Trusts Act, 1882 (2 of 1882)

بھارتی ٹرسٹ ایکٹ، 1882

72. Indian University (Repeal) Act, 2001 (36 of 2001)

بھارتی یونیورسٹی (تنسیخ) ایکٹ، 2001

73. Indian Veterinary Council Act, 1984 (52 of 1984)

بھارتی علاج مویشیان کونسل ایکٹ، 1984

74. Indian Wireless Telegraphy Act, 1933 (17 of 1933)

بھارتی بے تار ٹیلی گرافی ایکٹ، 1933

75. Indira Gandhi National Open University Act, 1985 (50 of 1985)

اندرا گاندھی قومی اوپن یونیورسٹی ایکٹ، 1985

76. Indo-Tibetan Border Police Force Act, 1992 (35 of 1992)

بھارت-تبت سرحد پولس جمعیت ایکٹ، 1992

77. Industrial Development Bank of India Act, 1964 (18 of 1964)

بھارتی صنعتی ترقیاتی بینک ایکٹ، 1964

78. Industrial Development Bank (Transfer of Undertaking and Repeal) Act, 2003 (53 of 2003)

صنعتی ترقیاتی بینک (اداروں کا تبادلہ و تنسیخ) ایکٹ، 2003

79. Industrial Disputes Act, 1947 (14 of 1947)

صنعتی تنازعات ایکٹ، 1947

80. Industrial Disputes (Banking Companies) Decision Act, 1955 (41 of 1955)

فیصلہ صنعتی تنازعات (بینک کاری کمپنی) ایکٹ، 1955

81. Industrial Disputes (Banking Companies) Decision Act, 2001 (19 of 2001)

فیصلہ صنعتی تنازعات (بینک کاری کمپنی) (تنسیخ) ایکٹ، 2001

82. Industrial Disputes (Banking and Insurance Companies) Act, 1949 (54 of 1949)

صنعتی تنازعات (بینک کاری و بیمہ کمپنیاں) ایکٹ، 1949

84. Industrial Disputes (Banking Companies) Decision (Repeal) Act, 2001 (19 of 2001)

فیصلہ صنعتی تنازعات (بینک کاری کمپنی) (تنسیخ) ایکٹ، 2001

85. Industrial Employment (Standing Orders) Act, 1946 (20

of 1946)

صنعتی اموری (حکم جاریہ) ایکٹ، 1946

86. Industrial Finance Corporation Act, 1948 (15 of 1948)

صنعتی مالیاتی کارپوریشن ایکٹ، 1948

87. Industrial Finance Corporation (Transfer of Undertaking and Repeal) Act, 1993 (23 of 1993)

صنعتی مالیاتی کارپوریشن (ادارے کا تبادلہ و تنسیخ) ایکٹ، 1993

88. Industrial Reconstruction Bank of India Act, 1984 (62 of 1984)

بھارتی صنعتی تعمیر نو بینک ایکٹ، 1984

89. Industrial Reconstruction Bank (Transfer of Undertakings and Repeal) Act, 1997 (7 of 1997)

صنعتی تعمیر نو بینک (اداروں کا تبادلہ و تنسیخ) ایکٹ، 1997

90. Industries (Development and Regulation) Act, 1951 (65 of 1951)

صنعت (ترقی و ضابطہ بندی) ایکٹ، 1951

91. Infant Milk Substitutes, Feeding Bottles and Infant Foods (Regulation of Production, Supply and Distribution) Act, 1992 (41 of 1992)

شیر خوار بچوں کے لیے دودھ کا بدل، دودھ پلانے والی بوتل اور کھان پان (پیداوار، فراہمی اور تقسیم کی ضابطہ بندی) ایکٹ، 1992

92. Inflammable Substances Act, 1952 (20 of 1952)

آتش گیر مادہ جات ایکٹ، 1952

93. Influx from Pakistan (Control) Repealing Act, 1952 (76 of 1952)

پاکستان سے آمد (کنٹرول) منسوخی ایکٹ، 1952

94. Influx from Pakistan (Control) Repealing (Repeal) Act, 2001 (33 of 2001)

پاکستان سے آمد (کنٹرول) منسوخی (تنسیخ) ایکٹ، 2001

95. Information Technology Act, 2000 (21 of 2000)

اطلاعاتی ٹیکنالوجی ایکٹ، 2000

96. Inland Vessels Act, 1917 (1 of 1917)

اندرون ملک چلنے والے پانی کے جہاز ایکٹ، 1917

97. Inland Waterways Authority of India Act, 1985 (82 of 1985)

بھارتی اندرون ملک آبی راہیں اتھارٹی ایکٹ، 1985

98. Insecticides Act, 1968 (46 of 1968)

کیڑے مار دوا ایکٹ، 1968

99. Institutes of Technology Act, 1961 (59 of 1961)

ادارہ ٹیکنالوجی ایکٹ، 1961

100. Insurance Act, 1938 (4 of 1938)

بیمہ ایکٹ، 1938

101. Insurance Laws (Transfer of Business and Emergency Provisions) Repeal Act, 2001 (11 of 2001)

بیمہ قوانین (تبادلہ کاروبار وہنگامی توضیعات) منسوخی ایکٹ، 2001

102. Insurance Regulatory and Development Authority Act, 1999 (41 of 1999)

بیمہ ضابطہ بندی و ترقی اتھارٹی ایکٹ، 1999

103. Intelligence Organisations (Restriction of Rights) Act, 1985 (58 of 1985)

خفیہ معلومات سے متعلق تنظیمیں (حقوق پر پابندی) ایکٹ، 1985

104. Interest Act, 1978 (14 of 1978)

سود ایکٹ، 1978

105. Interest on Delayed Payments to Small and Ancillary Industrial Undertakings Act, 1993 (32 of 1993)

چھوٹے اور ذیلی مددگار اداروں کو دیر سے دی گئی ادائیگی پر سود ایکٹ، 1993

106. Interest-tax Act, 1974 (45 of 1974)

سود پر ٹیکس ایکٹ، 1974

107. International Airport Authority Act, 1971 (43 of 1971)

بین الاقوامی ہوائی اڈہ اتھارٹی ایکٹ، 1971

108. International Development Association (Status, Immunities and Privileges) Act, 1960 (32 of 1960)

بین الاقوامی ترقیاتی انجمن (حیثیت، استثنیات و مراعات) ایکٹ، 1960

109. International Finance Corporation (Status, Immunities and Privileges) Act, 1958 (42 of 1958)

بین الاقوامی مالیاتی کارپوریشن (حیثیت، استثنیات و مراعات) ایکٹ، 1958

110. International Monetary Fund and Bank Act, 1945

بین الاقوامی مالی فنڈ اور بینک ایکٹ، 1945

111. Inter-State Corporations Act, 1957 (38 of 1957)

بین ریاستی کارپوریشن ایکٹ، 1957

112. Inter-State Migrant Workmen (Regulation of Employment and Conditions of Service) Act, 1979 (30 of 1979)

بین ریاستی نقل مکانی کرنے والے کام گر (ماموری وشرائط ملازمت کی ضابطہ بندی) ایکٹ، 1979

113. Inter-State River Water Disputes Act, 1956 (33 of 1956)

بین ریاستی آب دریا تنازعات ایکٹ، 1956

114. Iron and Steel Companies Amalgamation Act, 1952 (79 of 1952)

لوہا اور اسٹیل کمپنیاں انضمام ایکٹ، 1952

115. Iron Ore Mines Labour Welfare Cess Act, 1961 (58 of 1961)

خام لوہا کان مزدور بہبود محصول ایکٹ، 1961 منسوخ

116. Iron and Steel Companies (Amalgamation and Takeover Laws) Repeal Act, 2000 (26 of 2000)

لوہا اور اسٹیل کمپنیاں (انضمام وانتظام سنبھالنے سے متعلق قوانین) منسوخی ایکٹ، 1952

117. Iron Ore Mines, Manganese Ore Mines and Chrome Ore Mines Labour Welfare Cess Act, 1976 (55 of 1976)

خام لوہا کان، مینگنیز خام کان اور کروم خام کان مزدور بہبود محصول ایکٹ، 1976

118. Iron Ore Mines, Manganese Ore Mines and Chrome Ore Mines Labour Welfare Fund Act, 1976 (61 of 1976)

خام لوہا کان، مینگنیز خام کان اور کروم خام کان مزدور بہبود فنڈ ایکٹ، 1976

J

1. Jallianwala Bagh National Memorial Act, 1951 (25 of 1951)

جلیانوالہ باغ قومی یادگار ایکٹ، 1951

2. Jamia Millia Islamia Act, 1988 (58 of 1988)

جامعہ ملیہ اسلامیہ ایکٹ، 1988

3. Jammu and Kashmir (Extension of Laws) Act, 1956 (62 of 1956)

جموں وکشمیر (قوانین کی توسیع) ایکٹ، 1956

4. Jammu and Kashmir Representation of the People (Supplementary) Act, 1968 (3 of 1968)

جموں وکشمیر عوامی نمائندگی (ضمنی) ایکٹ، 1968

5. Jammu and Kashmir State Legislature (Delegation of Powers) Act, 1992 (21 of 1992)

قانون سازیہ ریاست جموں وکشمیر (تفویض اختیارات) ایکٹ، 1992

6. Jawaharlal Nehru University Act, 1966 (53 of 1966)

جواہر لعل نہرو یونیورسٹی ایکٹ، 1966

7. Jayanti Shipping Company (Acquisition of Shares) Act, 1971 (63 of 1971)

• جینتی شپنگ کمپنی (حصول حصص) ایکٹ، 1971

8. Jayanti Shipping Company (Taking Over of Management) Act, 1966 (24 of 1966)

جینتی شپنگ کمپنی (انتظام سنبھالنا) ایکٹ، 1966

9. Judges (Inquiry) Act, 1968 (51 of 1968)

جج (جانچ) ایکٹ، 1968

10. Judges (Protection) Act, 1985 (59 of 1985)

جج (تحفظ) ایکٹ، 1985

11. Judicial Administration Laws (Repeal) Act, 2001 (22 of 2001)

عدل گستری قوانین (تنسیخ) ایکٹ، 2001

12. Judicial Commissioner's Courts (Declaration as High Courts) Act, 1950 (15 of 1950)

عدلیاتی کمشنر عدالتیں (بطور ہائی کورٹ اعلان کیا جانا) ایکٹ، 1950

13. Judicial Officers' Protection Act, 1850 (18 of 1850)

عدلیاتی افسران تحفظ ایکٹ، 1850

14. Junagarh Administration (Property) Act, 1948 (26 of 1948)

جوناگڑھ انتظامیہ (جائیداد) ایکٹ، 1948

15. Jute Companies (Nationalisation) Act, 1980 (62 of 1980)

16. Jute Manufacture Cess Act, 1983 (28 of 1983)

مصنوعات جوٹ محصول ایکٹ، 1983

17. Jute Manufactures Development Council Act, 1983 (27 of 1983)

مصنوعات جوٹ ترقیاتی کونسل ایکٹ، 1983

18. Jute Packaging Materials (Compulsory Use in Packing Commodities) Act, 1987 (10 of 1987)

[illegible]

19. Juvenile Justice Act, 1986 (53 of 1986)

[illegible]

20. Juvenile Justice (Care and Protection of Children) Act, 2000 (56 of 2000)

[illegible]

K

1. Kalakshetra Foundation Act, 1993 (6 of 1994)

کلاشیتر فاؤنڈیشن ایکٹ، 1993

2. Kazis Act, 1880 (12 of 1880)

قاضی ایکٹ، 1980

3. Kerala State Legislature (Delegation of Powers) Act, 1964 (30 of 1964)

قانون ساز یہ ریاست کیرالہ (تفویض اختیارات) ایکٹ، 1964

4. Kerala State Legislature (Delegation of Powers) Act, 1965 (12 of 1965)

قانون ساز یہ ریاست کیرالہ (تفویض اختیارات) ایکٹ، 1965

5. Khadi and Other Handloom Industries Development (Additional Excise Duty on Cloth) Act, 1953 (12 of 1953)

کھادی اور دیگر ہاتھ کرگھا صنعتوں کی ترقی (کپڑے پر اضافی محصول) ایکٹ، 1953

6. Khadi and Village Industries Commission Act, 1956 (61 of 1956)

کھادی اور گرام ادیوگ کمیشن ایکٹ، 1956

7. Khaddar (Protection of Name) Act, 1950 (78 of 1950)

کھدر (نام کا تحفظ) ایکٹ، 1950

8. Khuda Bakhsh Oriental Public Library Act, 1969 (43 of 1969)

خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری ایکٹ، 1969

9. Konkan Passenger Ships (Acquisition) Act, 1973 (62 of 1973)

کوکن مسافروں کے لیے پانی کا جہاز (حصول) ایکٹ، 1973

10. Kosangas Company (Acquisition of Undertaking) Act, 1979 (28 of 1979)

کوسن گیس کمپنی (ادارے کا حصول) ایکٹ، 1979

L

1. Labour Laws (Exemption from Furnishing Returns and Maintaining Registers by Certain Establishments) Act, 1988 (51 of 1988)

قوانین مزدوران (کچھ اداروں کے ذریعے گوشوارے داخل کرنے اور رجسٹر رکھنے سے چھوٹ) ایکٹ، 1988

2. Laccadive, Minicoy and Amindivi Islands (Alteration of Name) Act, 1973 (34 of 1973)

لکادیو، منی کوائے اور امین دیوی جزائر (تبدیلی نام) ایکٹ، 1973

3. Lady Hardinge Medical College and Hospital (Acquisition) and Miscellaneous Provisions Act, 1977 (34 of 1977)

لیڈی ہارڈنگ میڈیکل کالج اور اسپتال (حصول) اور متفرق توضیعات ایکٹ، 1977

4. Lalit Kala Akademi (Taking Over of Management) Act, 1997 (17 of 1997)

للت کلا اکادمی (انتظام سنبھالنا) ایکٹ، 1997

5. Land Acquisition Act, 1894 (1 of 1894)

حصول آراضی ایکٹ، 1894

6. Land Acquisition (Mines) Act, 1885 (18 of 1885)

حصول آراضی (کان) ایکٹ، 1885

7. Land Improvement Loans Act, 1883 (19 of 1883)

قرض برائے ترقی آراضی ایکٹ، 1883

8. Laws Local Extent Act, 1874 (15 of 1874)

قوانین کی مقامی توسیع ایکٹ، 1874

9. Laxmirattan and Atherton West Cotton Mills (Taking Over of Management) Act, 1976(98 of 1976)

لکشمی رتن اینڈ ایتھرٹن ویسٹ کاٹن ملز (انتظام سنبھالنا) ایکٹ، 1976

10. Leaders and Chief Whips of Recognised Parties and Groups in Parliament (Facilities) Act, 1998 (5 of 1999)

پارلیمنٹ میں تسلیم شدہ جماعتوں اور گروپوں کے لیڈر اور چیف وہپ (سہولیات) ایکٹ، 1998

11. Legal Practitioners Act, 1879 (18 of 1879)

قانونی پیشہ ور ایکٹ، 1879

12. Legal Representatives Suits Act, 1855 (12 of 1855)

مقدمات قائم مقام قانونی ایکٹ، 1855

13. Legal Services Authorities Act, 1987 (39 of 1987)

قانونی خدمات اتھارٹیز ایکٹ، 1987

14. Legal Tender (Inscribed Notes) Act, 1964 (28 of 1964)

لیگل ٹینڈر (سکہ رائج الوقت) (کندہ نوٹ) ایکٹ، 964!

15. Legislative Assembly of Nagaland (Change in Representation) Act, 1968 (61 of 1968)

ناگالینڈ قانون ساز اسمبلی (نمائندگی میں تبدیلی) ایکٹ، 1968

16. Legislative Councils Act, 1957 (37 of 1957)

قانون ساز کونسل ایکٹ، 1957

17. Lepers Act, 1898 (3 of 1898)

جزامیوں سے متعلق ایکٹ، 1898

18. Lepers (Delhi, Andaman and Nicobar Islands, Lakshadweep, Dadra and Nagar Haveli and Chandigarh Repeal) Act, 1983 (47 of 1983)

جزامیوں سے متعلق (دہلی، انڈمان اور نکوبار جزائر، لکشدیپ، دادرا و نگر حویلی و چنڈی گڑھ منسوخی) ایکٹ، 1983

19. Levy Sugar Price Equalisation Fund Act, 1976 (31 of 1976)

لیوی چینی کی یکساں قیمت فنڈ ایکٹ، 1976

20. Life Insurance Corporation Act, 1956 (31 of 1956)

زندگی بیمہ کارپوریشن ایکٹ، 1956

21. Life Insurance Corporation (Modification of Settlement) Act, 1976 (72 of 1976)

زندگی بیمہ کارپوریشن (سمجھوتے میں ردوبدل) ایکٹ، 1976

22. Life Insurance (Emergency Provisions) Act, 1956 (9 of 1956)

زندگی بیمہ کارپوریشن (ہنگامی توضیحات) ایکٹ، 1956

23. Lighthouse Act, 1927 (17 of 1927)

مینار روشنی (لائٹ ہاؤس) ایکٹ، 1927

24. Limestone and Dolomite Mines Labour Welfare Fund Act, 1972 (62 of 1972)

چونا پتھر اور ڈولومائٹ کان مزدوران بہبودی فنڈ ایکٹ، 1972

25. Limitation Act, 1963 (36 of 1963)

میعاد ایکٹ، 1963

26. Live-stock Importation Act, 1898 (9 of 1898)

درآمد مویشیان ایکٹ، 1898

27. Local Authorities Loans Act, 1914 (9 of 1914)

مقامی اتھارٹی قرضہ جات ایکٹ، 1914

28. Local Authorities Pensions and Gratuities Act, 1919 (1 of 1919)

مقامی اتھارٹی پنشن و گریجویٹی ایکٹ، 1919

29. Lok Sahayak Sena Act, 1956 (53 of 1956)

لوک سہایک سینا ایکٹ، 1956

30. Lotteries (Regulation) Act, 1998 (17 of 1998)

لاٹری (ضابطہ بندی) ایکٹ، 1998

31. Lushai Hills District (Change of Name) Act, 1954 (18 of 1954)

لشائی پہاڑی ضلع (تبدیلی نام) ایکٹ، 1954

M

1. Madhya Bharat Taxes on Income (Validation) Act, 1954 (38 of 1954)

مدھیہ بھارت آمدنی پر ٹیکس (جواز) ایکٹ، 1954

2. Madhya Pradesh Reorganisation Act, 2000 (28 of 2000)

مدھیہ پردیش تنظیم نو ایکٹ، 2000

3. Madhya Pradesh State Legislature (Delegation of Powers) Act, 1993 (9 of 1993)

قانون سازیہ ریاست مدھیہ پردیش (تفویض اختیارات) ایکٹ، 1993

4. Madras State (Alteration of Name) Act, 1968 (53 of 1968)

ریاست مدراس (تبدیلی نام) ایکٹ، 1968

5. Mahatma Gandhi Antarrashtriya Hindi Vishwavidyalaya Act, 1996 (3 of 1997)

مہاتما گاندھی انترراشٹریہ ہندی وشودیالیہ ایکٹ، 1996

6. Maintenance of Internal Security (Repeal) Act, 1978 (27 of 1978)

اندرونی سلامتی (تنسیخ) ایکٹ، 1978

7. Maintenance Orders Enforcement Act, 1921 (18 of 1921)

احکام نان نفقہ (کفالت) عمل درآمدگی ایکٹ، 1921

8. Major Port Trusts Act, 1963 (38 of 1963)

بڑے بندرگاہ ٹرسٹ ایکٹ، 1963

9. Mangrol and Manavadar (Administration of Property) Act, 1949 (2 of 1949)

مانگرول اور مانودر (انتظام جایداد) ایکٹ، 1949

10. Manipur Municipalities Act, 1994 (43 of 1994)

منی پور میونسپلٹی ایکٹ، 1994

11. Manipur Panchayati Raj Act, 1994 (26 of 1994)

منی پور پنچایتی راج ایکٹ، 1994

12. Manipur (Hill Areas) District Councils Act, 1971 (76 of 1971)

منی پور (پہاڑی علاقہ) ضلع کونسل ایکٹ، 1971

13. Manipur University Act, 2005 (54 of 2005)

منی پور یونیورسٹی ایکٹ، 2005

14. Manoeuvres, Field Firing and Artillery Practice Act, 1938 (5 of 1938)

جنگی مشق اور کھلے علاقے میں گولہ چلانے اور توپ داغنے کی مشق ایکٹ، 1938

15. Manual of Election Law

الیکشن سے متعلق قوانین کا دستورالعمل ایکٹ

16. Marine Insurance Act, 1963 (11 of 1963)

بحری بیمہ ایکٹ، 1963

17. Marine Products Exports Development Authority Act, 1972 (13 of 1972)

بحری پیداوار فروغ برآمدات ایکٹ، 1972

18. Maritime Zones of India (Regulation of Fishing by Foreign Vessels) Act, 1981 (42 of 1981)

بھارت کا سمندری علاقہ (غیر ملکی جہازوں کے ذریعے مچھلی پکڑنے کی ضابطہ بندی) ایکٹ، 1981

19. Marking of Heavy Packages Act, 1951 (39 of 1951)

نشان زنی پیکیج ایکٹ، 1951

20. Marriages Validation Act, 1892 (2 of 1892)

جوازِ ازدواج ایکٹ، 1892

21. Married Women's Property Act, 1874 (3 of 1874)

شادی شدہ خواتین کی جایداد ایکٹ، 1874

22. Married Women's Property (Extension) Act, 1959 (61 of 1959)

شادی شدہ خواتین کی جایداد (توسیع) ایکٹ، 1959

23. Maruti Limited (Acquisition and Transfer of Undertakings) Act, 1980 (64 of 1980)

ماروتی لمیٹڈ (اداروں کا حصول و تبادلہ) ایکٹ، 1980

24. Maternity Benefit Act, 1961 (53 of 1961)

زچگی فوائد ایکٹ، 1961

25. Maulana Azad National Urdu University Act, 1996 (2 of 1997)

مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی ایکٹ، 1996

26. Medical Termination of Pregnancy Act, 1971 (34 of 1971)

طبی خاتمۂ حمل ایکٹ، 1971

27. Medicinal and Toilet Preparations (Excise Duties) Act, 1955 (16 of 1955)

ادویاتی اور سنگار مصنوعات (محصولات آبکاری) ایکٹ، 1955

28. Mental Health Act, 1987 (14 of 1987)

صحت از لحاظ دماغی ایکٹ، 1987

29. Merchant Shipping Act, 1958 (44 of 1958)

تجارتی سامان کی بحری جہاز کے ذریعے نقل و حمل ایکٹ، 1958

30. Merged State (Laws) Act, 1949 (59 of 1949)

شامل کی گئی ریاستیں (قوانین) ایکٹ، 1949

31. Metal Corporaton (Nationalisation and Miscellaneous Provisions) Act, 1976 (100 of 1976)

میٹل کارپوریشن (قومی ملکیت میں لیا جانا اور متفرق توضیعات) ایکٹ 1976

32. Metal Corporation of India (Acquisition of Undertaking) Act, 1966 (36 of 1966)

میٹل کارپوریشن آف انڈیا (اداروں کا حصول) ایکٹ، 1966

33. Metal Tokens Act, 1889 (1 of 1889)

دھاتی ٹوکن ایکٹ، 1889

34. Metro Railways (Construction of Works) Act, 1978 (33 of 1978)

میٹرو ریل (مختلف کاموں کی تکمیل) ایکٹ، 1978

35. Mica Mines Labour Welfare Fund Act, 1946 (22 of 1946)

ابرق کان مزدوران بہبود فنڈ ایکٹ، 1946

36. Micro, Small and Medium Enterprises Development Act, 2006 (27 of 2006)

مائیکرو، چھوٹے اور درمیانی کاروبار کو فروغ ایکٹ، 2006

37. Mineral Products (Additional Duties of Excise and

Customs) Act, 1958 (27 of 1958)

معدنیات پیداوار (اضافی آبکاری و کسٹم ڈیوٹی) ایکٹ، 1958

38. Mines Act, 1952 (35 of 1952)

کان ایکٹ، 1952

39. Mines and Minerals (Development and Regulation) Act, 1957 (67 of 1957)

کان اور معدنیات (ترقی وضابطہ بندی) ایکٹ، 1957

40. Minimum Wages Act, 1948 (11 of 1948)

کم از کم مزدوری ایکٹ، 1948

41. Miscellaneous Personal Laws (Extension) Act, 1959 (48 of 1959)

متفرق عائلی قوانین (توسیع) ایکٹ، 1959

42. Mizoram Universities Act, 2000 (8 of 2000)

میزورم یونیورسٹی ایکٹ، 2000

43. Mogul Line Limited (Acquisition of Shares) Act, 1984 (33 of 1984)

مغل لائن لمیٹڈ (حصول حصص) ایکٹ، 1984

44. Monopolies and Restrictive Trade Practices Act, 1969 (54 of 1969)

اجارہ داری وتحدیدی تجارتی اعمال ایکٹ، 1969

45. Motor Transport Workers Act, 1961 (27 of 1961)

موٹر ٹرانسپورٹ کارکنان ایکٹ، 1961

46. Motor Vehicles Act, 1939 (4 of 1939)

موٹرگاڑی ایکٹ، 1939

47. Motor Vehicles Act, 1988 (59 of 1988)

موٹرگاڑی (ترمیم) ایکٹ، 1988

48. Mulki Rules (Repeal) Act, 1973 (68 of 1973)

ملکی قواعد (تنسیخ) ایکٹ، 1973

49. Multimodal Transportation of Goods Act, 1993 (28 of 1993)

مال کثیر جہتی نقل وحمل ایکٹ، 1993

50. Multi State Co-operative Societies Act, 1984 (51 of 1984)

کثیر ریاستی کوآپریٹیو سوسائٹی ایکٹ، 1984

51. Multi State Co-operative Societies Act, 2002 (39 of 2002)

کثیر ریاستی کوآپریٹیو سوسائٹی ایکٹ، 2002

52. Multi-unit Co-operative Societies Act, 1942 (6 of 1942)

کثیر اکائی کوآپریٹیو سوسائٹی ایکٹ، 1942

53. Municipal Taxation Act, 1881 (11 of 1681)

میونسپل ٹیکس عائدگی ایکٹ، 1681

54. Murshidabad Estate Administration Act, 1933 (23 of 1933)

مرشدآباد انتظام جایداد ایکٹ، 1933

55. Muslim Personal Law (Shariat) Application Act, 1937 (26 of 1937)

56. Muslim Women (Protection of Rights on Divorce) Act, 1986 (25 of 1986)

مسلم خواتین (طلاق ہونے پر حقوق کا تحفظ) ایکٹ، 1986

57. Mussalman Wakf Act, 1923 (42 of 1923)

مسلمان وقف ایکٹ، 1923

58. Mussalman Wakf Validating Act, 1913 (6 of 1913)

مسلمان وقف جواز ایکٹ، 1913

59. Mussalman Wakf Validating Act, 1930 (32 of 1930)

مسلمان وقف جواز ایکٹ، 1930

60. Mysore High Court (Extension of Jurisdiction to Coorg) Act, 1952 (72 of 1952)

میسور ہائی کورٹ (کورگ تک اختیار سماعت کی توسیع) ایکٹ، 1952

61. Mysore State (Alteration of Name) Act, 1973 (31 of 1973)

ریاست میسور (تبدیلی نام) ایکٹ، 1973

62. Mysore State Legislature (Delegation of Powers) Repeal Act, 2002 (57 of 2002)

قانون سازیہ ریاست میسور (تفویض اختیارات) ایکٹ، 2002

N

1. Naga Hills-Tuensang Area Act, 1957 (42 of 1957)

[illegible] ایکٹ، 1957

2. Nagaland University Act, 1989 (35 of 1989)

3. Narcotic Drugs and Psychotropic Substances Act, 1985 (61 of 1985)

4. National Airports Authority Act, 1985 (64 of 1985)

5. National Bank for Agriculture and Rural Development Act, 1981 (61 of 1981)

6. National Cadet Corps Act, 1948 (31 of 1948)

قومی کیڈٹ کور ایکٹ، 1948

7. National Capital Region Planning Board Act, 1985 (2 of 1985)

قومی خطہ راجدھانی منصوبہ بندی بورڈ ایکٹ، 1985

8. National Commission for Backward Classes Act, 1993 (27 of 1993)

قومی پسماندہ طبقات کمیشن ایکٹ، 1993

9. National Commission for Minorities Act, 1992 (19 of 1992)

قومی اقلیتی کمیشن ایکٹ، 1992

10. National Commission for Minority Educational Institutions Act, 2004 (2 of 2005)

اقلیتی تعلیمی اداروں کے لیے قومی کمیشن ایکٹ، 2004

11. National Commission for Safai Karamcharis Act, 1993 (64 of 1993)

قومی صفائی کارکنان کمیشن ایکٹ، 1993

12. National Commission for Women Act, 1990 (20 of 1990)

قومی کمیشن برائے خواتین ایکٹ، 1990

13. National Company Limited (Acquisition and Transfer of Undertakings) Act, 1980 (42 of 1980)

نیشنل کمپنی لمیٹڈ (اداروں کا حصول وتبادلہ) ایکٹ، 1980

14. National Co-operative Development Corporation Act, 1962 (26 of 1962)

قومی کوآپریٹیو ترقیاتی کارپوریشن ایکٹ، 1962

15. National Council for Teacher Education Act, 1993 (73 of 1993)

قومی کونسل برائے تعلیم اساتذہ ایکٹ، 1993

16. National Dairy Development Board Act, 1987 (37 of 1987)

قومی ڈیری ترقیاتی بورڈ ایکٹ، 1987

17. National Environment Appellate Authority Act, 1997 (22 of 1997)

قومی ماحولیاتی اپیلی اتھارٹی ایکٹ، 1997

18. National Environment Tribunal Act, 1995 (27 of 1995)

قومی ماحولیاتی ٹریبونل ایکٹ، 1995

19. National Highways Act, 1956 (48 of 1956)

قومی شاہراہ ایکٹ، 1956

20. National Highways Authority of India Act, 1988 (68 of 1988)

بھارتی قومی شاہراہ اتھارٹی ایکٹ، 1988

21. National Housing Bank Act, 1987 (53 of 1987)

قومی ہاؤسنگ بینک ایکٹ، 1987

22. National Institute of Pharmaceutical Education and Research Act, 1998 (13 of 1998)

قومی ادارہ تعلیم ادویہ و تحقیق ایکٹ، 1998

23. National Library of India Act, 1976 (76 of 1976)

بھارتی قومی لائبریری ایکٹ، 1976

24. National Oilseeds and Vegetable Oils Development Board Act, 1983 (29 of 1983)

قومی تلہن و بناسپتی تیل ترقیاتی بورڈ ایکٹ، 1983

25. National Rural Employment Guarantee Act, 2005 (42 of 2005)

قومی دیہی روزگار گارنٹی ایکٹ، 2005۔نریگا (NREGA)

26. National Rural Employment Guarantee (Extension to Jammu and Kashmir) Act, 2007 (23 of 2007)

قومی دیہی روزگار گارنٹی (جموں وکشمیر تک توسیع) ایکٹ، 2007

27. National Security Act, 1980 (65 of 1980)

قومی سلامتی ایکٹ، 1980

28. National Security Guard Act, 1986 (47 of 1986)

قومی سلامتی گارڈ ایکٹ، 1986

29. National Service Act, 1972 (28 of 1972)

قومی خدمت ایکٹ، 1972

30. National Tax Tribunal Act, 2005 (49 of 2005)

قومی ٹیکس ٹریبونل ایکٹ، 2005

31. National Thermal Power Corporation Limited, the National Hydroelectric Power Corporation Limited and the North-Eastern Electric Power Corporation Limited (Acquisition and Transfer of Power Transmission Systems) Act, 1993 (24 of 1993)

قومی تھرمل پاور کارپوریشن لمیٹڈ، قومی ہائیڈرو الیکٹرک پاور کارپوریشن لمیٹڈ اور نارتھ۔ایسٹرن الیکٹرک پاور کارپوریشن لمیٹڈ (پاور ٹرانسمشن نظام کا حصول وتبدیلی) ایکٹ، 1993

32. National Trust for Welfare of Persons with Autism, Cerebral Palsy, Mental Retardation and Multiple Disabilities Act, 1999 (44 of 1999)

قومی ویلفیئر ٹرسٹ

33. National Waterways (Allahabad-Haldia Stretch of the Ganga-Bhagirathi-Hoogly River) Act, 1982 (49 of 1982)

قومی آبی راہ (گنگا-بھاگیرتھی-ہگلی ندی الہ آباد-ہلدیا علاقہ) ایکٹ، 1982

34. National Waterway (Kollam-Kottapuram Stretch of West Coast Canal and Champakara and Udyogmandal Canal) Act, 1992 (25 of 1992)

قومی آبی راہ (مغربی ساحل نہر اور چمپاکارا ادیوگ منڈل نہروں کا کولم-کوٹ پورم علاقہ) ایکٹ، 1992

35. National Waterway (Sadia-Dhubri Stretch of Brahmaputra River) Act, 1988 (40 of 1988)

قومی آبی راہ (برہم پتر ندی کا سدیا-دھبری علاقہ) ایکٹ، 1988

36. Naval and Aircraft Prize Act, 1971 (59 of 1971)

بحری و ہوائی جہاز انعام ایکٹ، 1971

37. Navy Act, 1957 (62 of 1957)

بحری فوج ایکٹ، 1957

38. Negotiable Instruments Act, 1881 (26 of 1881)

دستاویزات بیع وشرئی ایکٹ، 1881

39. New Delhi Municipal Council Act, 1994 (44 of 1994)

نئی دہلی میونسپل کونسل ایکٹ، 1994

40. Newspaper (Price Control) Act, 1972 (15 of 1972)

اخبارات (قیمت کنٹرول) ایکٹ، 1972

41. Newspaper (Price and Page) Act, 1956 (45 of 1956)

اخبارات (قیمت وصفحات) ایکٹ، 1956

42. Neyveli Lignite Corporation Limited (Acquisition and Transfer of Power Transmission System) Act, 1994 (56 of 1994)

نیویلی لگنائٹ کارپوریشن لمیٹڈ (بجلی ٹرانسمشن نظام کا حصول وتبادلہ) ایکٹ، 1994

43. North-Eastern Areas (Reorganisation) Act, 1971 (81 of 1971)

شمال مشرقی علاقے (تنظیم نو) ایکٹ، 1971

44. North-Eastern Council Act, 1971 (84 of 1971)

شمال مشرقی کونسل ایکٹ، 1971

45. North-Eastern Hills University Act, 1973 (24 of 1973)

شمال مشرقی پہاڑی یونیورسٹی ایکٹ، 1973

46. Northern India Canal and Drainage Act, 1873 (8 of 1873)

شمالی بھارت نہر اور پانی نکاسی ایکٹ، 1873

47. Northern India Ferries Act, 1878 (17 of 1878)

شمالی بھارت بحری گھاٹ ایکٹ، 1878

48. North-Western Provinces and Oudh Act, 1890 (20 of 1890)

شمالی مغربی صوبے اور اودھ ایکٹ، 1890

49. Notaries Act, 1952 (53 of 1952)

نوٹیری ایکٹ، 1952

O

1. Oaths Act, 1969 (44 of 1969)

حلف ایکٹ، 1969

2. Obstructions in Fairways Act, 1881 (16 of 1881)

کشتی آبی راہ میں رکاوٹ ایکٹ، 1881

3. Official Langages Act, 1963 (19 of 1963) (with Rules)

سرکاری زبان ایکٹ، 1963

4. Official Secrets Act, 1923 (19 of 1923)

سرکاری راز ایکٹ، 1923

5. Official Trustees Act, 1913 (2 of 1913)

سرکاری ٹرسٹ ایکٹ، 1913

6. The Offshore Areas Minerals (Development and Regulation) Act, 2002 (17 of 2003)

ماورائے ساحل معدنیات (ترقی وضابطہ بندی) ایکٹ، 2002

7. Oil and Natural Gas Commission Act, 1959 (43 of 1959)

تیل وقدرتی گیس کمیشن ایکٹ، 1959

8. Oil and Natural Gas Commission (Transfer of Undertaking and Repeal) Act, 1993 (65 of 1993)

تیل وقدرتی گیس کمیشن (تبادلہ ادارہ وتنسیخ) ایکٹ، 1993

9. Oilfields (Regulation and Development) Act, 1948 (53 of 1948)

تیل کا علاقہ (ضابطہ بندی وترقی) ایکٹ، 1948

10. Oil Industry (Development) Act, 1974 (47 of 1974)

تیل صنعت (ترقی) ایکٹ، 1974

11. Opium Act, 1857 (13 of 1857)

افیم ایکٹ، 1857 منسوخ

12. Opium Act, 1878 (1 of 1878)

افیم ایکٹ، 1878 منسوخ

13. Opium and Revenue Laws (Extension of Application) Act, 1950 (33 of 1950)

افیم اور مال گزاری قوانین (اطلاق کی توسیع) ایکٹ، 1950

14. Oriental Gas Company, 1857 (5 of 1857)

اورینٹل گیس کمپنی، 1857

15. Oriental Gas Company, 1867 (11 of 1867)

اورینٹل گیس کمپنی، 1867

16. Orphanages and Other Charitable Homes (Supervision and Control) Act, 1960 (10 of 1960)

یتیم خانے اور دیگر خیراتی جائے رہائش (نگرانی و کنٹرول) ایکٹ، 1960

P

1. Parel Investments and Trading Private Limited and Domestic Gas Private Limited (Taking Over of Management) Act, 1979 (29 of 1979)

پریل انویسٹمنٹس اینڈ ٹریڈنگ پرائیویٹ لمیٹڈ و ڈومیسٹک گیس پرائیویٹ لمیٹڈ (انتظام سنبھالنا)

ایکٹ،1979

2. Parel Investments and Trading Private Limited and Domestic Gas Private Limited (Taking Over of Management) Repeal Act,2005 (14 of 2005)

پریل انویسمنٹس اینڈ ٹریڈنگ پرائیویٹ لمیٹڈ وڈومیسٹک گیس پرائیویٹ لمیٹڈ (انتظام سنبھالنا) منسوخ ایکٹ،2005

3. Parliament (Prevention of Disqualification) Act, 1959 (10 of 1959)

پارلیمنٹ (تدارک نااہلیت) ایکٹ،1959

4. Parliamentary Proceedings (Protection of Publication) Repeal Act, 1976 (28 of 1976)

پارلیمانی کارروائیاں (تحفظ اشاعت) تنسیخ ایکٹ،1976

5. Parliamentary Proceedings (Protection of Publication) Act, 1977 (15 of 1977)

پارلیمانی کارروائیاں (تحفظ اشاعت) ایکٹ،1977

6. Parsi Marriage and Divorce Act, 1936 (3 of 1936)

پارسی ازدواج وطلاق ایکٹ،1936

7. Part B States (Laws) Act, 1951 (3 of 1951)

حصہ ب ریاست (قوانین) ایکٹ،1951

8. Partition Act, 1893 (4 of 1893)

تقسیم ایکٹ،1893

9. Passport (Entry into India) Act, 1920 (34 of 1920)

پاسپورٹ(بھارت میں داخلہ) ایکٹ،1920

10. Passports Act, 1967 (15 of 1967)

پاسپورٹ ایکٹ،1967

11. Patents Act, 1970 (39 of 1970)

پٹینٹس ایکٹ،1970

12. Payment of Bonus Act, 1965 (21 of 1965)

بونس کی ادائیگی ایکٹ،1965

13. Payment of Gratuity Act, 1972 (39 of 1972)

گریچیوٹی کی ادائیگی ایکٹ،1972

14. Payment of Taxes (Transfer of Property) Act, 1949 (22 of 1949)

ٹیکس کی ادائیگی (جائیداد کی منتقلی) ایکٹ،1994

15. Payment of Wages Act, 1936 (4 of 1936)

مزدوری ادائیگی ایکٹ،1936

16. Pensions Act, 1871 (23 of 1871)

پینشن ایکٹ،1871

17. Personal Injuries (Compensation Insurance) Act, 1963 (37 of 1963)

ذاتی مضرت (معاوضہ بیمہ) ایکٹ،1963

18. Personal Injuries (Emergency Provisions) Act, 1962 (59 of 1962)

ذاتی مضرت (ہنگامی توضیعات) ایکٹ،1962

19. Persons with Disabilities (Equal Opportunities, Protection of Rights and Full Participation) Act, 1995 (1 of 1996)

معذوری کا شکار افراد (مساوی مواقع، حقوق کا تحفظ اور مکمل شراکت) ایکٹ، 1996

20. Petroleum Act, 1934 (30 of 1934)

پٹرولیم ایکٹ، 1934

21. Petroleum (Berar Extension) Act, 1937 (23 of 1937)

پٹرولیم (برار تک توسیع) ایکٹ، 1937

22. Petroleum (Berar Extension) Repeal Act, 2002 (50 of 2002)

پٹرولیم (برار تک توسیع) ترمیم ایکٹ، 2002

23. Petroleum Pipelines (Acquisition of Right of User in Land) Act, 1962 (50 of 1962)

پٹرولیم پائپ لائن (حصول حق استعمال آراضی) ایکٹ، 1962

24. Petroleum and Natural Gas Regulatory Board Act, 2006 (19 of 2006)

پٹرولیم اور قدرتی گیس ضابطہ بندی بورڈ ایکٹ، 2006

25. Pharmacy Act, 1948 (8 of 1948)

فارمیسی ایکٹ، 1948

26. Places of Worship (Special Provisions) Act, 1991 (42 of 1991)

عبادت گاہیں (خصوصی توضیعات) ایکٹ، 1991

27. Plantations Labour Act, 1951 (69 of 1951)

باغان مزدور ایکٹ، 1951

28. Poisons Act, 1919 (12 of 1919)

زہر ایکٹ، 1919

29. Police Act, 1861 (5 of 1861)

پولس ایکٹ، 1861

30. Police Act, 1888 (3 of 1888)

پولس ایکٹ، 1888

31. Police Act, 1949 (64 of 1949)

پولس ایکٹ، 1949

32. Police Forces (Restriction of Rights) Act, 1966 (33 of 1966)

پولس جمعیت (حقوق پر پابندی) ایکٹ، 1966

33. Police (Incitement to Disaffection) Act, 1922 (22 of 1922)

پولس (ترغیب انحراف اطاعت) ایکٹ، 1922

34. Pondicherry (Administration) Act, 1962 (49 of 1962)

پانڈیچری (انتظامی) ایکٹ، 1962

35. Pondicherry (Alteration of Name) Act, 2006 (44 of 2006)

پانڈیچری (تبدیلی نام) ایکٹ، 2006

36. Pondicherry (Extension of Laws) Act, 1968 (26 of 1968)

پانڈیچری (قوانین کی توسیع) ایکٹ، 1968

37. Pondichery University Act, 1985 (53 of 1985)

پانڈیچری یونیورسٹی ایکٹ، 1985

38. Post Graduate Institute of Medical Education and Research, Chandigarh Act, 1966 (51 of 1966)

پوسٹ گریجویٹ انسٹی ٹیوٹ آف میڈیکل ایجوکیشن اینڈ ریسرچ، چنڈی گڑھ ایکٹ، 1966

39. Post Office Cash Certificates Act, 1917 (18 of 1917)

ڈاکخانہ نقد سرٹیفکیٹ ایکٹ، 1917

40. Powers-of-Attorney Act, 1882 (7 of 1882)

مختار نامہ ایکٹ، 1882

41. Prasar Bharati (Broadcasting Corporation of India) Act, 1990 (25 of 1990)

پرسار بھارتی (بھارتی براڈ کاسٹنگ کارپوریشن) ایکٹ، 1990

42. Preference Shares (Regulation of Dividends) Act, 1960 (63 of 1960)

ترجیحی حصص (ڈویڈنڈس کی ضابطہ بندی) ایکٹ، 1960

43. Pre-conception and Pre-natal Diagnostic Techniques (Prohibition of sex selection) Act, 1994 (57 of 1994)

حمل ٹھہرنے اور پیدائش سے قبل تشخیص کی تکنیک (انتخاب جنس کی ممانعت) ایکٹ، 1994

44. Presidency Magistrates (Court-fees) Act, 1877 (4 of 1877)

پریذیڈنسی مجسٹریٹ (کورٹ فیس) ایکٹ، 1877

45. Presidency Small Cause Courts Act, 1882 (15 of 1882)

پریذیڈنسی عدالت مقدمات خفیفہ ایکٹ، 1882

46. Presidency-towns Insolvency Act, 1909 (3 of 1909)

پریذیڈنسی ٹاؤن دیوالیہ پن ایکٹ، 1909

47. President (Discharge of Functions) Act, 1969 (16 of 1969)

صدر (انجام دہی کارہائے منصبی) ایکٹ، 1969

48.• President's Emoluments and Pension Act, 1951 (30 of 1951)

صدر کا مشاہرہ اور پنشن ایکٹ، 1951

49. Presidential and Vice-Presidential Elections Act, 1952 (31 of 1952) (with Rules)

صدر اور نائب صدر کا انتخاب ایکٹ، 1952

50. Press and Registration of Books Act, 1867 (25 of 1867)

پریس اور کتابوں کی رجسٹری ایکٹ، 1867

51. Press Council Act, 1978 (37 of 1978)

پریس کونسل ایکٹ، 1978

52. Prevention of Blackmarketing and Maintenance of Supplies of Essential Commodities Act, 1980 (7 of 1980)

انسداد کالا بازی اور فراہمی ضروری اجناس ایکٹ، 1980

53. Prevention of Child Marriage Act, 2006 (7 of 2006)

انسداد ازدواج اطفال ایکٹ، 2006

54. Prevention of Corruption Act, 1947 (2 of 1947)

انسداد بدعنوانی ایکٹ، 1947

55. Prevention of Corruption Act, 1988 (49 of 1988)

انسداد بدعنوانی ایکٹ، 1988

56. Prevention of Cruelty to Animals Act, 1960 (59 of 1960)

جانوروں کے ساتھ ظالمانہ سلوک کا انسداد ایکٹ، 1960

57. Prevention of Damage to Public Property Act, 1984 (3 of 1984)

سرکاری جایداد کو نقصان انسداد ایکٹ، 1984

58. Prevention of Food Adulteration Act, 1954 (37 of 1954) (with Rules)

انسداد غذائی آمیزش ایکٹ، 1954

59. Prevention of Food Adulteration (Extension to Kohima and Mokokchung Districts) Act, 1972 (24 of 1972)

انسداد غذائی آمیزش (کوہیما اور موکوک چنگ ضلعوں تک توسیع) ایکٹ، 1972

60. Prevention of Food Adulteration (Extension to Kohima and Mokokchung Districts) Repeal Act, 2002 (66 of 2002)

انسداد غذائی آمیزش (کوہیما اور موکوک چنگ ضلعوں تک توسیع) تنسیخ ایکٹ، 2002

61. Prevention of Illicit Traffic in Narcotic Drugs and Psychotropic Substances Act, 1988 (46 of 1988)

انسداد ناجائز کاروبار نشہ آور ادویہ اور منقلب نفس اشیا ایکٹ، 1988

62. Prevention of Insults to National Honour Act, 1971 (69 of 1971)

قومی وقار کا عدم احترام انسداد ایکٹ، 1971

63. Prevention of Money Laundering Act, 2002 (15 of 2003)

غیرقانونی طور پر حاصل رقم کا جائز کاروبار میں استعمال انسداد ایکٹ، 2002

64. Prevention of Publication of Objectionable Matter (Repeal) Act, 1977 (14 of 1977)

انسداد اشاعت قابل اعتراض مواد (تنسیخ) ایکٹ، 1977

65. Prevention of Seditious Meetings Act, 1911 (10 of 1911)

انسداد جلسات بغاوت انگیز ایکٹ، 1911

66. Prevention of Terrorism Act, 2002 (15 of 2002)

انسداد دہشت گردی ایکٹ، 2002

67. Prevention of Terrorism Repeat Act, 2004 (26 of 2004)

انسداد دہشت گردی (تنسیخ) ایکٹ، 2004

68. Prisons Act, 1894 (9 of 1894)

قید خانہ ایکٹ، 1894

69. Prisoners Act, 1900 (3 of 1900)

قیدیوں سے متعلق ایکٹ، 1900

70. Prisoners (Attendance in Courts) Act, 1955 (32 of 1955)

قیدی (عدالت میں حاضری) ایکٹ، 1955

71. Private Security Agencies (Regulation) Act, 2005 (29 of 2005)

پرائیویٹ سیکورٹی ایجنسی (ضابطہ بندی) ایکٹ، 2005

72. Prize Chits and Money Circulation Schemes (Banning) Act, 1978 (43 of 1978)

انعامی چٹ اور گردش زر اسکیمیں (پابندی) ایکٹ، 1978

73. Prize Competitions Act, 1955 (42 of 1955)

انعامی مقابلے ایکٹ، 1955

74. Probation of Offenders Act, 1958 (20 of 1958)

آزمائش مجرمین ایکٹ، 1958

75. Procedure of the High Court for Uttar Pradesh (13 of 1869)

اتر پردیش کے لیے ہائی کورٹ کا طریق کار ایکٹ، 1869

76. Produce Cess Act, 1966 (15 of 1966)

پیداوار محصول ایکٹ، 1966

77. Produce Cess laws (Abolition) Act, 2006 (46 of 2006)

پیداوار محصول (خاتمہ) ایکٹ، 2006

78. Promissory Notes (Stamp) Act, 1926 (11 of 1926)

پرونوٹ (اسٹامپ) ایکٹ، 1926

79. Protection of Civil Rights Act, 1955 (22 of 1955) (with Rules)

تحفظ شہری ایکٹ، 1955

80. Protection of Human Rights Act, 1993 (10 of 1994)

تحفظ انسانی حقوق ایکٹ، 1993

81. Protection of Plant Varieties and Farmer's Rights Act, 2001 (53 of 2001)

مختلف النوع پودوں کا تحفظ اور کاشت کاروں کے حقوق ایکٹ، 2001

82. Protection of Women from Domestic Violence Act, 2005

(43 of 2005)

خواتین کا خانگی تشدد سے تحفظ ایکٹ، 2005

83. Provident Funds Act, 1925 (19 of 1925)

پروڈنٹ فنڈ ایکٹ، 1925

84. Provincial Insolvency Act, 1920 (5 of 1920)

صوبائی دیوالیہ پن ایکٹ، 1920

85. Provincial Small Cause Courts Act, 1887 (9 of 1887)

صوبائی عدالتیں خفیفہ ایکٹ، 1887

86. Provisions of the Panchayats (Extension to the Scheduled Areas) Act, 1996 (40 of 1996)

پنچایتوں کی توضیحات (فہرست بند علاقوں تک توسیع) ایکٹ، 1996

87. Provisional Collection of Taxes Act, 1931 (16 of 1931)

ٹیکسوں کی عارضی وصولی ایکٹ، 1931

88. Public Accountants Default Act, 1850 (12 of 1850)

پبلک اکاؤنٹنٹ کوتاہی ایکٹ، 1850

89. Public Debt Act, 1944 (18 of 1944)

سرکاری قرضہ ایکٹ، 1944

90. Public Financial Institution (Obligation as to Fidelity and Secrecy) Act, 1983 (48 of 1983)

سرکاری مالیاتی ادارہ (اعتماد اور رازداری سے متعلق وجوب) ایکٹ، 1983

91. Public Gambling Act, 1867 (3 of 1867)

عام قمار بازی ایکٹ، 1867

92. Public Liability Insurance Act, 1991 (6 of 1991)

سرکاری ذمہ داری بیمہ ایکٹ، 1991

93. Public Premises (Eviction of Unauthorised Occupants) Act, 1971 (40 of 1971)

سرکاری مقامات (ناجائز قبضہ کرنے والوں کی بے دخلی) ایکٹ، 1971

94. Public Provident Fund Act, 1968 (23 of 1968)

پبلک پرویڈنٹ فنڈ ایکٹ، 1968

95. Public Records Act, 1993 (69 of 1993)

پبلک ریکارڈ ایکٹ، 1993

96. Public Sector Iron and Steel Companies (Restructuring) and Miscellaneous Provision) Act, 1978 (16 of 1978)

پبلک سیکٹر لوہا و اسٹیل کمپنی (تشکیل نو) اور متفرق توضیعات ایکٹ، 1978

97. Public Servants (Inquiries) Act, 1850 (37 of 1850)

سرکاری ملازم (جانچ) ایکٹ، 1850

98. Public Suits Validation Act, 1932 (11 of 1932)

مقدمات مفاد عامہ جواز ایکٹ، 1932

99. Public Wakfs (Extension of Limitation) Act, 1959 (29 of 1959)

عوامی وقف (توسیع میعاد) ایکٹ، 1959

100. Punjab Disturbed Areas Act, 1983 (32 of 1983)

پنجاب مخدوش علاقہ جات ایکٹ، 1983

101. Punjab Gram Panchayat, Samitis and Zilla Parishad

(Chandigarh Repeal) Act,1994 (27 of 1994)

پنجاب گرام پنچایت، سمیتی اور ضلع پریشد (چنڈی گڑھ تنسیخ) ایکٹ، 1994

102. Punjab General Sales Tax (As in force in the Union Territoty of Chandigarh) Repeal Act, 2005 (48 of 2005)

پنجاب عام بکری ٹیکس (چنڈی گڑھ یونین علاقے میں نافذ العمل) تنسیخ ایکٹ، 2005

103. Punjab Laws Act, 1872 (4 of 1872)

پنجاب قوانین ایکٹ، 1872

104. Punjab Legislative Council (Abolition) Act, 1969 (46 of 1969)

پنجاب لیجسلیٹو کونسل (ختم کیا جانا) ایکٹ، 1969

105. Punjab Municipal Corporation Laws (Extension to Chandigarh) Act, 1994 (45 of 1994)

پنجاب میونسپل کارپوریشن قوانین (چنڈی تک توسیع) ایکٹ، 1994

106. Punjab Pre-emption (Chandigarh and Delhi Repeal) Act, 1989 (22 of 1989).

پنجاب حق شفعہ (چنڈی گڑھ و دہلی تنسیخ) ایکٹ، 1989

107. Punjab Reorganisation Act, 1966 (31 of 1966)

پنجاب تنظیم نو ایکٹ، 1966

R

1. Railway Claims Tribunal Act, 1987 (54 of 1987)

ریل دعویٰ ٹریبونل ایکٹ، 1987

2. Railway Companies (Emergency Provisions) Act, 1951 (51 of 1951)

ریل کمپنی (ہنگامی توضیعات) ایکٹ، 1951

3. Railway Companies (Substitution of Parties in Civil Proceedings) Act, 1946 (14 of 1946)

ریل کمپنی (سول کارروائیوں میں فریقین کا بدل) ایکٹ، 1946

4. Railway Companies (Substitution of Parties in Civil Proceedings) Repeal Act, 2001 (25 of 2001)

ریل کمپنی (سول کارروائیوں میں فریقین کا بدل) تنسیخ ایکٹ، 2001

5. Railways Act, 1989 (24 of 1989)

ریل ایکٹ، 1989

6. Railways (Employment of Members of the Armed Forces) Act, 1965 (40 of 1965)

ریل (مسلح افواج کے اراکین کی ماموری) ایکٹ، 1965

7. Railways (Local Authorities Taxation) Act, 1941 (25 of 1941)

ریل (مقامی حکام عائدگی ٹیکس) ایکٹ، 1941

8. Railway Protection Force Act, 1957 (23 of 1957)

ریل تحفظ جمعیت ایکٹ، 1957

9. Railway Property .(Unlawful Possession) Act, 1966 (29 of 1966)

ریل جائداد (غیر قانونی قبضہ) ایکٹ، 1966

10. Raipur and Khattra Laws Act, 1879 (19 of 1879)

رائے پور اور کھاترقوانین ایکٹ، 1879

11. Rajasthan and Madhya Pradesh (Transfer of Territories) Act, 1959 (47 of 1959)

راجستھان اور مدھیہ پردیش (تبادلہ علاقہ جات) ایکٹ، 1959

12. Rajasthan State Legislature (Delegation of Powers) Act, 1993 (10 of 1993)

قانون سازیہ ریاست راجستھان (تفویض اختیارات) ایکٹ، 1993

13. Rajghat Samadhi Act, 1951 (41 of 1951)

راج گھاٹ سمادھی ایکٹ، 1951

14. Rajiv Gandhi University Act, 2006 (8 of 2007)

راجیوگاندھی یونیورسٹی ایکٹ، 2006

15. Rampur Raza Library Act, 1975 (22 of 1975)

رامپور رضا لائبریری ایکٹ، 1975

16. Reciprocity Act, 1943 (9 of 1943)

عہود دوطرفہ ایکٹ، 1943

17. Recovery of Debts Due to Banks and Financial Institutions Act, 1993 (51 of 1993)

بینکوں اور مالی اداروں کے واجب الادا قرضہ جات کی وصولی ایکٹ، 1993

18. Red Cross Society (Allocation of Property) Act, 1936 (18 of 1936)

ریڈ کراس سوسائٹی (تعیین جایداد) ایکٹ، 1936

19. Reformatory Schools Act, 1897 (8 of 1897)

اصلاحی اسکول ایکٹ، 1897

20. Refugee Relief Taxes (Abolition) Act, 1973 (13 of 1973)

شرنارتھی راحت ٹیکس (خاتمہ) ایکٹ، 1973

21. Refugee Relief Taxes (Abolition) Repeal Act, 2002 (70 of 2002)

شرنارتھی راحت ٹیکس (خاتمہ) تنسیخ ایکٹ، 2002

22. Regional Rural Banks Act, 1976 (21 of 1976)

علاقائی دیہی بینک ایکٹ، 1976

23. Registration Act, 1908 (16 of 1908)

رجسٹری ایکٹ، 1908

24. Registration of Birth and Deaths Act, 1969 (18 of 1969)

پیدائش وموت رجسٹری ایکٹ، 1969

25. Registration of Foreigners Act, 1939 (16 of 1939)

غیر ملکیوں کا رجسٹریشن ایکٹ، 1939

26. Rehabilitation Council of India Act, 1992 (34 of 1992)

بھارتی بازآبادکاری ایکٹ، 1992

27. Rehabilitation Finance Administration Act, 1948 (12 of 1948)

بازآبادکاری مالی انتظام ایکٹ، 1948

28. Religious Endowments Act, 1863 (20 of 1863)

مذہبی انڈومنٹ ایکٹ، 1863

29. Religious Institutions (Prevention of Misuse) Act, 1988 (41 of 1988)

مذہبی ادارے (انسداد استعمال بیجا) ایکٹ، 1988

30. Religious Societies Act, 1880 (1 of 1880)

مذہبی سوسائٹی ایکٹ، 1880

31. Remittances of Foreign Exchange and Investments in Foreign Exchange Bonds (Immunities and Exemptions) Act, 1991 (41 of 1991)

ترسیل زر مبادلہ و زر مبادلہ بانڈ میں سرمایہ کاری (استثنیات وچھوٹ) ایکٹ، 1991

32. Repatriation of Prisoners Act, 2003 (49 of 2003)

قیدیوں کی وطن آوردگی ایکٹ، 2003

33. Repealing and Amending Act, 1974 (56 of 1974)

منسوخی وترمیمی ایکٹ، 1974

34. Repealing and Amending Act, 1978 (38 of 1978)

منسوخی وترمیمی ایکٹ، 1978

35. Repealing and Amending Act, 1988 (19 of 1988)

منسوخی وترمیمی ایکٹ، 1988

36. Repealing and Amending Act, 2001 (30 of 2001)

منسوخی وترمیمی ایکٹ، 2001

37. Representation of the People Act, 1950 (43 of 1950)

عوامی نمائندگی ایکٹ، 1950

38. Representation of the People Act, 1951 (43 of 1951)

عوامی نمائندگی ایکٹ، 1951

39. Representation of the People (Miscellaneous Provisions) Act, 1956 (88 of 1956)

عوامی نمائندگی (متفرق توضیحات) ایکٹ، 1956

40. Requisitioned Land (Apportionment of Compensation) Act, 1949 (51 of 1949)

استفادے کے لیے قبضے میں لی گئی آراضی (معاوضہ کی تقسیم) ایکٹ، 1949

41. Requisitioning and Acquisition of Immovable Property Act, 1952 (30 of 1952)

استفادے کے لیے قبضے میں لی گئی جایداد غیر منقولہ ایکٹ، 1952

42. Research and Development Cess Act, 1986 (32 of 1986)

تحقیق وترقی محصول ایکٹ، 1986

43. Reserve and Auxiliary Air Force Act, 1952 (62 of 1952)

ریزرو اور معاون ہوائی فوج ایکٹ، 1952

44. Reserve Bank of India Act, 1934 (2 of 1934)

بھارتی ریزرو بینک ایکٹ، 1934

45. Reserve Bank (Transfer to Public Ownership) Act, 1948 (62 of 1948)

ریزرو بینک (تبادلہ ملکیت سرکاری) ایکٹ، 1948

46. Revenue Recovery Act, 1890 (1 of 1890)

وصولی مال گزاری ایکٹ، 1890

47. Rice-Milling Industry (Regulation) Act, 1958 (21 of 1958)

دھان کٹائی صنعت (ضابطہ بندی) ایکٹ، 1958

48. Rice-Milling Industry (Regulation) Repeal Act, 1997 (28 of 1997)

دھان کٹائی صنعت (ضابطہ بندی) تنسیخ ایکٹ، 1997

49. Richardson and Cruddas Limited (Acquisition and Transfer of Undertakings) Act, 1972 (78 of 1972)

رچرڈسن اینڈ کروڈا لیمیٹڈ (اداروں کا حصول وتبادلہ) ایکٹ، 1972

50. Right to Information Act, 2005 (22 of 2005)

حق اطلاع ایکٹ، 2005

51. River Boards Act, 1956 (49 of 1956)

ندی بورڈ ایکٹ، 1956

52. Road Transport Corporations Act, 1950 (64 of 1950)

سڑک ٹرانسپورٹ کارپوریشن ایکٹ، 1950

53. Rubber Act, 1947 (24 of 1947)

ربڑ ایکٹ، 1947

54. Rulers of Indian States (Abolition of Privileges) Act, 1972 (54 of 1972)

بھارتی ریاستوں کے حکمراں (اختتام مراعات) ایکٹ، 1972

S

1. SAARC Convention (Suppression of Terrorism) Act, 1993 (36 of 1993)

سارک کنونشن (تدارک دہشت گردی) ایکٹ، 1993

2. Salary, Allowances and Pension of Members of Parliament Act, 1954 (30 of 1954)

اراکین پارلیمنٹ کی تنخواہ، بھتے اور پنشن ایکٹ، 1954

3. Salary and Allowances of Leaders of Opposition in Parliament Act, 1977 (33 of 1977)

پارلیمنٹ میں حزب اختلاف کے لیڈر کی تنخواہ اور بھتے ایکٹ، 1977

4. Salaries and Allowances of Ministers Act, 1952 (58 of 1952)

وزرا کی تنخواہوں اور بھتوں سے متعلق ایکٹ، 1952

5. Salaries and Allowances of Officers of Parliament Act, 1953 (20 of 1953)

پارلیمنٹ کے افسران کی تنخواہ اور بھتے ایکٹ، 1953

6. Salarjung Museum Act, 1961 (26 of 1961)

سالار جنگ میوزیم ایکٹ، 1961

7. Sale of Goods Act, 1930 (3 of 1930)

مال بکری ایکٹ، 1930

8. Sales Promotion Employee (Conditions of Service) Act, 1976 (11 of 1976)

بکری فروغ ملازم (شرائط ملازمت) ایکٹ، 1976

9. Sales Tax Laws Validation Act, 1956 (7 of 1956)

بکری ٹیکس قوانین جواز ایکٹ، 1956

10. Salt Cess Act, 1953 (49 of 1953)

نمک محصول ایکٹ، 1953

11. Sarais Act, 1867 (22 of 1867)

سرائے ایکٹ، 1867

12. Scheduled Areas (Assimilation of Laws) Act, 1951 (37 of 1951)

درج فہرست علاقے (قوانین کی یکسانیت) ایکٹ، 1951

13. Scheduled Areas (Assimilation of Laws) Act, 1953 (16 of 1953)

درج فہرست علاقے (قوانین کی یکسانیت) ایکٹ، 1953

14. Scheduled Castes and Scheduled Tribes (Prevention of Atrocities) Act, 1989 (33 of 1989) [with Rules]

درج فہرست ذاتیں اور درج فہرست قبائل (زیادتیوں کا تدارک) ایکٹ، 1989

15. Scheduled Tribes and other Traditional Forest Dwellers (Recognition of Forest Right) Act, 2006 (2 of 2007)

درج فہرست قبائل اور روایتی طور پر جنگل میں رہنے والے افراد (جنگل سے متعلق حق کا تسلیم کیا جانا) ایکٹ، 2006

16. Seamen's Provident Fund Act, 1966 (4 of 1966)

جہازرانی کے کام میں مامور افراد پرویڈنٹ فنڈ ایکٹ، 1966

17. Sea-ward Artillery Practice Act, 1949 (6 of 1949)

سمت بحر توپ مشق ایکٹ، 1949

18. Secunderabad and Aurangabad Cantonments House Rent Control Laws (Repeal) Act, 1972 (23 of 1972)

سکندرآباداوراورنگ آباد چھاؤنی کرایہ نگرانی قوانین (تنسیخ) ایکٹ، 1972

19. Securities and Exchange Board of India Act, 1992 (15 of 1992)

بھارتی سیکورٹی واکسچینج بورڈ (SEBI) ایکٹ، 1992

20. Securities Contracts (Regulation) Act, 1956 (42 of 1956)

سیکورٹیز معاہدے (ضابطہ بندی) ایکٹ، 1956

21. Securitisation and Reconstruction of Financial Assets and Enforcement of Security Interest Act, 2002 (54 of 2002)

مالی اثاثوں کا سیکوریٹائیزیشن وتشکیل نو اور سیکورٹی مفاد کا نفاذ ایکٹ، 2002

22. Seeds Act, 1966 (54 of 1966)

بیج ایکٹ، 1966

23. Semi Conductor Integrated Circuits Layout Design Act, 2000 (37 of 2000)

سیمی کنڈکٹر انٹگریٹڈ سرکٹ لے آؤٹ ڈیزائن ایکٹ، 2000

24. Sheriffs Fees Act, 1852 (8 of 1852)

شیرف فیس ایکٹ، 1852

25. Shillong (Rifle Range and Umlong) Cantonments Assimilation of Laws Act, 1954 (31 of 1954)

شیلانگ (رائفل رینج اور املوگنگ) چھاؤنی قوانین کی یکسانیت ایکٹ، 1954

26. Shipping Development Fund Committee (Abolition) Act, 1986 (66 of 1986)

بحری بار برداری ترقیاتی فنڈ کمیٹی (خاتمہ) ایکٹ، 1986

27. Shore Nuisances (Bombay and Kolaba) Act, 1853 (11 of 1853)

ساحلی امور باعث تکلیف (ممبئی وکولابا) ایکٹ، 1853

28. Sick Industrial Companies (Special Provisions) Act, 1985 (1 of 1986)

ٹھیک سے نہ چلنے والی صنعتی کمپنیاں (خصوصی توضیعات) ایکٹ، 1986

29. Sick Industrial Companies (Spec!al Provisions) Repeal Act, 2003 (1 of 2004)

ٹھیک سے نہ چلنے والی صنعتی کمپنیاں (خصوصی توضیعات) تنسیخ ایکٹ، 2003

30. Sick Textile Undertakings (Nationalisation) Act, 1974 (57 of 1974)

ٹھیک سے نہ چلنے والی کپڑا انڈرٹیکنگ (قومی ملکیت میں لیا جانا) ایکٹ، 1974

31. Sick Textile Undertakings (Taking Cver of Management) Act, 1972 (72 of 1972)

ٹھیک سے نہ چلنے والی کپڑا انڈرٹیکنگ (انتظام سنبھالنا) ایکٹ، 1972

32. Sikh Gurdwaras (Supplementary) Act, 1925 (24 of 1925)

سکھ گرودوارہ (ضمنی) ایکٹ، 1925

33. Sikkim University Act, 2006 (10 of 2007)

سکم یونیورسٹی ایکٹ، 2006

34. Slum Areas (Improvement and Clearance) Act, 1956 (96 of 1956)

گندی بستی علاقہ (سدھار و صفائی) ایکٹ، 1956

35. Small Coins (Offences) Act, 1971 (52 of 1971)

چھوٹے سکے (جرائم) ایکٹ، 1971

36. Small Industries Development Bank of India Act, 1989 (39 of 1989)

چھوٹی صنعتوں کے لیے بھارتی ترقیاتی بینک ایکٹ، 1989

37. Smith, Stanistreet and Company Limited (Acquisition and Transfer of Undertakings) Act, 1977 (41 of 1977)

اسمتھ اسٹینسٹری اینڈ کمپنی لمیٹڈ (اداروں کا حصول و منتقلی) ایکٹ، 1977

38. Smugglers and Foreign Exchange Manipulators (Forfeiture of Property) Act, 1976 (13 of 1976)

اسمگلر اور زرمبادلہ کے شاطر تاجر (ضبطی جائداد) ایکٹ، 1976

39. Societies Registration Act, 1860 (21 of 1860)

سوسائٹی رجسٹریشن ایکٹ، 1860

40. Sonthal Parganas Act, 1855 (37 of 1855)

سنتھال پرگنہ ایکٹ، 1855

41. Sonthal Parganas Act, 1857 (10 of 1857)

سنتھال پرگنہ ایکٹ، 1857

42. Special Bearer Bonds (Immunities and Exemptions) Act,

1981 (7 of 1981)

خصوصی حامل بانڈ (استثنیات اور چھوٹ) ایکٹ، 1981

43. Special Courts (Repeal) Act, 1982 (34 of 1982)

خصوصی عدالتیں (تنسیخ) ایکٹ، 1982

44. Special Courts (Trial of Offences Relating to Transaction in Securities) Act, 1992 (27 of 1992)

خصوصی عدالتیں (سیکورٹیز سے متعلق سودوں کی بابت جرائم کی سماعت) ایکٹ، 1992

45. Special Economic Zones Act, 2005 (28 of 2005)

خصوصی اقتصادی زون ایکٹ، 2005

46. Special Protection Group Act, 1988 (34 of 1988)

خصوصی تحفظ گروپ ایکٹ، 1988

47. Special Criminal Courts (Jurisdiction) Act, 1950 (18 of 1950)

خصوصی فوجداری عدالتیں (اختیار سماعت) ایکٹ، 1950

48. Special Marriage Act, 1954 (43 of 1954)

خصوصی ازدواج ایکٹ، 1954

49. Special Tribunals (Supplementary Provisions) Act, 1946 (26 of 1946)

خصوصی ٹریبونل (ضمنی توضیعات) ایکٹ، 1946

50. Special Tribunals (Supplementary Provisions) Repeal Act, 2004 (28 of 2004)

خصوصی ٹریبونل (ضمنی توضیعات) تنسیخ ایکٹ، 2004

51. Specific Relief Act, 1963 (47 of 1963)

دادرسی مختص ایکٹ، 1963

52. Spices Board Act, 1986 (10 of 1986)

مصالحہ بورڈ ایکٹ، 1986

53. Spices Cess Act, 1986 (11 of 1986)

مصالحہ محصول ایکٹ، 1986

54. Spirituous Preparations (Inter-State Trade and Commerce) Control Act, 1955 (39 of 1955)

اسپرٹ سے تیار اشیا (بین ریاستی تجارت وکاروبار) کنٹرول ایکٹ، 1955

55. Spirituous Preparations (Inter-State Trade and Commerce) Control (Repeal) Act, 2006 (32 of 2006)

اسپرٹ سے تیار اشیا (بین ریاستی تجارت وکاروبار) کنٹرول (تنسیخ) ایکٹ، 2006

56. Sports Broadcasting Signals (Mandatory Sharing with Prasar. Bharti) Act, 2007 (11 of 2007)

کھیل براڈ کاسٹنگ سگنل (پرسار بھارتی کے ساتھ لازمی حصہ داری) ایکٹ، 2007

57. Sree Chitra Tirunal Institute for Medical Sciences and Technology, Trivandrum Act, 1980 (52 of 1980)

شری چترا ترونل انسٹی ٹیوٹ آف میڈیکل سائنسز اینڈ ٹیکنالوجی، تریوندرم ایکٹ، 1980

58. Stage-Carriages Act, 1861 (16 of 1861)

منزلی گاڑی ایکٹ، 1861

59. Standards of Weights And Measures Act, 1976 (60 of 1976)

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان کی چند مطبوعات

ہندوستان کی قانونی تاریخ (حصہ اوّل)

مصنف: ایم۔ پی۔ جین

صفحات: 585

قیمت :-/139روپے

ہندوستان کی قانونی تاریخ (حصہ دوم)

مصنف: ایم۔ پی۔ جین

صفحات: 1104

قیمت :-/123روپے

انتظامی قانون کے اصول

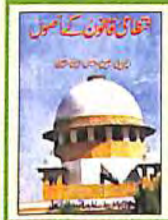

مصنف: ایم۔ پی۔ جین

ایس۔ این۔ جین

صفحات: 612

قیمت :-/120روپے

انسانی حقوق

مصنف: خواجہ عبدالمنتقم

صفحات: 497

قیمت :-/430روپے

منتخب وساتیر کا تقابلی مطالعہ

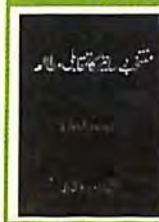

مصنف: شجاع الدین فاروقی

صفحات: 724

قیمت :-/65روپے

مسلم قانون (جلد اوّل)

مصنف: سیّد امیر علی

صفحات: 762

قیمت :-/265روپے

₹ 100/-

ISBN:978-81-7587-761-0

राष्ट्रीय उर्दू भाषा विकास परिषद्

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان

National Council for Promotion of Urdu Language

Farogh-e-Urdu Bhawan, FC- 33/9, Institutional Area,
Jasola, New Delhi-110 025